بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم الایمان

فلسفۂ آخرت

مرتب

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مفتی عبدالمعبود قاسمی

(امام جامع مسجد پیر گیٹ بھوپال، سب ایڈیٹر ماہنامہ دین مبین بھوپال)

ناشر

عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی (انڈیا)

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ فلسفۂ آخرت
مرتب:۔ عبداللہ صدیقی
زیر سرپرستی:۔ مفتی محمد عبدالمعبود قاسمی (استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ بھوپال)
سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۰ء مطابق ۱۴۴۲ھ
تعداد اشاعت:۔
کمپیوٹر کتابت:۔ النور گرافکس، حیدرآباد، تلنگانہ۔9963770669
ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

☆☆ ملنے کے پتے ☆☆

ماں ہر بچے کو ہر روز کم سے کم دس منٹ ایمان بالآخرۃ پر سکرات، موت، عالم برزخ، میدانِ حشر، حساب کتاب، پل صراط اور جنت و دوزخ کے حالات سناتی رہے تو بچوں میں بچپن ہی سے ایمان بالآخرۃ کا یقین مضبوط ہوگا اور وہ آخرت کو ذہن میں رکھ کر کامیاب زندگی گذار سکیں گے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

فلسفۂ آخرت

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى. (النساء:۷۷)

ترجمہ: کہو! دنیا کا سرمایہ بہت تھوڑا ہے اور آخرت ایک خدا ترس انسان کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو محض کھیل تماشہ کے طور پر نہیں بنایا، جس طرح ایک بچہ کسی کھلونے سے دل بہلانے تک کھیلتا رہتا ہے اور پھر توڑ پھوڑ کر پھینک دیتا ہے، نہیں! بلکہ اللہ نے دنیا اور اس کی ہر چیز حکمت اور دانائی سے خاص مقصد اور منصوبے کے تحت بنائی ہے، کائنات کا کوئی ذرہ بیکار اور نا کارہ نہیں، یہاں تک کہ جانوروں کا بول و براز تک درختوں کی غذاء اور کھاد بنادی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو بھی خاص مقصد و منصوبے کے تحت دنیا میں پیدا کیا اور ان کی زندگی کے دو حصے بنادئے، ایک دنیا کی زندگی، دوسری دنیا کے بعد آخرت کی زندگی، دنیا کو انسانوں کو عمل کرنے کے لئے دار العمل بنایا اور دنیا کی زندگی کا وقت اور عمر بہت ہی مختصر اور عارضی رکھا، یعنی دنیا کو انسانوں کے لئے عارضی قیام گاہ بنایا، موت کے بعد آخرت کی زندگی کو دار الجزاء بنایا اور آخرت کی زندگی کا وقت اور عمر نہ ختم ہونے والی زندگی یعنی ہمیشہ کے لئے رکھ دی۔

یوں سمجھئے کہ انسان کی زندگی کا پہلا حصہ دنیا کی زندگی میں پیدا ہونے سے موت تک ہے، موت کے ساتھ ہی آخرت شروع ہوجاتی ہے، اس کی زندگی کا دوسرا حصہ عالم برزخ (قبر) سے قیامت برپا ہونے تک کا ہے، پھر تیسرا حصہ میدانِ حشر سے جنت یا دوزخ میں جانے تک ہے، جو ان کا اصلی ٹھکانہ ہے، قیامت برپا ہونے تک انسانوں اور جنوں کو عالم برزخ میں ٹھہرایا جائے گا۔

قرآن مجید کے ذریعہ انسانوں کو دنیا میں ایمان لاکر اعمال صالحہ پر زندگی گذارنے کی سختی سے تاکید کی گئی ہے تاکہ وہ مرنے کے بعد گھاٹے و نقصان میں نہ رہیں، اسی لئے توحید کے بعد جس عقیدہ پر اور تقریباً قرآن مجید کے ہر صفحہ پر سب سے زیادہ زور عقیدۂ آخرت پر ایمان لانے اور اس پر یقین پیدا کرنے پر دیا ہے، اسی پر انسان کی کامیابی و ناکامی کا دارومدار ہے۔

دل کے تزکیہ کے لئے اس عقیدہ کا شعور اور یقین ہونا بہت ضروری ہے، اسی عقیدہ سے انسان میں رحم، سخاوت، عدل و انصاف، دیانت داری، امانت داری، سچائی، حق گوئی، اخلاقِ حسنہ

اور دیگر اعمالِ صالحہ پیدا ہوتے ہیں، انہی اعمال کی بنیادوں پر دنیا میں صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے اور امن وسکون قائم ہوتا ہے، اس لئے انسانوں کے معاشرے اور افراد کو درست کرنے کا سب سے اہم ذریعہ عقیدۂ آخرت کا صحیح تصور ہے، اسی لئے قرآن مجید کی وہ سورتیں ہیں جو ۳۰ویں پارے میں ہیں، وہ سب سے پہلے پہلے نازل ہوئیں، ان میں آخرت کے تذکرے زیادہ ہیں، جتنا زیادہ انسان اس عقیدہ سے کمزور ہوگا اتنا وہ اللہ کو مانتے ہوئے اللہ کی بغاوت سے نہیں ڈرے گا، نہ اللہ کے احکام کی پرواہ کرے گا، نہ رسول کی اتباع کی فکر کرے گا، چنانچہ ایمان باللہ، ایمان بالکتُب اور ایمان بالرسالۃ پر عمل کرنے کے لئے اس عقیدہ میں یقین کا ہونا بہت ضروری ہے، انسانوں کی زندگی گواہ ہے کہ جب بھی عقیدۂ آخرت انسانوں میں نہیں رہا یا کمزور رہا تو انسانیت ظلم وزیادتی اور عیش ومستی کے ذریعہ اللہ کی بغاوت میں جنگل کی آبادی سے کم نہ رہی۔

سوۂ فاتحہ میں نماز کی ہر رکعت میں اسی عقیدہ کو مالک یوم الدین کے الفاظ سے انسان کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے، مکمل انصاف کا تقاضہ ہی عین انصاف ہے، انسان اور جن کو ربوبیت الٰہی اور رحمت الٰہی دو عظیم نعمتیں ہر آن ہر گھڑی جب مل رہی ہیں تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کے شکرانِ نعمت اور کفرانِ نعمت کا حساب لیا جائے، ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ انسان کفرانِ نعمت کرکے آخرت کی سزاء سے بچ جائے، اور شکرانِ نعمت کرنے والے کو پوری پوری جزاء نہ ملے۔

پھر ایک بار یاد رکھئے کہ دنیا کی زندگی کی سدھار اسی عقیدہ سے ہوسکتی ہے، اس عقیدہ کا زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے، اسی عقیدہ کی بنیاد پر انسان کی سیرت بنتی یا بگڑتی ہے، اس عقیدہ کا انسان کی عملی اور روحانی زندگی سے براہ راست تعلق ہے، اسی عقیدہ کی وجہ سے انسان ہر عمل میں اپنے آپ کو ذمہ دار اور جواب دہ سمجھتا ہے، جو انسان آخرت پر ایمان نہیں رکھتا یا کمزور ایمان رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو ہر عمل میں غیر ذمہ دار سمجھتا ہے، وہ دنیا کے کاموں کو چاہے گناہ ہی کے کیوں نہ ہوں نفع ونقصان کو سامنے رکھ کر کرتا ہے، اگر گناہ کے کام میں اس کو احساس ہوجائے کہ اُسے نقصان ہوگا تو وہ اس گناہ سے اللہ کے ڈر وخوف اور جواب دینے کے احساس سے نہیں بلکہ نقصان کے ڈر سے دور رہتا ہے۔

مثلاً پانی میں ڈوبنے، آگ میں جلنے سے موت کا یقین، مگر جو کام گناہ کا ہو اور اس میں دنیا کا فائدہ ہو تو اللہ سے نڈر بن کر آخرت کی پرواہ نہ کرکے اللہ کے حکم کو توڑتا اور گناہ کو اختیار کرلیتا ہے، مثلاً دھوکہ، رشوت، چوری، جوڑے کی، گھوڑے اور تلک کی رقموں سے دنیا کا مالی فائدہ حاصل کرتا ہے، اس کو

فضول خرچی میں نفس کو مزہ آتا ہے، اس کے برعکس آخرت پر یقین رکھنے والا دنیا کے کام چاہے نیکی کے ہی کیوں نہ ہوں اگران پر عمل کرنے سے مالی نقصان ہوتا ہوتو وہ نقصان کی پرواہ نہیں کرتا، اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے تقویٰ اختیار کرنے کے لئے آخرت میں اجروثواب کی نیت سے نیکی کا عمل کرتا ہے، اگر اس عمل سے اس کی دنیا اجڑتی ہے اور تکلیف ہوتی ہوتو اللہ کے واسطے صبر کر کے برداشت کرتا ہے، مصیبت کے پرواہ نہیں کرتا؛ یہاں تک کہ جان و مال کی قربانی دے دیتا ہے، چنانچہ اُسے جھوٹ دھوکہ بازی، رشوت، سود، جھوٹے مقدمات، کسی کا حق مارنے میں کتنی ہی دولت کیوں نہ ملتی ہواس کوحرام جانتا ہے اوران سے دور رہتا ہے، اُسے زنا، شراب، جوا، سود، رشوت وغیرہ کا لالچ دیا جائے تو آخرت میں سزاء اور پکڑ کا احساس رکھ کر اللہ کے حکم کو اصل سمجھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی کو بغاوت سمجھتا ہے۔

بہت زمانے سے امت مسلمہ کی کثیر تعداد کا حال بھی بالکل یہود و نصاریٰ کی طرح ہوگیا ہے، پیغمبر کے دنیا سے چلے جانے کے بعد امت مسلمہ پر دنیا کے سارے انسانوں کو آخرت کی جواب دہی کی تعلیم دینے کا ذمہ دار بھی بنایا گیا تھا تا کہ وہ خود بھی دوسری قوموں کے سامنے آخرت کی تیاری والے اعمال اختیار کریں اوران کو دوبارہ زندہ ہوکر حساب کتاب کا احساس دلائیں اور اللہ کی نعمتوں اور عذابات کو بیان کریں، مگر امت مسلمہ اپنے فرض منصبی کو بھول کر وہ دوسری قوموں کی طرح دنیا ہی کو اصل سمجھ کر دنیا بنانے اور دنیا کو سجانے میں لگی ہوئی ہے، وہ غیر مسلموں کی طرح آخرت کو برائے نام مانتے ہیں اور دنیا سے چمٹے ہوئے ہیں، ان کی طرح ہر گناہ اور برائی کے کاموں کو پسند کر رہے ہیں، ان کی زندگی میں آخرت کی فکر اور تیاری بالکل نظر نہیں آتی، ان کی اکثر اصلاح کرنے والے وعظ و نصیحت آخرت کا احساس دلائے بغیر کرتے ہیں۔

اگر دنیا کے انسانوں کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں یہ نظر آئے گا کہ انسانوں کی کثیر تعداد اللہ کو مانتے ہوئے ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے شرک میں گرفتا ہے، سورۂ یوسف: ۱۰۶ میں ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ٥ ترجمہ: اوران میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تواس طرح کہ وہ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔

اور کتاب الٰہی کو صرف برکت اور دنیا کے فائدے کے لئے تلاوت کرتے ہیں، اور انسانوں کی بڑی تعداد اپنے گمراہ پیشواؤں کے کہنے پر شرک، کفر اور منافقت میں گرفتار ہے اور پوری دنیا میں شرک کو فسق و فجور کو پھیلا رہے ہیں اوران کے پاس نیکی و بدی کا بالکل تصور ہی نہیں، بنی اسرائیل

نے کتاب الٰہی کو بدل ڈالا اور دنیا کے انسانوں کو زنا، شراب، جوا، نفس پرستی، سود، فضول خرچی، ناانصافی، فسق و فجور، ناچ گانا بجانا، جھوٹ، دھوکہ بازی، قتل و غارتگری، ظلم، مکاری، فتنہ وفساد، تعصب، حق کو مٹانے، اہل حق پر ظلم کرنا، آپس میں لڑانا، خودغرضی، اپنی ناقص حکومت، ناقص قانون، ناقص عدالتیں اور ناقص سزاؤں کے ذریعہ پوری دنیا میں جرم کو عام کررکھا ہے، زنا، سوداور شراب کا تو پورا بازار گرم کررکھا ہے، ناقص و نامکمل انصاف کرکے مجرموں کو کھلی چھوٹ دینا یا معمولی سزائیں دے کر چھوڑ دینے کا رواج بنالیا، نیک اور صالح انسانوں کو ان کے نیک اعمال پر کوئی اجرو ثواب ملنے کا تصور ہی نہیں رکھا۔

اللہ تعالیٰ دنیا کی عمر مکمل ہونے کے بعد انسانوں کی آزادی ان کی حکومتیں، طاقت، فوج، ہتھیار سب کچھ ختم کرکے شروع سے آخر تک سارے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کی زندگیوں کا پورا پورا حساب لے گا، جیسے ایک سلیم الفطرت انسان کا ضمیر بھی خود اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ دنیا کے انسانوں کی اس آزادی کے نظام کو ختم کرکے کوئی ایسا نظام ہو جہاں انسانوں پر پوری طرح گرفت قائم کرکے ان کو بے سہارا کردیا جائے اور ان کو ان کی نیکیوں اور بدیوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائے، وہ صرف آخرت کا دن ہوگا۔

ان کی اسی فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے آخرت کا دن رکھا ہے، اور دنیا میں اس عقیدہ کا یقین پیدا کرکے آخرت کی تیاری کی تعلیم و ترغیب دی ہے، جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ بغیر دلیل اور بغیر سند کے صرف اپنے وہم وگمان کے تحت انکار کرتے ہیں، کسی چیز کے نظر نہ آنے پر انکار کرنا عقلمندی نہیں ہے۔

دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ بنائی گئی ہے

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (کھف:۷)

ترجمہ: یقین جانو کہ روئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں، ہم نے انہیں زمین کی سجاوٹ کا ذریعہ اس لئے بنایا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنوں کو دنیا میں پیدا کرکے دنیا کو امتحان و آزمائش کی جگہ بنایا، اور اچھے برے اعمال کرنے کی پوری آزادی واختیار دیا، اس امتحان گاہ میں ان کی زندگی کا ایک وقت

عمر کی شکل میں مقرر کیا گیا اوران کو مرنے تک اپنے سدھار کی مہلت عطا فرمائی، اللہ نے انسان کی یہ فطرت بنائی کہ جب وہ کسی کا امتحان لیتا ہے تو امتحان گاہ میں نہ سزا دیتا ہے نہ انعام دیتا ہے اور نہ نتیجہ ڈکلیر کرتا ہے، بلکہ سارے انسانوں کا امتحان مکمل ہو جانے کے بعد ایک دن مقرر کر کے سب کا ایک ساتھ نتیجہ ظاہر کرتا ہے، اسی طرح اللہ انسانوں اور جنوں کو حضرت آدمؑ سے قیامت تک پیدا کرتا رہے گا اور جس دن انسانوں کے دنیا میں آنے کا سلسلہ بند ہو جائے گا اوران کے اعمال کے اثرات بھی ختم ہو جائیں گے تو دنیا کی یہ امتحان گاہ کو ختم کر کے قیامت برپا کر دے گا، اور شروع سے آخر تک تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر قائم کرے گا اور وہاں ان کے اعمال کے مطابق کامیاب و ناکام ہونے کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

دنیا کے اس امتحان گاہ میں دو راستے رکھے گئے ہیں، ایک صحیح راستہ، دوسرا غلط راستہ اور مرنے تک انسانوں کو پوری آزادی دیدی گئی ہے کہ وہ اپنی چاہت اور پسند سے یا تو صحیح راستے کا انتخاب کرے یا غلط راستے کا، اس امتحان گاہ میں چونکہ شیطان اللہ سے اجازت لیکر انسانوں کو بہکانے اور جہنم میں لیجانے کے لئے آیا ہے، اس لئے انسانوں کی صحیح رہبری کرنے اور گمراہی سے بچانے کے لئے پیغمبروں کو بھیجا گیا، پیغمبر کو انسانوں کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور دوست بنایا گیا، شیطان تو حضرت آدمؑ کی تخلیق ہی سے انسانوں کا زبردست دشمن بنا ہوا ہے، وہ انسانوں کو جنت کے راستے سے ہٹا کر دوزخ کے راستے پر چلانا چاہتا ہے، اور جنت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

دنیا کے انسانی امتحان اور آخرت کے امتحان میں سب سے بڑا فرق یہ ہوتا ہے کہ انسان جب کسی کا امتحان لیتا ہے تو امتحان کے سوالات نہیں بتلائے جاتے، انسان کو سارے مضامین سمجھنے اور یاد کرنے پڑتے ہیں، مگر اللہ نے آخرت کے امتحان کی آسانی کے لئے سوالات بھی بتلا دیئے اور جوابات بھی بتلا دئے، اب انسان کو قرآن وحدیث سمجھ کر ان جوابات کی تیاری کرنا ہے، تاکہ انسان آخرت میں آسانی سے کامیاب ہو سکے۔

دنیا کی زندگی میں جب انسان کو اونچا مقام و مرتبہ، اعلیٰ ڈگری اور دولت ملنے کا امتحان معلوم ہو جائے تو وہ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے سخت محنت کرتا ہے، دن رات تیاری کرتا ہے، کھانا، پینا، سونا سب کچھ چھوڑ کر ایک ایک منٹ اور ایک ایک لمحہ وسیکنڈ ضائع ہونے نہیں دیتا، مگر افسوس اللہ تعالیٰ انسان کے اس امتحان کے بعد جنت جیسی عظیم نعمت جس کا تصور انسان دنیا میں نہیں

کرسکتا‘ دینا چاہتا ہے، اور نعمتوں سے نوازنا چاہتا ہے، تو انسان جنت کے حصول اور جنت کی تڑپ نہ رکھ کر معمولی سی اللہ کی عبدیت و بندگی کرتا ہے، موت کو بار بار دیکھنے کے باوجود اس کو آخرت یاد نہیں آتی اور پھر اللہ نے قبر کے اور میدانِ حشر کے سوالات بتلا دئے ہیں، پھر بھی ان کی تیاری نہیں کرتا، دنیا کے امتحان اور ڈگری حاصل کرنے کے لئے خوب محنت کرتا ہے، دن رات ایک کرتا ہے، نیند تک نہیں لیتا، اور دنیا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر آخرت کے امتحان کے لئے خاص محنت نہیں کرتا، بے شعور زندگی گذارتا ہے، دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری نہیں کرتا۔

انسان اگر آخرت کے امتحان میں ہے تو پھر ایسا انسان دنیا میں اپنے وقت اور عمر کو برباد نہیں کرنا چاہئے، زیادہ سے زیادہ آخرت کے امتحان میں اونچا مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے لئے ایمان لاکر برائیوں اور گناہ کے کاموں سے بچ کر زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اللہ کی عبدیت و بندگی کرتا رہے، دنیا میں صرف گناہ اور بُرے کاموں کو چھوڑنے اور ہر عمل میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے سے انسان کامیاب ہوجائے گا اور اس امتحان کے جوابات دینا اس کے اختیار میں ہیں اور آسان بھی ہیں، صرف اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت میں لگانا ہوگا۔

آخرت کا صرف علم رکھنا کافی نہیں‘ یقین بھی پیدا کرنا ہوگا

وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ٥ (بقرہ:۴) اور وہ (متقی) آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقیدۂ آخرت پر ایمان لانا لازم کردیا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ عقیدۂ آخرت پر یقین پیدا کرنے کی تاکید کی، صرف یہ نہیں کہا کہ **يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ** وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں‘ جبکہ غیب میں ایمان بالآخرۃ یقینی طور پر آچکا ہے، مگر تاکید کے ساتھ پھر فرمایا **وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ٥** یعنی آخرت پر یقین رکھنا بھی ضروری ہوگا۔

انسان اگر کسی چیز کو زبان سے مان لے مگر دل میں یقین نہ رکھے، اس کے سچا اور حق ہونے کو نہ مانے، اس پر شک و شبہ رکھے یا اس کا شعور نہ رکھے تو اس کا زبان سے ماننا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، اگر انسان کسی معتبر انسان کے علم و اطلاع پر کسی بات کو سن لے اور پھر اپنے عمل کو اس کی بات کے خلاف کرے تو ہم اس کی اس حالت کو دیکھ کر یہ کہیں گے کہ اُسے علم تو ہوچکا مگر دل میں یقین پیدا نہیں ہوا، اس لئے وہ علم ملنے کے باوجود اس علم کے مطابق عمل نہیں کررہا ہے۔

دنیا میں بہت سارے لوگ جاننے کی حد علم رکھتے ہیں مگر اس علم پر یقین نہیں رکھتے، مثلاً کسی کمرے میں دو چار سوراخ ہوں اور صاحبِ خانہ ہمیں یہ اطلاع دے کہ فلاں سوراخ میں سانپ گیا ہے، حالانکہ ہم نے سانپ کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا، صرف ان کی اطلاع پر یقین کر کے سانپ کے ہونے کو سچ مان لیتے ہیں اور پھر اس غیب کی اطلاع پر وہاں بیٹھنا، سونا یا اس کمرے میں جانا بھی گوارا نہیں کرتے، ہمت بھی نہیں کرتے، پھر معتبر انسان کی اس اطلاع پر شک وشبہ بھی نہیں کرتے، اگر اس اطلاع کے باوجود ہم اس کمرے میں داخل ہوگئے، اس کمرے میں بستر بچھا دیا اسی کمرے میں سونے اٹھنے بیٹھنے کا انتظام کر لیا تو اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ ہمیں صاحبِ خانہ سے علم تو مل چکا مگر اس علم پر یقین نہیں ہے۔ (مثال رہبری کے لئے برابری کے لئے نہیں)

اس مثال کو ذہن میں رکھئے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو دنیا میں بھیج کر پیغمبروں کے ذریعہ وحی نازل کی اور ہمیں آخرت کے گھر میں جانے سے پہلے وہاں کے پورے انعامات اور سزاؤں کا تذکرہ نبیوں کے ذریعہ کر دیا، اب اگر ایک انسان نبیوں اور رسولوں کی تعلیمات کے ملنے، قرآن سنت کو ہر روز پڑھنے اور جاننے کے باوجود جنت کے راستے کو چھوڑ کر دوزخ ہی کے راستوں پر چل رہا ہے اور دوزخ کی سزاؤں کے سوراخوں ہی کے پاس سونا، اٹھنا اور بیٹھنا گوارا کر رہا ہے تو اس کا یہ عمل بتلا رہا ہے کہ اس کو قرآن وحدیث کا علم تو ہے مگر اس پر یقین نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی دنیوی زندگیوں کو سدھار اور کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے کو لازمی قرار دیا، اسی سے انسان کی دنیا کی زندگی کامیاب اللہ کی مرضیات پر چل سکتی ہے، دنیا کی اس زندگی میں مختلف مذاہب کے لوگ عقیدۂ آخرت کو مانتے ضرور ہیں، مگر وہ یقین کی کیفیت سے محروم ہیں، ان کا آخرت کو ماننا صرف علم کی حد تک اور زبان کی حد تک ہے، عقیدۂ آخرت کے یقین ہی سے انسان ایمان کے تمام تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے، دوسری قومیں بگڑے ہوئے عقیدۂ آخرت کو مان کر نہ جنت والے راستے پر چل سکتی ہے اور نہ جنتی اعمال اختیار کر سکتی ہے، عقیدۂ آخرت ہی انسان کو کتاب الٰہی کے مطابق اللہ کی رضاء حاصل کرنے پر مجبور کرتا ہے، اسی عقیدہ سے انسان ۲۴ رگھنٹے یہ احساس رکھتا ہے کہ اس کو اپنے ایک ایک عمل کا حساب اللہ کے پاس مرنے کے بعد دینا ہوگا، جس طرح آگ سے جلنے، پانی میں ڈوبنے اور بجلی کا شاٹ لگنے اور زہر پینے سے مرنے کا یقین انسان کو ان چیزوں سے دور رکھتا ہے، اس سے ہزار گونہ زیادہ

یقین آخرت کا ہونا تب ہی ایمان صحیح ہوگا، آج پوری دنیا کے انسان خاص طور پر مسلمانوں میں آخرت کا یقین ہی کمزور ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے وہ اسلام کی صحیح شکل پیش نہیں کر رہے ہیں، سگریٹ کی ڈبی پر زہر لکھا ہوتا ہے، لوگ پڑھنے کے باوجود سگریٹ پیتے ہیں، یہ علم تو ہے یقین نہیں، ان کا عمل یہی بتاتا ہے۔

ایمان میں یقین کس طرح پیدا کیا جائے؟

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ٥ (الحجرات:١٥)

ترجمہ: ایمان والے تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانا ہے، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنہوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات کی اس آیت میں مؤمنوں کی خاص صفت یہ بیان کی کہ وہ ایمان لانے کے بعد ایمان میں کوئی شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوتے، اگر چہ کہ عقیدۂ آخرت بھی ایمان کا جزو ہے، اور قرآنی تعلیمات و حدیث میں ایمان میں شک کرنا یا ایمان کے کسی جزو کا انکار کرنا انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے، عقیدۂ آخرت کے بغیر ایمان بے جان ہوجاتا ہے، اس لئے چاہے عقیدہ آخرت ہو یا ایمان کے دوسرے حصے ہوں شک یا انکار سے انسان مؤمن نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ اس آیت میں اور سورۂ بقرہ کی آیت: **و بالآخرة هم يوقنون** کے ذریعہ گویا پورے ایمان میں یقین پیدا کرنے کی تعلیم دی ہے، اگر کوئی آخرت کو تو مانے مگر پیغمبر یا کتاب پر شک کرے یا انکار کرے تو وہ بھی مؤمن نہیں کہلا سکتا۔

ایمان میں یقین پیدا کرنے کے تین طریقے:

قرآن وحدیث کی روشنی میں ایمان میں یقین پیدا کرنے کے تین طریقے ملتے ہیں:

(۱) عبادت واعمالِ صالحہ۔ (۲) سچوں کی صحبت۔ (۳) کائنات میں غور وفکر۔

(۱) عبادت واعمالِ صالحہ: قرآن مجید مختلف مقامات پر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی تعلیم دی ہے، اعمال صالحہ میں عبادت کا سب سے بڑا طریقہ صرف اللہ ہی کی عبادت نماز ہے، ایمان

قبول کرنے کے بعد مؤمن کو فوراً نماز کی پابندی شروع کر دینا ہے، حدیث میں ہے کہ جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو ڈھایا اس نے دین کو ڈھایا، نماز کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔

اللہ نے ایمان کے ساتھ اسلام یعنی اعمال صالحہ اختیار کرنے کی جو تعلیم ایمان والوں کو دی ہے اس کی وجہ سے انسان اپنے ایمان کو طاقت وقوت دے کر زندہ رکھ سکتا ہے، سورۂ حجرات میں بھی بدوی لوگوں سے کہا گیا کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ اسلام پر چل رہے ہو، اگر تم حضور ﷺ کی اطاعت کرتے رہو گے تو تم میں ایمان پیدا ہوتا چلا جائے گا، گویا اسلام سے ایمان ہے اور ایمان سے اسلام ہے، انسان کا اسلام یعنی اعمال صالحہ کی وجہ سے فطری اعمال کی نورانیت اور سچائی کی روحانیت کی وجہ سے انسان میں ایمان کی کیفیت پیدا ہونا اور یقین کی کیفیت بڑھنا شروع ہو جاتی ہے، وہ گندگی سے پاکیزگی، اندھیرے سے اجالے کو سمجھنا شروع کر دیتا ہے، باطل کی گمراہی کے مقابلے میں حق کی سیدھی راہ کو سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور ایمان کی لذت لیتا رہتا ہے۔

مؤمنوں کے لئے اعمال صالحہ گویا ایمان کی ورزش اور ایکسر سائز ہے، جب انسان رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں اللہ کی عبادت واطاعت کرے گا، اس کا ایمان بار بار عبادت کی وجہ سے تازہ اور زندہ رہے گا، اور اس کا یقین اسلام پر رہے گا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ورزش کرنے سے جسم توانا اور تندرست رہتا ہے، اسی طرح انسان کی عبادات واطاعت سے اپنے ایمان کو وہ زندہ اور باقی رکھ سکتا ہے، چنانچہ جنازہ کی نماز کی دعاء میں یہی دعاء اللہ سے کی جاتی ہے، جس طرح ورزش ترک کر دینے سے انسان صحتمند باقی نہیں رہتا اسی طرح اللہ کی عبادت واطاعت کبھی کرنے اور کبھی نہ کرنے پر ایمان میں ضعف اور یقین میں کمزوری آنا شروع ہو جاتی ہے۔

ایمان گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے، عبادات واعمال صالحہ سے ایمان بڑھتا ہے، مؤمن کے لئے ایمان میں جان اور یقین پیدا کرنے کا نماز سب سے بڑا طریقہ ہے، اس سے وہ اللہ اور آخرت کو بھولنے نہیں پاتا، اگر انسان پانچ وقت کی نماز کی جگہ صرف جمعہ کی نماز کا اہتمام کرے تو وہ ایمان کو زندہ نہیں رکھ سکتا، اس کا ایمان گھٹ کر اس کے یقین کی کیفیت ایمان میں کمزور ہو کر آخرت سے غافل اور شک وشبہ کے پیدا ہونے کا ڈر ہے، مگر عبادات واطاعت کے ذریعہ جو یقین پیدا ہوتا رہتا ہے وہ بے شعوری، تقلیدی، نسلی، سنا سنائی والا اور دیکھا دیکھی والا ہوتا ہے، زبان سے صرف ایمانی

الفاظ ادا کر کے دوسروں کی نقل میں ہوتا ہے۔

اور ایسے لوگوں کا ایمان میں یقین ماحول اور معاشرے کا غلام اور محتاج ہوتا ہے، جیسا ماحول و معاشرہ ملے ویسا رنگ اختیار کر لیتا ہے، جس کی عام شکلیں ہمیں رمضان میں روزے ختم ہوتے ہی، یا حج سے واپس آنے کے بعد، یا عرب ممالک میں نوکری کرنے والوں میں نظر آتی ہیں، وہ ہر طرف نماز اور اسلام کی پابندی کا ماحول نظر آنے پر کچھ دن عبادات کی پابندی کر لیتے ہیں، مگر جیسے ہی رمضان ختم ہوا' ماحول سے الگ ہوتے ہی اسلام سے دور ہو جاتے ہیں، جس کی مثال امریکہ، لندن جانے یا اپنے ملک واپس آتے ہی عبادات کی عادت ختم کر کے نماز، پردہ، ڈاڑھی، ذکر و تلاوت سب سے دور ہو جاتے ہیں اور مغضوب اور ضالین سے بچاؤ کی دعاء کرنے والے ان ہی کے کلچر کو اختیار کر لیتے ہیں، ان کا اسلام صرف عیدین' جمعہ اور جنازہ کی نماز کی حد تک ہی باقی رہ جاتا ہے، رمضان میں سب کے ساتھ بڑے اہتمام سے روزے رکھتے ہیں۔

عمل دو طرح سے کیا جاتا ہے، ایک دیکھا دیکھی، دوسرا علم حاصل کر کے، ایسے لوگ زیادہ تر بغیر علم حاصل کئے دیکھا دیکھی عمل کرتے ہیں، اس لئے دیکھا دیکھی عبادات و اعمال صالحہ کے راستے سے جو ایمان آتا ہے وہ شعور والا نہیں ہوتا، یقین کمزور ہوتا ہے، ایسے لوگ اسلام کا ساتھ نہیں بلکہ ماحول کا ساتھ دیتے ہیں، جیسا ماحول ملا ویسا رنگ اختیار کر لیتے ہیں، جس طرح انسان بے شعوری میں سگریٹ، چائے، پان، زردہ، تمباکو کا عادی ہوتا ہے، اسی طرح عادت کے طور پر بے شعوری کے ساتھ پردہ، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، ذکر اور رسمی تلاوت قرآن کے عادی بنے رہتے ہیں، نماز بھی پڑھتے اور گناہ اور برائی بھی جاری رکھتے ہیں، ان کی نماز ان کو برائیوں اور گناہ سے نہیں روکتی، وہ دین پر اندھی تقلیدی میں آنکھیں بند کر کے بغیر علم حاصل کئے عمل کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت ہدایت کے لئے نہیں بلکہ دنیوی فائدوں' جھاڑ پھونک' تعویذوں اور شیطان کو بھگانے یا برکت یا ختم قرآن کے نام پر پیسے کمانے یا خانہ پوری کے لئے کرتے ہیں، وہ اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر عبادت کرتے ہیں، ان کا عقیدۂ توحید و شرک کا مجموعہ ہوتا ہے، قرآن نے سورۂ یوسف آیت: ۱۰۶ میں فرمایا: ''اور ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو اس طرح کہ وہ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔''

چنانچہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے ایک دوسرے کی نقل میں مخلوقات سے اولاد، تندرستی،

صحت، تجارت و نوکری، لڑکیوں کی شادی وغیرہ مانگتے ہیں اور منتیں مرادیں مانگتے ہیں، بزرگوں کی قبروں کا طواف اور اس کے سامنے رکوع و سجدہ کرتے ہیں، اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر اسلام پر چلتے ہیں، ان کا قرآن سے یہ تعلق ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ فیل سے سورۂ ناس تک کے معنیٰ و مطلب سے واقف نہیں ہوتے، بے شعوری کے ساتھ عبادت کرتے ہیں، ان کی نمازیں ان کو اللہ کی نافرمانی اور برائیوں سے نہیں روکتی، وہ کبھی قرآن مجید کو سمجھنے اور غور و فکر کرنے کے لئے پچھلی قوموں کے واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی فکر ہی نہیں رکھتے، ان کو نیکیوں سے زیادہ بدعات و خرافات اور رسوم و رواج میں لذت آتی ہے، مگر اسلام کے سچے ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔

(۲) سچوں کی صحبت اختیار کرنا: قرآن مجید نے ایمان والوں کو سچوں کی صحبت اختیار کرنے کے لئے **یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ!) کے الفاظ سے تاکید کی ہے۔

سچے حقیقت میں کون ہو سکتے ہیں؟ سچے وہ ہیں جو اللہ کی معرفت رکھتے اور اللہ کا تعارف کروانے کی فکر کرتے ہیں، جن کے جذبات' خیالات' خواہشات انتہائی و آخری درجہ تک حق کو پسند کرتے ہیں اور حق ہی کا ساتھ دینے والے ہوتے ہیں، جن کو دیکھ کر دوسرے انسانوں کو اللہ یاد آجاتا ہے، جو ہمیشہ زندگی کے ہر شعبہ میں اور اپنے اخلاق و اعمال میں اور اپنی فکر و تدبر میں حق کا ساتھ دیتے ہیں، ہر شعبے میں سنتوں کی پابندی کرتے ہیں، جو باطل سے نفرت کرتے ہیں اور باطل کے مقابلے حق پر ثابت قدم اور مضبوطی سے جمے رہتے ہیں، دنیا کی تمام چیزوں کے مقابلے سب سے زیادہ اللہ کی محبت میں غرق رہتے ہیں، حق پر چلنے اور حق کو اختیار کرنے میں چاہے دنیا کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے برداشت کرنے والے ہوتے ہیں، اپنے ہر عمل سے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی شہادت بھی دیتے ہیں، اپنی گفتگو اور اٹھتے بیٹھتے اللہ کا شکر اور اس کی تعریف و بڑائی، احسان اور بھروسہ کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

لوگوں کو معرفت الٰہی سمجھا کر مخلوقات سے کاٹ کر اللہ سے جوڑتے ہیں، باطل کے مقابلے ڈٹ کر حق کا ساتھ دیتے ہیں، ان سے کبھی منافقانہ صفات، جھوٹ، غیبت، بے ایمانی، خیانت، جھگڑا، باطل پرستی، وعدہ خلافی کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا، وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو اصل کامیابی اور نجات کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہی صدیق کہلانے کے قابل لوگ ہوتے ہیں۔

اسلام نے ایسے ہی صدیقین کی صحبت میں رہنے کی تاکید کی، ان کی صحبت سے ایمان میں یقین کی کیفیت بڑھتی ہے، ان کے اخلاق واعمالِ زندگی کے طور طریقوں کا اثر صحبت اختیار کرنے والوں پر پڑتا ہے، جیسے برف کے قریب بیٹھنے سے ٹھنڈک اور آگ کے قریب بیٹھنے سے گرمی ملتی ہے، اسی طرح سچوں کی صحبت اختیار کرنے سے ایمان زندہ رہتا اور ایمان کی کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے، وہ اپنی صحبت اختیار کرنے والوں کو آنکھ بند کر کے اسلام پر نہیں چلاتے۔

وہ اپنے ایمان کی کیفیت کو اپنے وعظ ونصیحت کے ذریعہ فکر وخیالات اور جذبات واعمال کے ذریعہ اپنے صحبت یافتہ لوگوں میں منتقل کرتے رہتے ہیں، ان کی صحبت سے اللہ کی یاد اور اللہ کا رنگ دوسرے انسانوں پر چڑھتا ہے، اور انسانوں کی فکر وخیالات میں زبردست تغیر آتا ہے، وہ انسانوں میں اللہ کی معرفت کے ساتھ شعوری اور حقیقی ایمان پیدا کرنے کی محنت کرتے ہیں۔

(۳) کائنات میں غور وفکر: قرآن مجید میں ایمان میں یقین پیدا کرنے کا سب سے بڑا طریقہ کائنات کی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے کمالات پر غور وفکر نے کی بار بار **یتفکرون، یتبدرون، یشعرون، یعقلون** کے الفاظ سے تاکید کی گئی ہے، اور انسانوں کو ایمان حاصل کرنے اور ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے کائنات میں غور وفکر کرنے کے لئے ساڑھے سات سو سے زیادہ آیات نازل کیں اور آفاق وانفس میں اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کو سمجھایا ہے، علم حاصل کر کے جو لوگ عمل کرتے ہیں ان میں یقین کی کیفیت پختہ اور مضبوط ہوتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے لکھا ہے کہ انسان قرآن کی تلاوت کے بعد اللہ کی ہدایات پر کائنات کی مخلوقات میں اللہ کی صفات پر غور وفکر کرے گا تو اس کے ایمان میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا، ایمان کو بڑھانے اور یقین پیدا کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔

انسان بھی جب کسی بچے کو ڈاکٹر بنانا چاہتا ہے تو تھیوری پڑھانے کے بعد ایک مردہ لاش کو لا کر اس کے جسم کو چیر کر جسم کے سارے نظام اور اعضاء کے کاموں کو سمجھاتا ہے، جس کی وجہ سے ڈاکٹر بننے والوں کو پڑھے ہوئے علم پر یقین پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے جب دنیا میں نظر نہیں آتا اور ہمیں اُسے دیکھے بغیر غیب پر ایمان لانا ہے تو کائنات کی مخلوقات میں اس کی صفات پھیلی ہوئی ہیں، ان صفات کو سمجھنے سے ان میں غور وفکر کرنے سے اللہ کی قدرت اور اس کے کام سمجھ میں آتے ہیں اور انسان اللہ کو بغیر دیکھے اپنے ایمان کو مضبوط اور اس میں یقین پیدا کر سکتا

ہے، کائنات میں غور وفکر سے اللہ کی معرفت اور پہچان حاصل ہوگی، اور انسان مخلوقات سے کٹ کر اللہ کی پہچان حاصل کرتا ہے اور اللہ جیسا کسی کو نہیں مانے گا، اللہ سے جُڑے گا، اسی لئے قرآن مجید نے مشرکوں اور عقلمندوں کو معجزے طلب کرنے کے بجائے کائنات میں غور وفکر کر کے توحید کو ماننے اور اس میں یقین پیدا کرنے کی تعلیم دی۔

دنیا میں سب سے بڑا سچا انسان وہی ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہو، **إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ.** (فاطر:۲۸) اور انسانوں کو اللہ کی پہچان کروا کر اس کی ہدایت اس کے عدل و احسان اور اس کے علم کو سمجھاتا ہو، اس کی قدرت اس کی تخلیق، اس کی ربوبیت ورحمت سمجھتا ہو، جب انسان ایسے سچے اور اللہ والے کی صحبت اختیار کرے گا تو وہ اپنے ہر وعظ ونصیحت اور گفتگو میں انسانوں کو اللہ سے جوڑنے اور ان میں اللہ کی محبت پیدا کرنے اور ان کے ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے مختلف اوقات میں اللہ کے تذکرے، اللہ کے احسانات وانعامات، اللہ کی قدرت کو مختلف صفات کے ذریعہ بیان کر کے ایمان میں یقین کی کیفیت کو بڑھانے کی محنت کرے گا۔

وہ سب سے پہلے اللہ کے ہونے کا یقین عقلی اعتبار سے سمجھائے گا، پھر اس کے ہر اعتبار سے ایک اور یکتا ہونے کو مختلف صفات کے ذریعہ سمجھائے گا، مثلاً کبھی اللہ کی تخلیق کو مختلف مخلوقات میں سمجھا کر غور وفکر کروائے گا اور سمجھائے گا کہ اللہ کیسے اسباب اور بغیر اسباب کے تخلیق کرتا ہے، وہ اپنی تخلیق میں مجبور ومحتاج نہیں، اس کو تخلیق سکھانے والا کوئی نہیں، وہ پانی، آگ اور روشنی میں کس طرح تصویر بناتا ہے؟ وہ کیسے ماں باپ کے ذریعہ اور بغیر ماں باپ اولاد پیدا کرتا ہے؟ اس جیسا خالق کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔

کبھی وہ اپنے وعظ ونصیحت اور بیان میں کائنات کی مخلوقات میں اللہ کی پرورش وربوبیت کے نظام وطریقے کو سمجھائے گا کہ وہ کس طرح ہر مخلوق کی ہر عمر میں ہر ضرورت کو ہر موقع وہر لمحہ پوری کرتا ہے، کس طرح وہ ماں باپ کے ذریعہ یا بغیر ماں باپ کے پالتا ہے؟ انسانوں کے پالنے اور اس کے پالنے میں فرق کیا ہے؟ ربوبیت کسے کہتے ہیں؟ کیا صرف پالنے کا نام ربوبیت ہے؟ اس جیسی ربوبیت کوئی نہیں کر سکتا، اس کو کسی نے ربوبیت کرنا نہیں سکھایا۔

اسی طرح وہ انسانوں میں یقین کی کیفیت بڑھانے کے لئے اللہ کی ہر مخلوق میں ہدایت کو سمجھائے گا، اس نے انسان اور دوسری مخلوقات کی ہدایت کا طریقۂ کار کیا ہے؟ جاندار اور بے جان

کو وہ کیسے ہدایت دیتا ہے؟ دنیا کی تعلیم سے انسان کیوں ہدایت حاصل نہیں کرسکتا ہے؟ اس جیسا ھادی کوئی نہیں، وہ علیم ہے تو اس کے علم میں ماضی حال اور مستقبل کے علم کو سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ علیم ہونے کے باوجود انسانوں کی زندگی کا ریکارڈ کیوں تیار کروا رہا ہے؟ اس کے علم تقدیر کو سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس جیسا علیم کوئی نہیں، اس کا علم ہر چیز کو کیسے گھیرا ہوا ہے؟ وہ مصوّر ہے تو اس نے تمام مخلوقات کی صورتوں کو الگ الگ کیوں رکھا ہے؟ اس میں کیا حکمت رکھی؟ انسانوں کی الگ الگ صورت رکھنے میں کیا حکمتیں رکھیں؟ وہ حکیم ہے تو ہر چیز کے اندر اس کی حکمتیں کیا کیا ہیں؟ پانی اور ہوا کی شکل نہ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ وہی اکیلا حکیم و دانا ہے، اس جیسا حکیم کوئی نہیں، اس کے تمام احکام میں حکمتیں کیا کیا ہیں؟

وہ عادل اور مقسط ہے تو دنیا کی ہر چیز میں اس نے کیسے عدل رکھا ہے؟ اور آخرت میں اس کا عدل و انصاف کیسا ہوگا؟ انسانوں کو وحی کے احکام دے کر کس طرح عدل کیا ہے؟ اس جیسا عدل کوئی نہیں کرسکتا ہے، وہ اگر رحم کرنے والا ہے تو اس کی رحمت کو سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کے احسانات وانعامات کیا ہیں؟ اس کی رحمت غضب پر کس طرح چھائی ہوئی ہے؟ اس کی طرح کوئی دوسرا رحم کرنے والا کیوں نہیں؟ اس کی رحمت کو سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ گناہ معاف کرنے والا ہے تو اس نے گناہ معاف کرنے کی کیا شرطیں رکھی ہیں؟ وہ ایمان والوں کے گناہ معاف کرتا ہے، مگر کافر و مشرک کے گناہ کیوں معاف نہیں کرتا؟

وہ سمیع، بصیر، علیم اور خبیر ہے، تو اس کے سننے، دیکھنے، جاننے اور خبر رکھنے کے طریقے کیا ہیں؟ ان صفات کا اثر انسانوں پر کیا ہوتا ہے؟ وہ اگر رزّاق ہے تو اس کی عطاءِ رزق اور دین کیا ہے؟ رزق کسے کہتے ہیں؟ وہ مختلف مخلوقات کے رزق کا انتظام کیسے کرتا ہے؟ چرند پرند اور درندوں کو کیسے رزق دیتا ہے، وہ اگر قہار اور جبار ہے تو کس طرح گرفت کرتا، پکڑتا اور سزا دیتا ہے؟ اس کی سزاؤں اور عذابات کا کیا نظام ہے؟ وہ جہنمی انسانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ وہ اگر قوی ہے تو اس کے سامنے انسان، جن فرشتے اور ان کی طاقت وقوت کیسے بیکار ہے؟ وہ اکبر ہے، تو کس طرح اکبر ہے؟ بار بار صفتِ اکبر کا نماز میں اقرار کرنے میں اور اذان کے ذریعہ اللہ اکبر کی آواز سننے میں انسان کو کیا سبق ملتا ہے؟

اس نے آخرت کیوں رکھی؟ اور صرف انسانوں اور جنوں ہی کا حساب کیوں لیا جائے گا؟ انسان دنیا میں رہ کر آخرت کا اندازہ، جنت اور جہنم کا انداز کیوں نہیں لگا سکتا؟ کیا دوزخ کے

عذابات ڈرانے کے لئے بیان کئے گئے ہیں یا حقیقت ہیں؟ دنیا میں رہ کر جنت و دوزخ کے مثالی نظارے کیسے دیکھیں؟ وہ آخرت قائم کرنے کے لئے دنیا کے اسباب کیوں ختم کردے گا؟ وہ اگر دوبارہ زندہ کرسکتا ہے تو انسان کس طرح عقلی اعتبار سے کونسی مثالوں سے دوبارہ زندہ ہونے کو سمجھ سکتا ہے؟ وہ روح کے ساتھ جسم کے اعضاء کو بھی کیوں دوبارہ پیدا کرے گا؟

اللہ کی صفات حیّ وقیّوم کو کیسے سمجھیں؟ اس کی صفت قادر' کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے کو کیسے سمجھیں؟ وہ پاک ہے تو کن کن چیزوں سے پاک ہے؟ عیب ونقص کسے کہتے ہیں؟ وہ تعریف اور شکر کے لائق کیسے ہے؟ مخلوق کی حمدوثناء کیوں بیان نہیں کی جاسکتی؟

اسی طرح اہل اللہ کی صحبت سے انسان نہ صرف اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہے بلکہ وہ اللہ کی صفت ھادی جو فرشتے، کتاب اور پیغمبر کی شکل میں انسانوں کے پاس آئی ہے اُسے بھی شعوری طور پر سمجھتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ کائنات کا نظام کیوں چلاتا ہے؟ پیغمبر کے پاس ان کو کیوں بھیجتا ہے، ان کے آسمان سے زمین پر آنے کو عقلی اعتبار سے کس طرح سمجھیں؟ انسان کو وحی کی ضرورت کیوں ہے؟ دنیا کی تعلیم اور وحی کی تعلیم سے کونسا علم ملتا ہے؟ وحی کی مثال کو کس طرح سمجھیں؟ وہ ہدایت کس طرح دیتا ہے؟ عقل وحواسِ خمسہ کے مقابلے وحی کا مقام کیا ہے؟ پچھلی کتابوں اور قرآن مجید میں کونسی تعلیم مشترکہ ہے؟ پچھلی قوموں نے اپنے نبیوں کی کتابِ الٰہی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ قرآن مجید کو اللہ کا سچا کلام کیسے سمجھیں؟ پچھلی کتابوں پر ایمان کا طریقہ کیا ہے؟ ان کو منسوخ کیوں کردیا گیا؟ ان پر عمل کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ کس طرح قرآن مجید کے احکام انسانی فطرت کے مطابق ہیں؟ کتابِ الٰہی پر ایمان کس طرح لایا جائے؟ کتابِ الٰہی کی بعض باتوں پر عمل کرنا اور بعض کے خلاف چلنا کیا صحیح ایمان کہلاتا ہے؟

اسی طرح اللہ والا' پیغمبر کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھا کر اپنی صحبت میں رہنے والوں کے ایمان میں یقین پیدا کرے گا' کہ آخر اللہ اور بندے کے درمیان پیغمبر کو کیوں رکھا گیا؟ پیغمبر پر وحی نازل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ وہ اللہ کی طرف سے دنیا میں کس پوزیشن پر ہوتے ہیں؟ ان کو سچا سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ کتاب الٰہی کو سمجھانے کا کیا طریقے اختیار کرتا ہے؟ پیغمبروں کو غریب ونادار اور طاقت واقتدار سے کیوں دور رکھا گیا؟ ان پر ہر زمانے میں غریب ونادار، غلام ونوکر لوگ ہی پہلے ایمان کیوں لائے؟ اس کی حکمت کیا ہے؟ پیغمبر سے محبت کروانے کی حکمت کیا ہے؟ پیغمبر انسان ہی

کیوں ہوتے ہیں؟ حضور ﷺ کو اُمّی کیوں رکھا گیا ہے؟ پیغمبر کس طرح اللہ کی صفات کی نقل کرتے ہیں اور پرَ تو بنتے ہیں؟ پیغمبر کو معراج میں آسمانوں کی سیر کروا کر کیا تعلیم دی گئی؟ رسول اللہ ﷺ کے بعد امت مسلمہ کو کیا ذمہ داریا دی گئیں؟ پیغمبر میں اور عام انسانوں میں کیا چیز مشترک اور کیا چیز خاص ہوتی ہے؟ کیا پیغمبر غیب کی باتیں جانتے ہیں؟ پیغمبروں کے ساتھ دوسری قوموں نے کیسا غلو کیا؟ کیا پیغمبر خود معجزات دِکھا سکتے ہیں؟ کیا قرآن مجید حضور ﷺ کا کلام ہے؟

اسی طرح معرفتِ الٰہی رکھنے والا انسان' کتاب کی معرفت اور پیغمبر کی معرفت کے ساتھ آخرت کی معرفت بھی دیتا ہے، آخرت کی معرفت دینے کے لئے سب سے پہلے فلسفۂ آخرت سمجھاتا ہے، تاکہ انسان عقیدۂ آخرت کی اہمیت اور دنیا کی حقیقت سمجھ سکے، اور یقین میں اضافہ کرسکے، اسلام اور دوسری قوموں کے عقیدۂ آخرت کو بھی سمجھاتا ہے، پھر ضمیر، نیکی، بدی کے انسانی فطرت میں ہونے اور مکمل جزا اور سزاء کے ملنے، دنیا میں ہر چیز کے جوڑا جوڑا بننے کی وجہ اور دنیا کے کھیل تماشہ نہ ہونے اور دنیا کے انصاف اور آخرت کے انصاف میں فرق، دنیا کے نظام وقانون کو بدل کر آخرت میں نئے نظام وقانون کی ضرورت کو سمجھا کر عقیدۂ آخرت کا یقین پیدا کرتا ہے، اس کے علاوہ پچھلی قوموں کے حالات اور بنی اسرائیل کے حالات وواقعات سے عبرت ونصیحت دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ایک چوتھائی قرآن بنی اسرائیل کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے، اہل اللہ' امت کی سدھار اور بنی اسرائیل کی توحید، رسالت اور آخرت کے تعلق سے ان کی گمراہی کو سمجھا کر ان کی طرح نافرمانی اور بغاوت سے روکنے اور کتابِ الٰہی کے ساتھ ان کے سلوک کو پیش کر کے اپنے صحبت یافتہ لوگوں میں ایمان کی پختگی اور یقین کی بھی محنت کرتے ہیں اور توحید، رسالت اور آخرت کے ماننے میں ان کی گمراہی کو سمجھاتے ہیں تاکہ امت مسلمہ ان کے راستوں پر نہ چلے۔

یہ تمام باتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین' رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بیٹھ کر سنتے اور سمجھتے، اور جب رسول اللہ ﷺ کی مجالس سے الگ ہوتے تو گھروں میں روحانی کیفیت میں کمی محسوس کر کے اپنے منافق ہوجانے کا تصور کرتے تھے، اللہ رسول ﷺ کی صحبتوں سے ان کو شعوری و حقیقی ایمان ملتا تھا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو کر کامیاب ہونے کا تصور رکھتے تھے، جب بھی ان کو ضرورت محسوس ہوئی مسائل پوچھتے اور ان پر عمل کرتے، قرآن مجید کے 70% حصہ میں ایمان کی تعلیم اور 30% حصہ میں مسائل اور اعمالِ صالحہ کی تعلیم ہے، ہم زیادہ تر مسائل اور عمل ہی کی تعلیم

حاصل کرتے ہیں، ایمانیات کی تعلیم صرف سرسری حاصل کر لیتے ہیں؛ جس کی وجہ سے ہمارے اندر ایمان میں یقین کی کیفیت بہت کمزور اور نہیں کے برابر ہے، صرف ظاہر میں تبدیلی لاکر اپنے کو مسلمان سمجھتے ہیں، مگر اندرون خالی ہے، قرآن مجید کے بہت سارے احکام پر جان بوجھ کر عمل نہیں کرتے، آخرت کی تیاری سے بہت دور ہیں، اگر آپ کو اصلاح کرنے والوں میں اس طرح سچائی سمجھانے والے ملیں تو ان کی صحبت کو زندگی بھر نہ چھوڑیں، اور بعض علاقوں اور غیر مسلم بستیوں میں رہتے ہوئے اللہ والے سے دور ہوں تو ہماری کتابیں ان تمام عنوانات پر تعلیم الایمان کے عنوان سے ضرور پڑھئے اور اپنے اندر حقیقی اور شعوری ایمان پیدا کیجئے اور ایمان میں یقین بڑھائیے۔

صرف مسائل اور اعمال کی تعلیم دینے سے ایمان میں یقین پیدا نہیں ہوتا، جڑوں پر محنت کرنی ہوگی، عمارت کو مضبوط کرنے کے لئے بنیاد کو مضبوط کرنا ہوگا، پتے، ڈالیوں اور پھل پھول پر محنت کرنے سے جڑوں میں مضبوطی نہیں آتی، ایمانِ مفصل کو مضبوط کرنے سے اسلام کی عمارت مضبوط ہوگی، اللہ کی پہچان کے ساتھ اسلام پر چلئے، بے شعوری والے ایمان کو شعوری ایمان میں تبدیل کیجئے۔

موجودہ زمانے میں لوگوں کو کسی ولی کی صحبت ملنے کے بعد وہ زیادہ تر پہلے حصہ عبادت ہی کی تلقین کرتے ہیں اور اپنے صحبت یافتہ لوگوں کو صبح وشام تسبیحات، ایک پارہ قرآن مجید کی تلاوت بغیر سمجھے کرنے، یا ہر روز کچھ نفل نمازیں یا شعور حاصل کئے بغیر ذکر اور مراقبہ کرواتے ہیں، یا پھر داڑھی رکھنے، نماز کی پابندی یا سنتوں کی تلقین کرتے ہیں، گناہ کبیرہ چھوڑنے کی نصیحت کرتے ہیں، بے شک کرنا چاہئے، مگر ایمان کا شعور بھی ساتھ ساتھ دینا چاہئے، ان کی صحبت میں بیٹھنے والے اکثر لوگ صرف عبادات کے پابند رہتے ہیں مگر اخلاقیات، معاملات اور معاشرت میں ایمان کا شعور نہیں رکھتے، ایمان کے بغیر اعمال پیدا نہیں ہوتے۔

دنیا میں زندگی کا وقت آخرت بنانے کے لئے دیا گیا ہے

اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزوں کو غنیمت جانو! زندگی کو موت سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، جوانی کو بوڑھاپے سے پہلے، دولت کو غربت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: اکثر لوگ (دو چیزوں کی وجہ سے) دھوکہ میں مبتلا

ہیں، ایک تندرستی اور دوسری فراغت۔(بخاری شریف)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اس زندگی کا جو وقت دیا ہے وہ انتہائی قیمتی، آخرت بنانے اور وہاں کے درجات حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جس طرح یہ وقت اور عمر گذر جانے کے بعد انسان کو واپس نہیں ملتے اُسی طرح دنیا سے گذر جانے کے بعد پھر انسان آخرت بنانے کے لئے دنیا میں واپس نہیں آسکتا، دنیا میں انسان چوروں اور ڈاکوؤں سے اتنا نقصان نہیں اٹھاتا جتنا ایمان سے خالی اور بے شعور زندگی گذار کر اپنے وقت اور عمر کو ضائع و برباد کر کے نقصان اٹھاتا ہے۔

غافل و نادان انسانوں کی بیوقوفی اور گمراہی:

انسانی زندگی کا وقت جو ایک گردش کا نام ہے جس سے دنیا میں دن، تاریخ، ہفتے، مہینے اور سال بنتے ہیں انسان اپنے اعمال سے اللہ کے باغی اور نافرمان بن کر گناہ کرتے ہیں، پھر دنوں، تاریخوں، مہینوں اور سالوں کو منحوس سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک اپنے گناہ کے عمل سے دن تاریخ کے خراب ہونے کا کوئی تصور نہیں ہوتا، سال کے ختم پر آخری رات جشن مناتے، ہوٹلوں، کلبوں اور تفریح گاہوں میں ناچتے گاتے، شراب پیتے، زنا کرتے، سڑکوں پر ہنگامہ آرائی کرتے، ان لوگوں کو اپنی زندگی میں سے ایک سال کم ہو جانے کا غم اور احساس ہی نہیں رہتا، ہر سال سالگرہ منا کر جشن مناتے ہوئے مست و مگن رہتے ہیں، ان کو اس بات کا قطعی احساس نہیں ہوتا کہ وہ پیدائش سے دور ہو کر موت کے قریب ہو رہے ہیں، ان کی زندگی میں سے ایک سال گھٹ چکا ہے، وہ قطعی اپنے گذرے ہوئے سال کے بُرے اعمال پر نظر نہیں ڈالتے، اور نہ آئندہ سدھرنے کی فکر کرتے ہیں، مگر دنوں، مہینوں اور تاریخوں کو منحوس سمجھتے ہیں، حالانکہ اللہ نے زمانے کو بُرا بولنے سے منع کیا کہ زمانہ مجھ سے ہے اور میں زمانے سے ہوں، تاریخوں اور دنوں کو منحوس اور نفع و نقصان والے سمجھنا گویا ستاروں کی پرستش سے نسبت رکھتا ہے، اور یہ شرک ہے، اللہ کی مشیت و مرضی کے بغیر اسباب میں نفع و نقصان کی طاقت ہی نہیں۔

کوئی دن، کوئی مہینہ اور کوئی تاریخ نہ منحوس ہے اور نہ مبارک، ہر تاریخ اور ہر دن انسان کے نیک اعمال اور بداعمالیوں سے اچھا یا بُرا بنتا ہے، جس دن انسان اللہ کی فرمانبرداری اور نیکی کا کام کرے گا وہ دن اس کے لئے مبارک ہے، اور جس دن انسان اللہ کی نافرمانی کرے، وہ دن اس کے لئے نامبارک و منحوس بنے گا، مگر انسان کی بدعقلی و بیوقوفی یہ ہے کہ وہ گناہ اور نافرمانی کو نہیں چھوڑتا، بلکہ دن، تاریخ اور مہینہ کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے، یہ سراسر انسان کی جہالت ہے۔

اللہ انسان کو آخرت بنانے کے لئے دوز بردست نعمتیں عطا کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا میں دو بڑی نعمتیں عطا کرتا ہے، ایک دنیا کی زندگی' عمر اور وقت کی شکل میں، دوسرے دنیا کا مال و دولت، ان دونوں کا استعمال اللہ کی مرضیات پر کرنے سے وہ اپنی آخرت بنا سکتا ہے، ان دونوں کے بارے میں حشر کے میدان میں سوال ہوگا، کہ عمر کہاں خرچ کی؟ دولت کہاں سے کمائی اور کہاں خرچ کی؟ جوانی کن کاموں میں لگائی؟ (ترمذی، ابوداؤد)

ان دونوں چیزوں میں سے انسان وقت یعنی زندگی کی عمر سے بالکل غفلت اور گمراہی میں مبتلا رہتا ہے، اور ساری توانائی، ساری محنت، ساری حفاظت اور ساری توجہ دولت کو حرام و حلال طریقوں سے جمع کر کے صرف دنیا چمکاتا اور دنیا کے مختصر اور عارضی عیش و آرام یا نفسانی خواہشات، برائی، شراب، زنا، ناچ گانا بجانا، فضول خرچی، جاہلانہ رسمیں اور دین کو مٹانے والے اعمال پر خرچ کرتا ہے، دولت سے دنیا کا مکان، دُکان، سواریاں، سونا چاندی، بینک بیالنس، عمدہ کپڑے، سامانِ عیش جمع کرنے میں لگا رہتا ہے، جبکہ یہ ساری چیزیں موت کے ساتھ ہی اس کی ملکیت سے نکل جاتی ہیں اور دوسرے ان کے مالک بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی وقت اور عمر کی شکل میں رامٹیریل دیا ہے، جس طرح سونار قیمتی پتھر کو تراش کر نایاب ہیرا اور موتی بناتا ہے، اسی طرح انسان اپنی زندگی کے وقت کو اور دولت کا صحیح استعمال کر کے آخرت کا نایاب ہیرا اور موتی بن سکتا ہے، مگر انسان ظاہر میں دولت ہی کو سب کچھ سمجھ کر اپنی زندگی کے وقت کو اللہ کی نافرمانی اور بغاوت میں گذارر ہا ہے، ایسے نادان انسانوں کے نزدیک وقت سے زیادہ دولت قیمتی ہوتی ہے اور دولت سے گناہ کا سامان، نفس پرستی کا سودا کرتے ہیں۔

وقت اور دولت کی مثال ایسی ہے جیسے اگر کسی انسان کے پاس ایک چھوٹی بوتل میں پانی ہوتا ہے اور وہ ریگستان میں لمبے سفر پر جار ہا ہو تو ریگستان کی گرمی سے اس کے ہاتھ جلنے لگیں تو وہ ذرا سی تکلیف برداشت نہ کر کے بوتل کے پانی سے ہاتھ نہیں دھوتا بلکہ زندگی کو بچانے کے لئے پیاس کے وقت پانی کو استعمال کرنے کے لئے محفوظ رکھتا ہے، اگر کسی انسان کے پاس بندوق اور ایک دو گولیاں ہی ہوں تو وہ جنگل کے لمبے سفر پر گذرتے وقت پرندوں کو دیکھ ان گولیوں کو شکار میں استعمال نہیں کرتا بلکہ خطرے کے وقت درندوں کو بھگانے کے لئے محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح اگر انسان کے پاس ایک ہی روٹی ہو اور وہ سمندر کے لمبے سفر میں مچھلیوں کا شکار کرنے کے لئے روٹی

ان کونہیں پھینکتا بلکہ بھوک کے وقت جان بچانے کے لئے استعمال کرتا ہے' بالکل اسی طرح عقلمند اور سمجھ دار انسان آخرت والی زندگی کے اس لمبے سفر میں جبکہ دنیا میں مختصر اور تھوڑا سا وقت دیا جاتا ہے، وقت اور دولت کو اللہ کی مرضیات میں استعمال کرکے اس سے آخرت بناتا ہے، وہ دنیا کی اس مختصر و عارضی زندگی میں اپنی خواہشات اور دنیا کی چمک دمک کا دیوانہ بن کر اس سرمایہ کو دنیا ہی میں ضائع و برباد نہیں کرتا، اگر ریگستان میں سفر کے دوران بوتل کے پانی سے ہاتھ دھولے، بندوق کی گولیاں پرندوں کے شکار میں ضائع کردے اور سمندر میں مچھلیوں کے شکار کے لئے روٹی ضائع کردے تو پھر وہ اپنی منزل پر ناکامی و مصیبت کے ساتھ جائے گا۔

دنیا کی زندگی کا حال تو اس جمے ہوئے برف کے پہاڑ جیسی ہے جو سمندر کی سطح پر تیرتا رہتا ہے، جس کا ایک حصہ اوپر اور نو حصے پانی میں ہوتے ہیں، جو نظر نہیں آتے، دنیادار انسان کو آخرت کے مقابلے برف کی طرح اوپر والا حصہ دنیا ہی کا نظر آتا ہے جس سے وہ دھوکہ کھاتا ہے اور وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔

جس طرح برف کا تاجر عین تجارت کے لئے برف رکھ کر ناچ گائے، یا کھیل کود کرے یا سوتا رہے تو وہ برف سے خود بھی نفع حاصل نہیں کرے گا بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی تکلیف میں مبتلا کردے گا، اسی طرح انسان دنیا کی اس زندگی میں ایمان واعمال سے محرومی کا گھاٹا اور خسارہ صرف اس کا ہی نہیں ہوگا بلکہ وہ جتنے لوگوں کو گمراہ کیا اور اللہ کا باغی بنایا گناہوں کی ترغیب وتعلیم دی ان سب کے گناہوں کا بوجھ اپنے نامۂ اعمال میں اٹھانا پڑے گا، یہ انسان کے لئے بہت بڑے گھاٹے اور خسارے کا سودا ہے، قابیل نے ہابیل کا قتل کرکے یہی کام کیا۔

اللہ نے انسان کو وقت کی شکل میں ایک ہی زندگی دی ہے جو آخرت تک چلنے والی ہے، اس سے وہ کام لیں جس سے آخرت بنتی ہو، دنیا کے لئے اتنی ہی محنت کریں جتنا یہاں رہنا ہے، اور آخرت کے لئے اتنی ہی جدوجہد اور محنت کریں جتنا وہاں رہنا ہے۔ دولت تو مادّی چیز ہے، جو وقتی طور پر فائدہ دے سکتی ہے، دنیا میں جو لوگ چاہے غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں اگر وقت کا صحیح استعمال کریں تو وہ ریگستانوں کو گلشن بناتے ہیں، ستاروں پر جال ڈال سکتے ہیں، فضاؤں پر قبضہ کرسکتے ہیں، جو لوگ وقت کو ضائع کرتے ہیں' وقت بھی ان کو ہزاروں سال پیچھے ڈھکیل دیتا ہے، آخرت پر یقین رکھنے والے کے نزدیک دولت کے مقابلے وقت بہت ہی قیمتی اور اہمیت کی چیز ہوتا ہے، عقلمند انسان

اس وقت اور عمر کو ختم ہونے سے پہلے آخرت کی کرنسی میں تبدیل کر لیتا ہے، بیوقوف اپنی زندگی کو برف کی طرح ضائع و برباد کر لیتا ہے، اسی میں انسان چاہے تو آخرت بنا سکتا ہے یا بگاڑ سکتا ہے۔

زندگی کا وقت برباد کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دیوانے اور پاگل انسان کو ہیرے جواہرات اور سونا چاندی کے کچھ زیورات دیئے جائیں تو وہ ان کو معمولی دھات سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھانے کے بجائے چنے بٹانے والے کی دُکان پر جا کر چنے بٹانے اس کے بدلے میں خریدتا ہے، دنیا دار انسانوں کی مثال اس بادشاہ کی بیوقوف رعایا جیسی ہے جس میں بادشاہ نے دس منزلہ مکان میں پہلی دوسری اور تیسری منزلوں پر دس، بیس، پچاس اور سو روپئے کے نوٹ رکھ دئے اور آخری منزل پر ہیرے جواہرات رکھے اور عوام سے کہا کہ جس کو جو چاہے وہ لوٹ لیں، ایک مرتبہ ہی لوٹیں دوسری مرتبہ اجازت نہیں، تو رعایا ظاہر میں دس، بیس، پچاس اور سو روپئے نظر آتے ہی ان پر بے صبری کے ساتھ ٹوٹ پڑتی ہے، تکلیف محسوس کر کے اسی کو بہت کچھ سمجھ کر آگے کی منزل پر گئے بغیر معمولی اور مختصر رقم ہی کو حاصل کر کے خوش ہو جاتی ہے، اسی طرح دنیادار انسان وقتی و عارضی اور مختصر دنیا کی زندگی والی نعمتوں ہی میں مست و مگن ہو کر آخرت پر نظر نہیں رکھتے، دنیا ہی کی لذتوں میں مست رہتے ہیں۔

عقلمند انسان اگر سفر کے دوران راستے میں کانٹے' کیچڑ' پتھر' پہاڑ اور تنگ راستے ملیں یا خوبصورت سبزہ زار، پھول اور باغات ملیں تو وہ وہیں رُک نہیں جاتا؛ بلکہ اپنی منزل پر نگاہ رکھ کر سفر جاری رکھتا ہے، دنیا دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو دیہاتوں میں گوبر پڑ' ہوا سے اُڑ کر جمی ہوئی مٹی کے اوپر نرم نرم سبزہ زار اور پھر اُگتے ہیں' دنیادار کو وہ سبزہ خوشگوار معلوم ہوتا ہے اور وہ اسی میں لوٹتا ہے، اس سے اس کو غلاظت لگ جاتی ہے اور وہ غلاظت میں لت پت ہو جاتا ہے، گوبر کے اس ڈھیر کو ہی اچھا سمجھتا ہے۔

اسلامی عقیدۂ آخرت سے ہٹ کر اگر دوسرا عقیدۂ آخرت بنالیا جائے تو انسان آخرت کی تیاری نہیں کر سکتا:

إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ. (آل عمران: ۱۹) بیشک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

اسلامی عقیدۂ آخرت ہی انسان کو زندگی سدھارنے اور آخرت کی زندگی بنانے کے قابل بناتا ہے، اگر کوئی اسلامی عقیدۂ آخرت سے ہٹ کر اس کا انکار کرے یا شک کرے یا اس میں تبدیلیاں کرے یا اپنے جی سے یا گمراہ پیشواؤں کی ترغیب پر اپنا خیالی آخرت کا عقیدہ بنالے تو وہ نہ

آخرت کی تیاری کرسکتا ہے اور نہ اپنی زندگی کو آخرت میں کامیاب ہونے کے قابل بنا سکتا ہے، اور نہ دنیا میں صحیح زندگی گذار سکتا ہے، اس کا عقیدۂ آخرت بے معنیٰ اور بے جان ہوجاتا ہے، جس کی مثال دوسری قوموں کے عقیدۂ آخرت کی ہے، اسلامی عقیدۂ آخرت ہی انسان پر پوری طرح گرفت قائم کرتا ہے اور انسان کے دل پر حکومت کرکے انسان کو نیکی کرنے پر ابھارتا اور برائی سے روکتا ہے۔

دنیا میں ہنود بھی آخرت کو مانتے ہیں، یہود بھی مانتے ہیں، نصاریٰ بھی مانتے ہیں، مگر وہ آخرت کی تیاری سے بہت دور نظر آتے ہیں، ان کی زندگیوں میں نیکی اور گناہ کا کوئی خاص تصور ہی نظر نہیں آتا، مسلمانوں میں بھی جو لوگ قرآن وحدیث سے ہٹ کر عقیدۂ آخرت بنائے ہوئے ہیں وہ بھی آخرت کی تیاری سے بہت دور ہوگئے ہیں، وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر آخرت میں جوابدہی کے تصور سے اعمال اختیار کرتے ہیں اور دوسری قوموں کی طرح وہ بھی آخرت کو برائے نام مانتے ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰؑ کو گناہوں کا کفارہ دینے کا عقیدہ:

نصاریٰ کے پاس یہ تصور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مان لیا جائے اور سارے انسان گنہگار ہیں، حضرت عیسیٰؑ انسانوں کے گناہ معاف کروانے کے لئے سولی پر چڑھ گئے، جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا نہ مان لیں گے وہ گناہوں سے پاک ہوجائیں گے، بعض لوگ کلیسا کے پادری کو ہر ہفتہ اپنے گناہ بیان کرکے کفارے کے طور پر کچھ رقم دے دیتے ہیں اور وہ پادری خدا سے اپنے اثر ورسوخ سے گناہ معاف کروالینے کا وعدہ کرتا ہے، اس طرح وہ اپنے گناہ معاف ہونے کا تصور رکھتے ہیں، یا بپتسمہ ایک خاص پانی میں غوطہ لگانے سے گناہ دُھل جانے کا تصور رکھتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے سارے انسان پیدا ہونے سے پہلے کوئی گناہ کیئے بغیر گنہگار کیسے ہوسکتے ہیں؟ پھر انسانوں کے گناہ کا کفارہ میں حضرت عیسیٰؑ سولی پر کب چڑھ گئے؟ جبکہ ان کو سولی دی ہی نہیں گئی، وہ تو خدا کے حکم سے زندہ آسمان پر اُٹھالئے گئے، پھر ان کو صرف خدا کا اکلوتا بیٹا ماننے سے گناہ کیسے معاف ہوسکتے ہیں؟ جبکہ حضرت آدمؑ سے حضرت موسیٰؑ تک کسی بھی انسان نے ان کو خدا کا بیٹا ہی نہیں مانا، کیا وہ سب گنہگار اور جہنمی مرگئے؟ تو گناہ چھوڑ کر گناہ سے نفرت کرکے اللہ سے معافی مانگنے ہی سے گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔

سارے انسانوں کے باپ حضرت آدمؑ کی غلطی پر اللہ نے انسانوں کو ان کی توبہ سمجھا کر اپنے اپنے گناہوں سے اللہ سے رجوع ہوکر توبہ کرنے کا طریقہ کی تعلیم دی، کسی انسان، کسی پیشوا کو قطعی گناہ

معاف کرنے یا کروانے اور گناہ پر جرمانہ وصول کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا، اسلام نے یہ تعلیم دی کہ جو لوگ شرک کو چھوڑے بغیر توبہ کریں گے ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی، توبہ کے لئے خالص ایمان کا ہونا ضروری ہے، نصاریٰ کھلے طور پر حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مان کر شرک کرتے ہیں، اس طرح عقیدہ بنا کر تورات وانجیل پر اور شریعت پر چلنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے، مزید یہ کہ اللہ سے رجوع ہو کر نہ توبہ کرتے اور نہ گناہ چھوڑتے، الٹا شراب، سود، زنا، بے پردگی، قتل وخون، جوا، ریس، ناچ گانا بجانا سب اختیار کر کے بپتسمہ لیتے ہیں اور گناہ جاری رکھتے ہیں، بھلا پانی میں غوطہ لگانے سے اپنے نفس کو خوش کر لیتے ہیں، اس طرح کے عقائد سے انسانی زندگی سدھر نہیں سکتی۔

(۲) حسب نسب کی بنیاد پر نجات کا تصور دنیوی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے:

بعض لوگ خاص طور پر یہود اپنے آپ کو نبیوں، ولیوں اور بزرگوں کی اولاد سمجھتے ہیں، اس لئے کہ ان کے پاس مسلسل انبیاء آئے تھے، اس لئے وہ اس احساس برتری میں آج تک مبتلا ہیں، اور اپنے آپ کو اللہ کا خاندان وکنبہ، خاص بندے اور اللہ کے خاص بندوں کی اولاد یں سمجھتے ہیں، ان کا یہ خیال وتصور ہے کہ جنت صرف انہی کے لئے ہے، باقی جہنم کو دوسری قوموں کے لئے بنایا گیا ہے، جنت کے حقدار صرف وہی ہیں، ہمارے جسموں میں حضرت ابراہیمؑ کا خون منتقل ہوتا آرہا ہے، جیسے ان کے جسم کو آگ نہ جلا سکی؛ ہمارے بھی جسم کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکے گا، اگر ہم جہنم میں گئے بھی تو ہمارے بزرگ جو اللہ کے دوست اور پیارے وخاص درباری ہیں، وہ ہمیں اللہ سے سفارش اور ضد کر کے فوراً نکال لیں گے، چنانچہ وہ اللہ کے دربار کو انسانی بادشاہوں کا دربار اور پارلیمنٹ سمجھتے ہیں، اس غلط تصور کی وجہ سے وہ کتاب الٰہی پر پوری طرح عمل کرنا نہیں چاہتے، ولیوں، بزرگوں، حسب نسب اور خاندانی نسبت سے دنیا کی زندگی میں اللہ سے نڈر بنے ہوئے ہیں اور دنیا کی زندگی کو برباد کر لئے ہیں، ان کی مثال اس آوارہ غنڈے اور دادا قسم کے لوگوں کی طرح ہوگئی ہے جو حکومت میں منسٹروں سے دوستی، رشتہ داری اور حسب نسب رکھ کر حکومت کے قانون کو توڑتا اور حکومت کی پرواہ نہیں کرتا اور سزاؤں سے کبھی خوف نہیں کھاتا، ایسے انسان بھی کبھی اللہ سے رجوع ہو کر توبہ نہیں کرتے اور نہ ان کو آخرت میں پکڑے جانے اور حساب کتاب دینے کا احساس ستاتا ہے، اسی لئے یہود کی زندگیاں ہمیشہ اخلاق رذیلہ کا شکار رہیں اور آخرت سے غافل بنی ہوئی تھیں، اور ابھی بھی ہے۔

اسلام کی تعلیمات میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خاندان کے

لوگوں کا نام لے لے کر اور قریش کو، بنی قصی کے گروہ، عبدمناف کے گروہ، عبدالمطلب کے گروہ اور اپنی پھوپی اور بیٹی حضرت فاطمہؓ کو کھلے طور پر یہ کہا کہ تم اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ! کیونکہ میں تم لوگوں کے لئے تمہارے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، بیشک مجھ سے تمہاری قرابت ہے اور میں عنقریب اس کا حق ادا کروں گا۔(ترمذی)

دنیا کی انسانی عدالتوں اور حکومتوں کو انسان خود ناکارہ و نااہل اور ناقص تصور کرتا ہے، جہاں عدل وانصاف، رشوت، سفارش، اثر ورسوخ، جھوٹ اور غیر قانونی انداز پر ہو، اگر خدا کی عدالت بھی ایسی ہو جائے اور پھر انسان کو انصاف وہاں نہ ملے تو کہاں ملے گا؟! یہ کائنات کسی اندھے بہرے بادشاہ کی کائنات نہیں ہے۔

(۳) آواگون کے عقیدہ نے انسان کو آخرت سے بالکل دور کردیا:

اہل ہنود کے نزدیک سورگ اور نرک کا عقیدہ تو ضرور ہے مگر اس سے پونر جنم اور آواگون جسے تناسخ بھی کہتے ہیں کا عقیدہ ہے، اس عقیدہ سے یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ایک انسان گناہ کرنے کے بعد موت کے ساتھ ہی اس کی روح دوسرے کم تر مخلوق کے جسم میں چلی جاتی ہے، وہ درخت، کتا، بلی، بکری، گائے اور مرغی کی شکل میں پھر دنیا میں آتا ہے، اس طرح وہ اپنے پہلے جنم کے گناہ کی سزاء مختلف جنم لیکر پھر گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

اس عقیدہ میں سب سے پہلے یہ سمجھنا پڑے گا کہ آیا دنیا میں کونسی مخلوق سب سے پہلے پیدا ہوئی؟ پانی، درخت یا جانور یا انسان؟ اگر درخت یا جانور پہلے پیدا ہوئے تو اس سے پہلے وہ کیا تھے؟ کیوں درخت اور جانور بنے؟ یا اگر انسان پہلے پیدا ہوا تو درخت اور جانور جو انسان کی غذاء ہیں وہ کہاں تھے؟ انسان کیا کھاتا تھا؟ اگر انسان اپنے پہلے جنم میں گناہ کیا ہے تو بعد کے جنموں میں کتا، بلی، گدھا، درخت اور پودے بن رہا ہے، تو کیا کتا، بلی، درخت اور پودوں کو نیکیاں کرنے کا شعور واختیار ہے؟ وہ اپنی اس حالت میں نیکی کب اور کیسے کریں گے، وہ تو نیکی اور بدی کا شعور ہی نہیں رکھتے۔

اگر فرض کرلیا جائے کہ کوئی انسان آواگون کے عقیدہ کے مطابق گائے، بھینس، مرغی، بکرا بن گیا ہے، تو کیا زندہ دوسرے انسان اس گنہگار انسان کے دودھ، انڈے اور گوشت کھا رہے ہیں؟ دنیا میں کوئی بھی انسان پیدا ہونے والے بچے کو گنہگار نہیں مانتا، وہ اگر غلطی کر جائے تو سزاء بھی نہیں دیتا، پھر انسان پیدائشی طور پر گنہگار کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ جو لوگ درخت، پودے، جانور بن کر دنیا

میں جنم لے رہے ہیں تو کیا ان کو اپنے گناہوں کی سزاؤں کا احساس بھی ہو رہا ہے کہ وہ کونسے گناہ کی سزاء بھگت رہے ہیں؟ اگر یہ عقیدہ رکھا گیا تو انسان کو دنیا کی آبادیاں چھوڑ کر ہمالیہ پر جا کر رہنا پڑے گا، اس لئے کہ دنیا میں گناہ کثرت سے ہوتے ہیں اور انسان غلطی میں مبتلا ہوتا رہتا ہے۔

بعض لوگوں کا تصور ہے کہ کسی خاص ندی جس کو مقدس تصور کرتے ہیں' اس میں غوطہ یا ڈبکی لگانے سے انسان کے پاپ (گناہ) دھل جاتے ہیں، یا کسی یاترا میں جا کر عورتیں اور مرد سر کے بال نکال دیں تو اس سے پاپ دھل جاتے ہیں، ان تصورات کی وجہ سے انسان کبھی بھی اعمال صالحہ یعنی نیکی کو سمجھ ہی نہیں سکتا اور نہ اس کے نزدیک نیکی و بدی کا تصور قائم ہو سکتا ہے، اور نہ گناہوں والی زندگی چھوڑ سکتا ہے، اس تصور کی وجہ سے نہ وہ اللہ سے رجوع ہو کر توبہ کرتا ہے اور نہ آخرت میں جواب دہی کا احساس رکھتا ہے، نہ آخرت کی تیاری کرتا ہے، سورگ اور نرک کا تصور اس کے ذہن و دماغ میں صرف زبان کی حد تک ہوتا ہے، بس اپنے بنائے ہوئے معبودوں کے سامنے ہفتے میں ایک دن نہا کر کچھ رسم ادا کر لینے کو عبادت سمجھتا ہے۔

(۴) دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر موت کے ساتھ ہی فناء ہو جانے کا تصور:

جو لوگ کافر ہوتے ہیں وہ نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ آخرت کو مانتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی تمام چیزیں نیچر Nature کے تحت پیدا ہو رہی ہیں، یعنی خود بخود پیدا ہوتی ہیں، پھر جس طرح گھڑی چلتے چلتے رُک جاتی ہے، وہ بھی دنیا سے ختم ہو جاتے ہیں، یہ تصور رکھتے ہیں کہ انسان کے لئے دنیا میں دو دن کی زندگی ہے، گناہ اور نیکی، یہ سب انسانوں کا بنایا ہوا قانون اور طریقہ ہے، انسان اس دوروزہ زندگی میں عیش کر لے، دنیا کی چیزوں سے مزہ اور مستی کر لے، پھر موت کے ساتھ ہی فناء ہو جانا ہے، اس کا کوئی وجود ہی نہیں رہتا، آخرت اور جوابدہی کا سوال ہی نہیں، ایسے لوگ بھی پوری طرح آخرت سے غافل بن کر بس دنیا کے عیش و آرام میں زندگی گذارتے ہیں، ان کا ایک نظریہ بس یہ ہوتا ہے کہ دولتمندوں سے مال لو اور غریب لوگوں کو ان کے برابر کر دو، انسان کو مذہب کی ضرورت ہی نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کا تصور ایک دقیانوسی اور گمراہ تصور ہے، اگر انسان دنیا میں عیش و مستی کے لئے پیدا کیا جاتا تو انسانوں سے زیادہ جانور مزے کرتے، آزاد رہتے، غیر ذمہ دار زندگی گذارتے ہیں۔

(۵) رسول ﷺ کی محبت اور بزرگوں کی شفاقت سے نجات کا تصور:

دنیا میں بعض مسلمان جو عقیدۂ آخرت کا صحیح تصور نہیں رکھتے' کہتے ہیں کہ بے شک آخرت

ضرور ہے مگر ہمارے لئے نہیں کفار، مشرکین اور منافقین کے لئے ہے، یہ یہود کی طرح کا عقیدہ ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں بس رسول ﷺ کا دامن پکڑ کر آپ ﷺ کی محبت اور بزرگوں کی محبت میں بغیر عمل کئے زندگی گذارتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کی نسبت اور محبت ہی کافی ہے، اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے، وہ ستّر ماؤں سے زیادہ محبت رکھتا ہے، وہ بھلا اپنے مال کو کیوں آگ میں جلائے گا، ہم حضور ﷺ کے امتی ہونے کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔

اگر ہم گناہ نہیں کریں گے تو وہ اپنی شان رحمت کیسے دکھائے گا، اگر ہم گناہ نہیں کریں گے تو وہ ہماری جگہ دوسرے لوگوں کو پیدا کرے گا، اس لئے گناہ کرتے جاؤ اور معافی مانگتے جاؤ اور توبہ کرتے جاؤ، بس وہ رحمٰن ورحیم ہے، اس کی رحمت سے ناامید مت ہو، وہ گناہ معاف ہی کرتا رہتا ہے، توبہ نہ کرنے والے سے ناراض ہوتا ہے۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی تقویٰ اختیار کر کے گناہ نہیں کر رہا ہے تو وہ گویا اللہ کو غفور ورحیم نہیں مان رہا ہے، اس قسم کا تصور رکھنے والے بھی کبھی آخرت کی تیاری نہیں کرتے، نہ نماز ادا کرتے ہیں نہ حرام سے بچتے ہیں، بس رسول اللہ ﷺ اور بزرگوں کی محبت کا پہاڑا پڑھتے رہتے ہیں، زبان سے بار بار رسول اللہ ﷺ کی محبت کا اعلان کرتے رہتے ہیں، ان لوگوں کی زندگی میں رسول اور بزرگوں کے ساتھ غلو بہت ہوتا ہے، اور وہ شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار رہ کر قبروں، جھنڈوں اور علموں کے پاس وہ سارے اعمال اختیار کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ صفات اور حقوق میں اختیار کئے جاتے ہیں، اس قسم کے مسلمانوں کی کثیر تعداد امت میں موجود ہے، وہ حج کے مقابلے درگاہوں اور چھلوں کی ہر سال زیارت کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خدا سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے رسول اللہ ﷺ کو حاضر وناظر جان کر پکارتے ہیں، آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر دعاء کرتے ہیں، ان کے پاس توحید اور شرک کا کھلا تصور نہیں ہوتا اور نہ یہ لوگ سچی توبہ کرتے اور نہ آخرت کی تیاری میں زندگی گذارتے ہیں۔

اسلام کا تصورِ آخرت

(۶) اسلام کا صحیح عقیدۂ آخرت جو انسانوں کو کچھ کرنے اور کچھ نہ کرنے پر ابھارتا اور روکتا ہے، یہ عقیدہ بہت صاف سیدھا ہے، جو انسان کی زندگی پر حکومت کرتا ہے، انسان کو یہ احساس دلاتا ہے

کہ یہ دنیا کی زندگی امتحان والی ہے، یہاں پر انسان کو عمل کرنے کی آزادی اور اختیار دیا گیا ہے، انسان اپنی مرضی اور پسند سے چاہے تو اللہ کی جماعت والا بنے، چاہے تو شیطان کا ساتھی بنے، اس کو زندگی گذارنے کے لئے ایک وقت اور عمر مہلت کی شکل میں دی گئی ہے، وہ دنیا میں جو بوئے گا مرنے کے بعد آخرت میں وہی کاٹے گا، جنت، دوزخ انسان کے اعمال کی مکمل بدلہ کی شکل ہے۔

دنیا دراصل آخرت کی کھیتی ہے، اس لئے اس کو مرنے کے بعد جنت یا جہنم میں اس کے دنیا میں کئے گئے اعمال کی شکل ثواب یا عذاب میں ملے گی، انسان سے اگر دنیا کی زندگی میں غفلت و نادانی اور شیطان کے بہکاوے میں گناہ ہو جائے تو وہ مرنے سے پہلے سچی پکی توبہ کر لے اور اللہ کو راضی کر لے، اللہ سے معافی مانگ لے، وہاں حسب نسب کام نہیں آئے گا اور نہ انسان کو دنیا میں بار بار پیدا کیا جائے گا، جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک کریں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتے رہیں گے، اسی عقیدہ سے انسان آخرت کی تیاری کر سکتا ہے، اپنی دنیا کی زندگی کو سدھار سکتا ہے اور گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کا یقین پیدا کرنے سے پہلے ان باتوں کا یقین دل میں اتارنا ہوگا:

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ۝ (القیٰمۃ:۳۶)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اُسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟

انسان اسلامی عقیدۂ آخرت سے اُسی وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے اور آخرت کی اسی وقت تیاری کر سکتا ہے جب آگ سے جلنے، زہر سے مرنے، پانی میں ڈوبنے کے یقین سے ہزار گونہ زیادہ آخرت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے کا یقین رکھے، حسب ذیل باتوں پر پختہ یقین رکھنا ہوگا۔

(۱) دنیا میں جنت دوزخ کے نمونے سمجھنا ہوگا۔

(۲) مشاہدے میں آنے والی قیامت کی علامتوں پر غور کرنا ہوگا۔

(۳) دنیا میں رہ کر آخرت کا ادراک کیوں نہیں کر سکتے؟ سمجھنا ہوگا۔

(۴) انسان دنیا میں کس کا حساب لیتا ہے اور کس کا نہیں' سمجھنا ہوگا اور کس کو سزاء دیتا ہے اور کس کو سزاء نہیں دیتا' سمجھنا ہوگا۔

(۵) انسانوں میں آخرت کا یقین ہونے نہ ہونے کو کیسے سمجھیں؟

(۶) انسان آخرت کا انکار کونسی وجوہات سے کرتا ہے۔
(۷) دنیا میں نظر نہ آنے والی چیزوں کو ہم کیسے پہچانتے ہیں؟
(۸) زمین اور جسمانی اعضاء میدانِ حشر میں بات کریں گے، اس کا یقین کیسے کیا جائے؟
(۹) دنیا کی ہر چیز میں اثر و نتیجہ سمجھنے سے آخرت کا یقین بڑھتا ہے۔
(۱۰) اللہ تعالیٰ گنہگار مسلمانوں کے ساتھ رحم کرے گا، کافر اور مشرک کو کیوں معاف نہیں کرتا؟
ان عنوانات کی تفصیل ہماری کتاب ''آخرت پر یقین پیدا کرنے کا طریقہ'' میں پڑھ کر سمجھئے۔

انسان دنیا کی زندگی میں ذمہ دار بنا کر پیدا کیا گیا!

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں ان میں انسان کو بہت زیادہ ذمہ داریوں کے ساتھ پیدا کیا گیا، پوری کائنات میں سوائے اللہ کے کسی کو حکومت کرنے کا اختیار نہیں، اللہ نے مختصر وقت کے لئے انسان کو زمین پر حکومت واقتدار دیا ہے، اور انسانوں پر یہ ذمہ داری رکھی کہ وہ اللہ کے قانون کو اپنے اوپر اور زمین پر نافذ کریں، اللہ کی حکومت کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا، انسان خلیفہ بن کر عدل کے ساتھ انصاف کریں، ظلم وزیادتی نہ کریں، حرام سے بچیں، حلال اختیار کریں، نکاح کریں' زنا نہ کریں، اہل وعیال اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کریں۔

عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات اللہ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اختیار کریں، شرک اور کفر نہ کریں، دوسری مخلوقات نہ عدالت قائم کرسکتی ہیں' نہ حکومت قائم کرسکتی ہیں' نہ انصاف کرسکتی ہیں' نہ نکاح کا طریقہ ان میں ہے' نہ حلال وحرام کمائی، تجارت، نوکری کا طریقہ ان کو دیا گیا، نہ چوری، جھوٹ، امانت میں خیانت کرنا، سود کھانے، شراب پینے کا ان کو کوئی اختیار ہی نہیں، وہ عقائد، عبادات، معمولات، معاشرت اور اخلاقیات کے ضابطوں سے آزاد ہیں، نہ کوئی نیا مذہب ایجاد کرسکتے، نہ غیر اللہ کی عبادت کرسکتے، اس لئے تمام مخلوقات کے مقابلے انسان ہی خلیفہ زمین بنا کر، ذمہ دار بنا کر دنیا میں رکھا گیا اور اس کو اپنی ذمہ داریوں کا حساب دینا ہوگا، دوسری مخلوقات کو دنیا میں دو راستے نہیں رکھے گئے، صرف انسان کے امتحان کے لئے ہی دو راستے ہیں کہ اس نے اپنے اختیار سے کس راستے کو اختیار کیا، جس راستے کو وہ اختیار کرے گا' مرنے کے بعد اس کا وہ خود ذمہ دار ہوگا اور اس کا بدلہ پائے گا۔

انسان کے لئے دنیا مستقل قیام گاہ نہیں ہے

يَا قَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ٥ (المؤمن: ٣٩)

اے میری قوم! یہ دنیوی زندگی تو بس تھوڑا سا مزہ ہے، اور یقین جانو!
آخرت ہی رہنے بسنے کا اصل گھر ہے۔

آخرت کا یقین مضبوط کرنے کے لئے انسان کو یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ دنیا اس کی مستقل قیام نہیں ہے، اُسے یہاں مختصر وقت کے لئے رہنا ہے، جس طرح ایک انسان کسی دوسرے ملک کو جا کر ملازمت کر کے کماتا ہے اور ویزا ختم ہونے کے بعد وہ اپنے ملک واپس آ کر زندگی گذارتا ہے، اگر وہ اپنی دورانِ ملازمت جو کچھ کمایا ہے اپنے ملک منتقل کر دے تو وطن آ کر یہاں آرام سے رہ سکتا ہے، ورنہ اگر دورانِ ملازمت پوری کمائی عیاشی، نفسانی خواہشات، فضول خرچی اور غفلت میں اڑا لی اور وقتی سکون کے لئے آرام دہ سامان، عمدہ کپڑے اور موٹر گاڑی، ٹھاٹ باٹ والی زندگی اختیار کر لے تو وطن واپس ہونے کے وقت فقیر کی حیثیت سے واپس ہوگا اور اپنے وطن میں مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا رہے گا۔

دنیا کی ہر چیز اپنے اپنے وقت میں دنیا میں آ رہی ہے اور ذمہ داری ادا کر کے ختم ہو رہی ہے، اسی طرح انسان دنیا میں آخرت کی کمائی کے لئے مختصر وقت کے لئے آیا ہے اور یہاں سے ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کما کر اپنے وطن آخرت کے بینک میں جمع کرنا ہوگا۔

انسانوں میں وہی انسان عقلمند ہے جو دوسرے ملک جا کر اپنی کمائی کو اپنے ملک میں جمع کر لیتا ہے اور نوکری و ملازمت کے مقام کو اصل اور مستقل نہیں سمجھتا، جس طرح ریل میں سفر کے لئے کچھ لوگ چڑھتے ہیں اور اپنا سفر مکمل ہونے پر ریل چھوڑ دیتے ہیں، اسی طرح ہر انسان دنیا کی مدت مکمل ہوتے ہی دنیا کے سفر کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے، نئے لوگ امتحان کے لئے پیدا ہو جاتے ہیں۔

آخرت کی تیاری کے لئے یہ یقین رکھیں کہ کامیابی کا مکمل دارومدار اعمالِ صالحہ پر ہے:

آخرت کی تیاری کے لئے اس یقین کا ہونا بہت ضروری ہے کہ انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ایمان قبول کرنے نہ کرنے اور اعمال صالحہ یا نافرمانی کے اختیار کرنے پر ہے، جس طرح دوسرے ملک میں ویزا ختم ہو جانے کے بعد اپنے ملک واپس آنے کے وقت ثبوت اور پہچان ظاہر

کرنے کے لئے اپنے ملک کا پاسپورٹ بتلانا پڑتا ہے' تب ہی ملک کا شہری مانا جاتا ہے' ورنہ اپنے ہی ملک میں بغیر پاسپورٹ کے داخلہ نہیں دیا جاتا، گرفتار کر کے غیر ملکی سمجھ کر جیل میں ڈال دیا جاتا ہے، یہ سب انسان رات دن دنیا میں دیکھتا رہتا ہے، اسی طرح دنیا سے آخرت میں یعنی جنت میں داخلے کے لئے ایمان کا پاسپورٹ ہونا لازمی ہے، اس کے بغیر جنت میں داخلہ نہیں ہوسکتا، بغیر ایمان کے دنیا سے جانے پر جہنم میں قید کر دیا جائے گا، اور جس طرح مصیبت سے بچنے کے لئے اپنے ملک کے بینک میں باہر کی کمائی اگر محفوظ ہو تو آرام دہ زندگی گذار سکتے ہیں' اسی طرح دنیا سے اعمال صالحہ کی دولت آخرت میں جمع ہو تو جنت کی نعمتیں مل سکتی ہیں، اس لئے سارے انسانوں میں کہاوت مشہور ہے کہ ''جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے''، جواری' بو کر سیب یا آم نہیں کاٹ سکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے، جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ عصر میں قسم کھا کر یہ تعلیم دی کہ کامیابی کے لئے ایمان اور اعمالِ صالحہ کا ہونا ضروری ہے، ورنہ سارے انسان نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بیکار و بے مقصد نہیں بنایا

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ۔ (آل عمران: ۱۹۱)

اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔

دنیا میں عقلمند اور سمجھ دار انسان اللہ کی توفیق ہی سے اپنا کوئی کام بیکار اور بے مقصد نہیں کرتا، تو اس کا خالق اتنا بڑا آسمان، اتنی بڑی زمین، سورج، چاند، ستارے، آگ، ہوا، پانی، درخت، جانور کو کیسے یوں ہی پیدا کر دے گا؟ اس کا کوئی کام بیکار اور عبث نہیں ہوتا، وہ بڑا حکیم و دانا ہے، اس نے دنیا کی تمام چیزیں اور اس کے انتظامات انسانوں کے لئے ہی پیدا کئے ہیں تا کہ یہ دیکھا جائے کہ کون اس کا شکر گذار بنتا ہے اور کون ناشکرا بنا رہتا ہے۔

وہ آسمان سے بارش برسا کر زمین سے طرح طرح کے غلے اور اناج، ترکاری، پھل اور پھول انسانوں کے لئے پیدا کرتا ہے، عمدہ سواریاں نئے نئے سامان انسانوں کے لئے بنانے کی توفیق دیتا ہے، دن رات کا نظام، موسموں کا نظام، غلوں کے موسم، لباس کا انتظام، عورت و مرد کا انتظام، ہر چیز کو جوڑی دار بنانا، سمندروں کا نظام، کیا انسان کو ان سب چیزوں سے فائدہ اٹھا کر شرک اور کفر کے

ذریعہ بغاوت کرنے کے لئے رکھا ہے؟ نہیں! وہ یہ سب نعمتیں دے کر ان کا حساب لے گا، ورنہ اس کی یہ تمام نعمتیں اور انتظامات بیکار اور بے مقصد ہوجائیں گی، انسان اللہ کا غلام اور بندہ ہے، انسان کا کام ہے کہ وہ اپنے آقا کا وفادار غلام بنا رہے، اس کا کھا کر، اس کا پی کر اُسی کا شکر گذار بندہ بنا رہے۔

آخرت کا انکار کرنا گویا اللہ کی کئی صفات کا انکار کرنا ہے

☆ اگر کوئی اسلامی عقیدہ آخرت کا انکار کرے یا اس عقیدہ سے ہٹ کر کوئی دوسرا عقیدہ بنالے تو وہ گویا اللہ کی کئی صفات کا انکار کرتا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار کرنا اللہ کو دوبارہ زندہ کرنے والا نہ ماننا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار کرنا اللہ کو حساب و کتاب لینے سے مجبور ماننا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار کرنا اللہ کو جزاء وسزاء دینے والا نہ ماننا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار کرنا اللہ کو انصاف کرنے والا نہ ماننا ہے صفت عدل کا انکار کرنا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار اللہ کو حکیم نہ ماننا ہے، کہ اس نے دنیا بغیر حکمت کے پیدا کردی۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار کرنا اللہ کو رحمت والا اور عفو ودرگذر کرنے والا نہ ماننا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار کرنا اللہ کی حکومت کو (نعوذ باللہ) اندھیر نگری چوپٹ راج ماننا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار کرنا اللہ کو نعمتیں دینے والا، اجر وثواب دینے والا نہ ماننا ہے۔

☆ اگر کوئی بزرگوں کو آخرت میں بغیر اللہ کی مرضی کے سفارش کرنے، طرفداری کرنے یا اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنے والا سمجھتے ہیں تو گویا وہ اللہ کے دربار کو انسانی بادشاہوں کے دربار جیسا سمجھ رہا ہے، جس سے اللہ کی صفت مالک الملک کو نہ ماننا لازم آتا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت کا انکار کرنا گویا اللہ کو اپنے بندوں پر مکمل نظر اور علم رکھنے والا نہ سمجھنا ہے، کیونکہ جو اپنے غلاموں اور نوکروں کے اعمال سے واقف نہیں ہوتا وہ ان کے اچھے اور برے حالات کو جان بھی نہیں سکتا۔

عقیدۂ آخرت کا یقین بڑھانے کے لئے دنیوی زندگی پر نظر رکھنا ہوگا:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتاً فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ٥ (البقرہ:۲۸)

ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کفر کا طرزِ عمل آخر کیسے اختیار کر لیتے ہو؟ حالانکہ تم بے جان تھے، اسی نے تمہیں زندگی بخشی، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہی تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا اور پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

انسان کو عقیدۂ آخرت مضبوط اور پختہ کرنے کے لئے اور آخرت پر یقین بڑھانے کے لئے یہ تین سوالات اور ان کے جوابات کا جاننا ضروری ہے: (۱) کہاں سے آیا؟ (۲) کیوں آیا؟ (۳) کہاں جار ہا ہے؟ تبھی وہ اپنی زندگی کے سفر کے مختلف اسٹیشنس (مقامات) کو یاد رکھ سکتا ہے اور اصلی قیام کی تیاری کر سکتا ہے، اُسے احساس ہوگا کہ وہ اپنے سفر کے مختلف اسٹیشنوں سے گذرتا ہوا آخرت کی طرف جار ہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے عہد الست میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو جمع کیا اور ان سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا، پھر انسان وہاں سے نسل در نسل منتقل ہو کر باپ کی ریڑھ کی ہڈی میں مائع کی شکل میں آتا ہے، پھر وہاں سے اپنے اپنے وقت کے حساب سے ماں کے پیٹ میں آتا اور پھر ماں کے پیٹ میں جسمانی اعضاء حاصل کر کے دنیا میں آتا ہے، پھر دنیا میں امتحان کا وقت اعمال کے ساتھ گذار کر قبر و عالم برزخ میں چلا جاتا ہے، پھر عالم برزخ سے قیامت قائم ہوتے ہی میدانِ حشر میں جاتا ہے اور میدانِ حشر سے پل صراط پر سے ہوتا ہوا جنت یا جہنم جو اس کا اصل ٹھکانہ ہے وہاں چلا جاتا ہے، اس طرح وہ اپنی آخرت والی زندگی کے سفر کو طے کرتا ہے۔

يَـٓأَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِى الْأَرْحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا أَشُدَّكُمْ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنۢبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيجٍ ٥ (الحج:۵)

ترجمہ: اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں کچھ شک ہے تو (ذرا سوچو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر ایک گوشت کے لوتھڑے سے جو (کبھی) پورا بن جاتا ہے اور (کبھی) پورا نہیں بنتا، تا کہ ہم تمہارے لئے (تمہاری)

حقیقت کھول کر بتادیں، اور ہم (تمہیں) ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں ایک بچے کی شکل میں باہر لاتے ہیں، پھر (تمہیں پالتے ہیں) تاکہ تم اپنی بھر پور عمر (جوانی) تک پہنچ جاؤ، اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو (پہلے ہی) دنیا سے اٹھالئے جاتے ہیں، اور تمہی میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کو بدتر عمر (یعنی انتہائی بوڑھاپے) تک لوٹا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد کچھ نہیں جانتے، اور تم دیکھتے ہو کہ زمین مرجھائی ہوئی پڑی ہے' پھر جب ہم اُس پر پانی برساتے ہیں تو وہ حرکت میں آتی ہے، اس میں بڑھوتری ہوتی ہے، اور وہ ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگاتی ہے۔

انسان بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذرتا ہوا دنیا کی زندگی مکمل کرتا ہے، آہستہ آہستہ اس کے اعضاء کمزور اور ضعیف ہوجاتے ہیں، آخر عمر میں نیند بھی کم ہوجاتی ہے، مرنے سے پہلے بال سفید، آنکھوں کی روشنی کم، کانوں کی سماعت کم، دانت گر جاتے ہیں، گویائی صاف نہیں رہتی، عقل صحیح کام نہیں کرتی، یادداشت کمزور ہوجاتی ہے، علم بھول جاتا ہے، ہاتھوں، پیروں اور تمام اعضاء کی طاقت بہت کم ہوجاتی ہے، یہ سب دنیا سے ختم ہوکر آخرت میں جانے کی نشانیاں ہیں، آخر جوانی میں اِس پر شباب کیوں تھا؟ پھر بوڑھاپے میں غائب کیوں ہوجاتا ہے، مطلب یہ کہ اس کے امتحان کی مدت ختم ہوتی رہتی ہے، وہ موت کے ساتھ ہی مادّی زندگی ختم کر کے روحانی زندگی میں داخل ہوتا ہے، یعنی عالم برزخ کی طرف جاتا ہے، موت زندگی ختم ہوجانے کا نام نہیں بلکہ آگے کی زندگی شروع ہونے کا نام ہے۔

موت کے بعد صرف جسم کو ہی دفن کیا جاتا ہے، جسم چونکہ مٹی کے رس سے پلا تھا، اُسے مٹی کھا جاتی ہے، مگر روح کو مٹی نہیں کھا سکتی، اس لئے کہ روح کی پرورش مٹی سے نہیں ہوتی اور نہ روح موت کے ساتھ ختم ہوتی ہے، انسان اچھی طرح جانتا ہے کہ مٹی کے انسانی جسم کو گلادیتی ہے، روح جسم سے علاحدہ ہوجاتی ہے۔

افسوس! یہاں انسان یہ نہیں سوچتا کہ روح مرنے کے بعد کہاں غائب ہوجاتی ہے؟ کون اس کی روح کو لے جاتا ہے؟ اس کو کیوں محفوظ اور زندہ رکھا جاتا ہے؟ بس انسان کی میت دفن کر کے قبر پر مٹی ڈال کر یا جلا کر آخرت کو بھول جاتا ہے، یہ سب جاننے کے باوجود اُسے آخرت یاد نہیں آتی، زیادہ سے زیادہ قبر کی زیارت کر کے میت کے لئے مغفرت کی دعاء کرتا ہے، لیکن قبرستان

جا کر اپنی موت کو یاد نہیں کرتا، گھر میں میت کو دیکھنے کے بعد اُسے یہ یاد تک نہیں آتا کہ اس کے بعد مجھے بھی دنیا چھوڑ کر آخرت کی طرف جانا ہے، یہ پہلے جا چکا ہے اور میں بعد میں جاؤں گا، اس کے برعکس غیر مسلم گھر میں ہوئی موت کے غم کو بھلانے کے لئے نشہ کرتے ہیں، یا مرنے والے کے کارنامے بیان کرتے ہیں۔

انسان کو سوچنا چاہئے کہ انسان ہر روز دنیا سے غائب کیوں ہو رہے ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ دنیا میں انسان ایک مسافر کی طرح ہے، وہ آخرت کے سفر پر ہے، اُسے مسافر کی طرح ہی رہنا چاہئے، جب انسان دنیا کو سرائے سمجھے گا تو آخرت کی فکر میں رہے گا، دنیا اس کا اصل گھر نہیں ہے، اصلی گھر تو آخرت ہے، جس طرح مسافر سفر کرتے کرتے کچھ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کہیں ٹھہر جاتا ہے اور ضرورتیں پوری ہونے کے بعد آگے سفر پر نکل جاتا ہے، اگر کوئی ہوٹل میں ٹھہرے تو ہوٹل کے کمرے کو اپنا اصل گھر نہیں سمجھتا، اس لئے دنیا میں رہتے ہوئے اتنی ہی محنت کیجئے جتنے دن یہاں ٹھہرنا ہے اور آخرت کے لئے اتنی ہی محنت کی جائے جتنی مدت وہاں ٹھہرنا ہے، دنیا میں بھی اسی حساب سے سامانِ سفر تیار کیا جاتا ہے۔

دنیا کی زندگی کھیل کود اور تماشے سے بڑھ کر نہیں!

وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَّ إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ٥ (العنکبوت:٦٤)

اور یہ دنیوی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے، اگر یہ لوگ جانتے ہوتے!

دنیا کی زندگی میں انسان دل بہلانے اور کھیل کود اور تماشے کے لئے ڈرامے بناتا ہے، ان ڈراموں میں کسی کو بادشاہ، کسی کو ملکہ، کسی کو غلام اور نوکر، کسی کو دولت مند اور کسی کو غریب و مفلس بناتا ہے، ڈرامہ ختم ہوتے ہی نہ کوئی بادشاہ باقی رہتا ہے، نہ ملکہ اور نہ دولت مند، نہ غلام نہ نوکر، ڈرامہ ختم ہوتے ہی ڈائریکٹر کے نزدیک سب ایک ہی حیثیت کے ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح دنیا کی اس زندگی میں مختصر مدت اور عارضی طور پر کوئی بادشاہ، کوئی صدر، کوئی وزیر اعظم، کوئی سردار، کوئی غلام، کوئی باندی، کوئی نوکر اور کوئی آقا ہوتا ہے، کسی کو غریب اور کسی کو مفلس

رکھا گیا، یہ صرف دنیا کی حد تک ہی ہے، مگر جیسے ہی دنیا کی زندگی کا وقت ختم ہوجاتا ہے' موت آتے ہی اللہ کے نزدیک سوائے پیغمبروں کوئی بھی دنیا کے مقام ومرتبہ پر باقی نہیں رہتا، مرنے کے بعد ان کی یہ تمام حیثیتیں ختم ہوجاتی ہیں، اور دنیا میں ان کی جو بھی حیثیت اور مقام ہوتا ہے وہ کامیابی و ناکامی کی علامت نہیں ہوتا، دنیا میں ان کو جو جو مقام ومرتبے دئے جاتے ہیں وہ صرف امتحان و آزمائش کے لئے عارضی طور پر دئے جاتے ہیں۔

موت کے بعد آخرت میں یہ جانچ کی جائے گی کہ کس نے اپنے اپنے مقام مرتبہ کے لحاظ سے کتنی اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور کتنی نافرمانی کی، اسی طرح انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار ہے، جس طرح ڈراموں اور کھیل تماشوں میں اسی انسان کی تعریف کی جاتی ہے اور انعام ومرتبہ اور دولت دی جاتی ہے جو اپنا رول کامیابی سے نبھاتا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد آخرت میں اسی انسان کو بلند مقام ومرتبہ اور عزت مل سکتی ہے جو دنیا کی زندگی میں اپنے اپنے مقام ومرتبہ میں اللہ کی عبدیت وبندگی کی ہو۔

دنیا ایک خواب کی طرح ہے، خواب میں سانپ، بچھو، لڑائی جھگڑے، تکالیف نظر آتی ہیں، نیند سے بیدار ہونے کے بعد کچھ نہیں رہتا، اس سے ثابت ہوا کہ دنیا کا عیش دنیا کی مصیبت وآرام، دنیا کی خوشی وغم، دنیا کی امیری وغریبی، دنیا کی عزت و بے عزتی سب ایک ڈرامہ اور کھیل کی طرح ہے، جو مرنے کے بعد باقی نہیں رہے گا۔

حدیث میں ہے کہ ایک جنتی انسان جو دنیا میں سختی اور مصیبت میں زندگی بھر مبتلا رہا، اس کو جنت کی ایک سیر کراوئی جائے گی' تو وہ اپنی دنیا کی زندگی کی ساری مصیبتوں کو بھول جائے گا اور کہے گا کہ کبھی میں نے مصیبت ہی نہیں دیکھی، اسی طرح ایک ناکام وجہنمی انسان کو جو دنیا میں عیش و نافرمانی میں مبتلا رہا' جب اُسے دوزخ کی سیر کرائی جائے گی تو وہ دنیوی زندگی کا تمام عیش وآرام بھول جائے گا اور کہے گا کہ میں نے کبھی عیش وآرام ہی نہیں دیکھا۔ (مسلم)

انسان کی بیوقوفی کا یہ عالم ہے کہ وہ دنیا کے مختصر ڈراموں میں معمولی عزت، وقتی ومختصر دولت اور جھوٹی تعریف ملنے کو ذہن میں رکھ کر ڈائریکٹر کی طرف سے جو بھی مقام ومرتبہ دیا جاتا ہے اس میں اس کی ذراسی بھی نافرمانی نہیں کرتا، مگر دنیا کی مختصر وعارضی زندگی میں جبکہ موت کو بار بار دیکھتے ہوئے دنیا کو عارضی سمجھتے ہوئے یہاں کے مقام ومرتبہ کو اصلی سمجھ کر اللہ سے نڈر بنا رہتا ہے،

اور اپنے اپنے مقام و مرتبہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اللہ کی بغاوت و نافرمانی میں اپنا رول ادا کرتا ہے اور آخرت میں ملنے والے مقام و مرتبے پر نظر نہیں رکھتا۔

چنانچہ دنیا میں کسی ملک کے بادشاہ، صدر، وزیر اعظم، دولتمند اور قانون ہاتھ میں رکھنے والے، خوبصورت جسم والی عورتوں، طاقت وقوت والے مردوں کا یہ حال ہے کہ وہ شرک، کفر، ناانصافی، گانا بجانا وناچنا، ظلم وزیادتی، رشوت وسود، قتل وغارت گری، شراب، جوا، جیسے اخلاقِ رذیلہ و گناہِ کبیرہ اختیار کرتے ہیں، اللہ کی بغاوت کرتے ہیں، اور مفلس و نادار لوگ اپنی تنگدستی اور مصیبت پر صبر نہ کرکے گناہوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، دنیا کے ڈراموں میں صرف چند پیسوں کی خاطر ڈائریکٹر کو ناراض نہیں کرتے، لیکن آخرت میں انعام و مرتبہ ملنے کی تڑپ میں اللہ کو راضی نہیں رکھتے بلکہ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

انسان اس امتحان گاہ میں دیگر مخلوقات کی طرح غیر ذمہ دار نہیں!

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى o (القیامۃ:۳۶)

کیا انسان یہ سوچتا ہے اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہزاروں مخلوقات کو پیدا فرمایا اور ان تمام مخلوقات میں انسانوں اور جنوں کو اس امتحان گاہ میں ذمہ داریوں کے ساتھ رکھا، ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے اس نے پیغمبر پر وحی یعنی قرآن مجید نازل کرکے ان کا ضابطۂ حیات اور قانونِ زندگی پر عمل کرنے کی ذمہ داری ڈالی، اور انسان پر یہ ذمہ داری رکھی کہ وہ اونٹ، گائے، بیل، بھینس کی طرح آزاد اور غیر ذمہ دار نہیں ہے کہ جو چاہے کھائے پئے، جو چاہے عمل کرلے، جدھر چاہے منہ مارے، جس کو چاہے ستائے اور جس کو چاہے مارے پیٹے، جس کا چاہے حق دبائے، جس سے چاہے شہوت پوری کرے، بلکہ اللہ نے اس امتحان گاہ میں اللہ کی مرضیات کے مطابق جنت والی زندگی گذارنے کے لئے عقل عطا فرمایا، ضمیر عطا فرمایا، نفس عطا کیا، اچھے برے کی تمیز دی، نیکی و بدی کی تعلیم دی، خیر و شر کیا ہے سمجھایا، پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، کتابیں نازل کرکے زندگی گذارنے کا طریقہ سکھایا، حق و باطل میں فرق بتایا۔

پھر پیغمبر کے بعد ان کے وارث علماء کو رکھا، یہ تمام نعمتیں ملنے کے بعد انسان غیر ذمہ دار نہیں

رہ سکتا، اس کو ہوش میں آ کر عقل کا صحیح استعمال کر کے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی گذارنا ہی لازم اور ضروری ہے، ورنہ وہ مجرم اور جہنمی بن کر دنیا سے جائے گا۔

دنیا میں دوسری مخلوقات کو یہ تمام نعمتیں حاصل نہیں، وہ کوئی بھی کام نہ نیکی سمجھ کر کرتے ہیں اور نہ گناہ سمجھتے ہیں، اللہ نے ان کی فطرت جیسی بنائی ہے وہ اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتے ہیں، مثلاً اگر ایک شیر کسی بکری کو حملہ کر کے کھا جائے یا ایک بھیڑیا بکری پر حملہ کر دے یا کوئی کتا کسی انسان کو کاٹ لے یا سانپ کسی انسان کو ڈس دے تو ان کا یہ عمل نہ نیکی ہے اور نہ گناہ، دنیا کی کوئی انسانی حکومت بھی اس کتے، سانپ، شیر یا بھیڑئے کو سزا کے طور پر جیل میں نہیں ڈالتی اور نہ ان پر مقدمہ چلاتی ہے، اللہ کے نزدیک بھی ان کا کوئی عمل نہ نیکی ہے اور نہ گناہ، ان کو اللہ نے اپنی نافرمانی کا اختیار ہی نہیں دیا، وہ سوائے اللہ کے کسی کی اطاعت نہیں کرتے۔

لیکن انسان کو ذمہ داریوں کے ساتھ دنیا میں آزاد چھوڑا گیا، اسے لازم اور ضروری ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے ضابطے اور قانون کے مطابق زندگی گذارے، وہ دنیا کی زندگی تک اللہ کے بھیجے ہوئے قانون اور ضابطے کا پابند رہے گا، اُسے جھوٹ سے بچ کر سچ بولنا ہوگا، باطل کے مقابلے حق کو ماننا ہوگا، شرک سے بیزار ہوکر توحید اختیار کرنا ہوگا، زمین پر رہ کر اللہ کو ماننا ہوگا، اللہ کے احکام کے تحت بندوں کے حقوق ادا کرنا ہوگا، اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کو اپنی مرضی اور عمل سے نافذ کرنا ہوگا، اللہ سے ناواقف بندوں کو اللہ کا تعارف کروانا ہوگا، وہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت واطاعت نہیں کرے گا، وہ اللہ کے رسولوں کو مانے گا اور آخری رسول ﷺ کی اتباع میں اپنی پوری زندگی گذارے گا، اور دنیا میں رہ کر آخرت میں جواب دہی کا احساس رکھ کر زندگی گذارے گا، تبھی وہ اپنی ذمہ داری ادا کر سکتا ہے، اور اپنے آپ کو آخرت میں کامیابی دلا سکتا ہے۔

دنیا کی تمام مخلوقات جب اللہ کی مطیع وفرمانبردار ہیں اور ذمہ داری کے ساتھ اپنی اپنی ڈیوٹی انجام دے رہی ہیں تو انسان کو بھی اپنی مرضی اور پسند سے اللہ کا فرمانبردار بن کر اللہ کی مرضیات کو پورا کرنا ہوگا، وہ دوسری مخلوقات کی طرح غیر ذمہ دار بن کر نہیں رہ سکتا، دوسری مخلوقات پیدائشی طور پر اللہ کی فرمانبردار بنا کر پیدا کی گئی ہیں، انسان کو اللہ نے اپنی مرضی سے ذمہ دار بن کر اللہ کی فرمانبرداری کرنے کی آزادی دی ہے، وہ پیدائشی طور پر امتحان کی خاطر ذمہ داری کا احساس رکھ کر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

آخرت پر یقین پیدا نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ قانونِ فطرت کے خلاف کچھ نہیں ہوتا:

وَقَالُوْا أَ اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ اَئِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بَلْ هُم بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كَافِرُوْنَ ٥ (السجدہ:١٠)

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم زمین میں مِل کر کھو جائیں گے تو کیا اُس وقت ہم کسی نئے جنم میں پیدا ہوں گے؟ بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار سے جا ملنے کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے نظام کو زیادہ تر اسباب اور قانونِ فطرت کے ساتھ جوڑے رکھا ہے، اور ہر چیز قانونِ فطرت کے مطابق پیدا ہوتی، پرورش پاتی ہے اور کمال تک پہنچتی ہے، مثلاً انسان رات دن دیکھتا ہے کہ بیج سے پودے اور درخت پیدا ہوتے ہیں، جانوروں کے نر اور مادہ ملنے سے ان کے نطفہ سے بچے پیٹ میں ایک مدت کے بعد آہستہ آہستہ بنتے اور نکلتے ہیں، پرندوں کے انڈوں سے بچے پیدا ہوتے ہیں، جانور اور پودے جوان ہو جانے کے بعد ہی انڈے بچے پھل پھول دیتے ہیں، انسان بھی نکاح کرنے کے بعد صحبت کرنے سے حمل ٹھہرنے کے بعد نو مہینے انتظار کرتا ہے، پھر اولاد ہوتی ہے، بغیر ابر کے پانی نہیں برستا، سورج کی روشنی کے بغیر کوئی دیکھ نہیں سکتا، ہوا کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا، ہوا پانی اور غذاء کے بغیر جاندار زندہ نہیں رہ سکتے، غرض وہ سمجھتے ہیں کہ ہر چیز کے وجود میں آنے، پرورش پانے اور مکمل ہونے کے لئے قانونِ فطرت ضروری ہے، ان کا یہ مشاہدہ ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور آخرت کے یقین سے محروم کر دیتا ہے، اور وہ دوبارہ پیدا ہونے کا انکار کر دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب مرنے کے بعد دوبارہ پورے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہونے کی تعلیم دی گئی تو لوگ قبروں میں سے بوسیدہ ہڈیاں نکال کر لا کر یہ بتلاتے تھے کہ کیا ہزاروں سال بعد مٹی میں گل سڑ جانے کے بعد یہ ہڈیاں پھر سے زندہ ہو سکتی ہیں؟ ان کو یقین ہی نہیں آتا تھا، وہ سمجھتے تھے کہ دنیا کی چیزیں قانونِ فطرت کے خلاف وجود میں نہیں آسکتیں، غیر فطری طریقوں سے یکایک وجود میں نہیں آسکتیں۔

پچھلے زمانوں کے سائنس دانوں کو بھی جھٹلایا گیا ہوگا:

اس کو اس مثال سے یوں سمجھئے! آج سے دو تین سو سال پہلے اگر کچھ سائنس دان یہ دعویٰ کئے

ہوں گے کہ وہ آئندہ چند برسوں میں ہوا میں اڑُنے والا ایک جہاز بنائیں گے' جو چار پانچ سو انسانوں اوران کے ہزاروں ٹن سامان کو لیکر ہوا میں ہوا کی رفتار کے مطابق اُڑے گا، اور دنیا کے ایک ملک سے دوسرے ملک کو دو چار گھنٹوں میں پہنچ جائے گا، ہم ایک آلہ ٹی وی تیار کرنے والے ہیں جس کے ذریعہ تم لوگ گھر بیٹھے ساری دنیا کی تصویریں اس میں بغیر کسی وائر کنکشن کے دیکھ سکو گے، ایک ایسی مشین فیکس اورانٹرنیٹ بنانے والے ہیں جس سے ہواؤں کے ذریعہ تمہارے کاغدات کی فوٹو کاپی دوسرے ملک کو لمحوں میں پہنچ جائے گی اور تم گھر بیٹھے انٹرنیٹ کے ذریعہ آمنے سامنے کی طرح بات کرسکو گے۔

ذرا غور کیجئے! اس زمانے کے لوگوں کو یہ بات کچھ عجیب سی لگی ہوگی، وہ دیکھ رہے تھے کہ ہواؤں سے کیسے کاغذات کی فوٹو کاپی، گفتگو اور فلمیں جاسکتی ہیں، ہوا میں ہزاروں ٹن وزنی سامان اور انسان کسی جہاز میں کیسے بیٹھ کر سفر کرسکتے ہیں؟ جبکہ ہوا معمولی لکڑی کے ٹکڑے کو بھی زمین پر پھینک دیتی ہے، ان کو یہ باتیں غیر فطری اور عقل سے دور نظر آئی ہوں گی اور وہ ان سائنس دانوں کو پاگل، بیوقوف اور دیوانہ کہیں گے کہ یہ یکدم بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں، ان پر یقین نہیں کئے ہوں گے، مگر آج وہی انسان سے جب پوچھا جائے تو کہیں گے کہ اللہ کے دئے ہوئے سائنس و ٹکنالوجی کے علم سے انسان یہ سب کچھ کررہا ہے اور آئندہ بہت کچھ کرسکتا ہے، آج ان چیزوں کو دیکھ کر تعجب نہیں کررہے ہیں۔

اسی طرح ہر زمانے میں جب پیغمبروں نے انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور جسم وروح کے ساتھ حساب دینے، جزاء اور سزاء کے بارے میں خبردار کیا تو قوموں نے ان کو دیوانہ، پاگل اور مجنون و بیوقوف کہا، اور یہ تصور کیا کہ قدرت آج جو کام قانونِ فطرت کے تحت کر رہی ہے آئندہ وہ نہیں کرسکتی' حالانکہ اللہ تعالیٰ قانونِ فطرت کا پابند نہیں ہے۔

دنیا کی بہت ساری چیزیں اللہ قانونِ فطرت کے خلاف بھی ہر روز بناتا ہے:

انسان یہ کیوں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ بہت سارے کام اللہ ہی کے دئے ہوئے علم سے انسانوں کے مشاہدے اور عقل کے خلاف کررہا ہے، ریموٹ سے ٹی وی، ہوائی جہاز، راکٹ، موٹر کار کو کنٹرول کرتا ہے، گھر بیٹھے فون پر بغیر کنکشن کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں بات کررہا ہے، تو کیا انسانوں کا خالق جو اصل علم کا منبع ومرکز ہے، جو ہر قسم کی قدرت رکھتا ہے، وہ قانونِ فطرت سے ہٹ کر کچھ نہیں کرسکتا؟ بے شک وہ بہت ساری چیزیں مثلاً ترکاریوں اور اناج وغلہ میں بغیر ماں باپ کے

کیڑے پیدا کرتا ہی رہتا ہے، گوبر اور گندگی میں جھینگور اور کیڑے پیدا کرتا ہے، آسٹریلیائی برڈ کیوی کو بغیر آنکھوں کے صرف ناک کی بو سے غذاء پہچاننے کی صلاحیت دی ہے، انسان کو بغیر مرغ کے صرف فیڈ کھلا کر مرغی سے انڈے نکالنا سکھایا، فرشتوں کو بغیر ہوا اور بغیر سانس کے زندہ رکھا، سمندروں میں لہریں بغیر مشین کے چلاتا ہے، ہواؤں کو بغیر مشین کے طوفانی بنا دیتا ہے، زمین کو بغیر مشین کے زلزلے سے ہلا دیتا ہے، اسی طرح انسان پر آکسیجن وہوا ہونے اور پھیپھڑے کام کرنے کے باوجود موت طاری کر دیتا ہے، مردہ انڈے سے زندہ پرندہ کو نکالتا ہے، چرند، پرند اور درندوں کو بغیر کتاب، بغیر استاد اور بغیر اسکول اور کالج کے ہدایت ورہنمائی عطا کرتا ہے، وہ اگر چاہے تو ہاتھوں کا کام چونچ سے لے لے، چونچ کا کام پروں سے لے لے، ہاتھوں کا کام دُم اور پیروں سے لے لے، پیروں کا کام پیٹ سے لے لے، چنانچہ وہ جانوروں میں بظاہر یہ فطری قانون کے خلاف طریقے رکھے ہیں۔

دیمک کو آنکھیں نہ دے کر زندگی گذارنے کے قابل بنایا، ایک ہی پانی سے لکڑی میں خوشبو، میٹھاس اور کھٹاس پیدا کرسکتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنی قدرت میں قانونِ فطرت کا پابند نہیں ہے، اسی طرح وہ دنیا میں قانونِ فطرت کے مطابق انسان کو ماں باپ کے ذریعہ پیدا کر رہا ہے، مرنے کے بعد وہ اس بات پر پوری طرح قادر ہے کہ بغیر قانونِ فطرت کے جسم اور روح کے ساتھ کھڑا کر دے اور اس کی زندگی کے ایک ایک عمل ٗ ایک ایک لمحہ کا حساب لے لے، اللہ کی قدرت کو انسان اپنی عقل وفہم سے سمجھ ہی نہیں سکتا، وہ کروڑ ہا میل آسمانوں پر سے بغیر سواری کے فرشتوں کو پلک جھپکتے زمین پر اُترنے کے قابل بنایا، وہ انسانوں کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو بغیر کسی واسطے کے پہلے ہی سے جانتا ہے، وہ اپنی مخلوقات کی پرورش ونگہداشت کے لئے اسباب کا محتاج نہیں ہے، اور نہ وہ اپنے قانونِ فطرت کا مجبور ومحتاج ہے۔

وہ بغیر مٹیریل، بغیر مزدور اور بغیر دولت کے زمین، آسمان، ہوا، پانی، سورج، چاند اور ستارے بنائے، سورج، چاند اور ستاروں کو بغیر سہارے اور بغیر ایندھن کے معلق رکھا، اس کے لئے انسان جیسی مخلوق کو پھر دوبارہ پیدا کرنا کونسا مشکل کام ہے، وہ ہر چیز کے لئے ''کُن'' کہتا ہے، وہ چیز وجود میں آجاتی ہے، جب انسان کچھ بھی نہیں تھا، خون کے قطرے سے مکمل انسان کو بنایا تو جب وہ وجود میں آگیا ہے تو دوبارہ پھر زندہ کرنا اس کے لئے مشکل کیوں ہے؟ جبکہ مردہ زمین کو بار بار زندہ کرتا ہی رہتا ہے، وہ اپنی قدرت میں مجبور اور محتاج نہیں ہے۔

کیا انسان مرتے ہی فناء نہیں ہوجاتا؟

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ٥ (الروم:١٩)

ترجمہ: وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکال لیتا ہے، اور وہ زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندگی بخشتا ہے، اور اسی طرح تم کو (قبروں سے) نکال لیا جائے گا۔

انسان اپنے مشاہدے اور عقل وفہم کی کمی سے یہ تصور کرتا ہے کہ موت آجانے کے بعد یا تو مٹی میں مل کر سڑ گل کر انسان فنا ہوجاتا ہے یا جلا کر راکھ بنا کر پانی میں بہا دیا جاتا ہے، یا پرندوں کا نوالہ بن جاتا ہے، یا سمندروں میں ڈوب کر مچھلیوں کی غذاء بن جاتا ہے، اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ موت کے ساتھ ہی انسان فنا ہوجاتا ہے، اس کا وجود ختم ہوجاتا ہے۔

اُسے یہ سوچنا چاہئے کہ وہ دو چیزوں کا مرکب ہے، ایک روح اور دوسرا جسم، موت کے ساتھ جسم کو موت آجاتی ہے تو جسم مٹی میں مل کر گل سڑ جاتا ہے، یا جل کر فنا ہوجاتا ہے، مگر روح جو جسم میں ہوتی ہے روح کو موت نہیں آتی، اُسے کوئی نہیں پکڑ سکتا، اُسے فرشتے لیکر چلے جاتے ہیں، اس لئے موت کے ساتھ ہی انسان فنا نہیں ہوتا، آخرت میں جواب دہی کے لئے زندہ رہتا ہے، اس کا ٹھکانہ قبر یعنی عالم برزخ میں علیین وسجین میں ہوتا ہے، انسان کی زندگی کا پہلا حصہ دنیا کی پیدائش سے لیکر موت تک ہے، دوسرا حصہ موت کے بعد عالم برزخ سے لیکر قیامت تک ہے، تیسرا حصہ قیامت کے بعد جنت یا جہنم تک ہے، اس لئے انسان موت کے بعد اپنی زندگی کے دوسرے حصے میں قیامت قائم ہونے تک ٹھہرا رہتا ہے اور باقی رہتا ہے۔

انسان کا اصل نام اس کے جسم سے نہیں، روح سے ہے، اگر کسی کا انتقال ہوجائے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ فلاں کی میت ہے، یہ نہیں کہتے کہ یہ فلاں شخص ہے، اس لئے کہ اندر جو چیز روح تھی وہ چلے جانے کے بعد اس کے جسم کو بیکار سمجھ کر دفن کردیتے ہیں یا جلا دیتے ہیں، اگر کسی انسان کا زندہ رہتے ہوئے ہاتھ کاٹ دیں یا پیر کاٹ دیں یا کان کاٹ دیں یا خون تبدیل کردیں تو روح ان اعضاء کے ساتھ نہیں نکل جاتی، تب بھی وہ زندہ رہتا ہے، یہ اعضاء کاٹنے سے فناء نہیں ہوتا، اور لوگ اس کو یہ سب اعضاء نہ بھی ہوں تو اُسے اُسی نام سے پکارتے ہیں، اس لئے کہ یہ اعضاء نہ ہونے کے باوجود وہ روح

ہونے کی وجہ سے زندہ انسان ہی کہلاتا ہے، اگر روح جسم سے نکل جائے تو چاہے انسان اپنے بچے بیوی شوہر ماں باپ کا کتنا ہی چہیتا ہو کوئی بھی اس کو روح کے بغیر گھر میں رکھنا گوارا نہیں کرتا، فوراً کفن دفن کا انتظام کرتا ہے، اس لئے انسان اچھی طرح یاد رکھے کہ موت کے ساتھ ہی وہ اپنی زندگی سے فنا اور ختم نہیں ہوتا، حساب وکتاب دینے باقی رہتا ہے، اس کا اصل نام روح سے ہوتا ہے جسم سے نہیں۔

دنیا کی موت دراصل انتقال ہے، جو ایک جگہ سے دوسری جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ چلی جاتی ہے، آخرت کی طرف سفر کرتی ہے، عالم برزخ اس کا پہلا دروازہ ہے، اگر موت کے ساتھ ہی انسان کو فنا کر دیا جاتا تو اس کی یہ دنیا کی زندگی بیکار بے اور مقصد ہو جاتی، جس کا کوئی حاصل نہیں ہوتا، نہ انسان ترقی پا سکتا تھا نہ سزا۔

انسان کے مقابلے سورج چاند زمین آسمان، ہوا، پانی ہزاروں لاکھوں سالوں سے ہیں تو انسان ان سب میں اشرف ہو کر مختصر وقت میں کیسے ختم یا فناء ہو جائے گا، جبکہ ساری چیزیں اسی کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں، جب دوسری مخلوقات جو اس سے کمتر چھوٹی ہیں، ہزاروں سال سے ہیں تو انسان ساٹھ یا ستر سالوں تک ہی کیوں پیدا کیا جائے گا، جبکہ سب سے زیادہ صلاحیتیں، ذمہ داریاں اور نعمتیں انسان ہی کو دی گئی ہیں۔

ذرا غور کیجئے! بیج کئی سالوں تک سوکھ جائے، مردہ ہو جانے کے باوجود زمین میں دفن کرتے ہی زندہ ہو جاتا ہے، زمین مردہ ہو جانے کے بعد زندہ ہو جاتی ہے، پانی جلنے کے بعد بھاپ بنتا ہے پھر پانی بن جاتا ہے، انسان موت کے ساتھ ہی ماڈی زندگی سے جسم چھوڑ کر روحانی زندگی میں روح کے ساتھ چلا جاتا ہے، ماڈی اور روحانی زندگی کے درمیان موت ایک دیوار ہے، موت سے روح میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، صرف ظاہری ہیئت بدل جاتی ہے، موت دنیا کی زندگی کا اختتام ہے اور برزخی زندگی اور آخرت کی زندگی کا آغاز ہے۔

جب اللہ تعالیٰ حکیم و دانا ہے اور اس کا کوئی کام بیکار اور عبث نہیں ہوتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ سورج، چاند، زمین، آسمان کو تو ہزاروں سالوں زندہ رکھے اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے، سب سے اعلیٰ مخلوق ہے وہ دنیا کی زندگی میں چند سالوں زندہ رہ کر یونہی موت کے ساتھ بلا مقصد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے یا فنا کر دیا جائے، اور یہ کائنات بغیر کسی مقصد کے یونہی ختم کر دی جائے تو یہ بات عقل کے خلاف ہے کوئی سمجھدار آدمی اُسے قبول نہیں کر سکتا۔

آخرت کا یقین بڑھانے کے لئے موت کے ساتھ مرنے کے بعد والے حالات بار بار سنتے رہنا ضروری ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت ہے' حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ مؤمنین میں سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہو اور موت کے بعد آنے والے وقت کے لئے اچھی طرح تیاری کرتا ہو۔ (ابن ماجہ)

عقیدۂ آخرت کا یقین انسان اپنے اندر بڑھانے اور مضبوط کرنے کے لئے بار بار موت کو یاد کرتے رہنا اور مرنے کے بعد عالم برزخ سے لیکر قیامت میدانِ حشر، پل صراط، جنت کی نعمتوں اور دوزخ کی سزاؤں کو بار بار سنتے رہنا' ایک ایمان والے کے لئے عقیدۂ آخرت کو مضبوط کرنے کا بہت آسان طریقہ ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہر روز شام کو علماء وفقہاء حضرت کو جمع کر کے آخرت کے مختلف حالات سنتے رہتے تھے اور روتے ہوئے اللہ سے مغفرت طلب کرتے تھے، توبہ و استغفار کرتے تھے، وہ خود فرماتے تھے کہ میں قبر اور اہل قبر کے متعلق سوچتا رہتا ہوں، اگر کوئی انسان مردے کو تین دن کے بعد قبر کھول کر دیکھ لے تو اس کی حالت اور بربادی پر وحشت اور گھبراہٹ کے اس کے پاس جا نہیں سکتے (انسان جب مرتا ہے تو پیٹ پھول کر پھٹ جاتا ہے، دل، گردے، آنتیں باہر آجاتی ہیں، سب سے پہلے آنکھیں پانی بن کر بہہ جاتی ہیں اور آنکھوں کے سوراخ بن جاتے ہیں، منہ زبان، ناک، ہاتھ اور پاؤں کے گوشت کو کیڑے مکوڑے لپٹ جاتے ہیں، جسم سے سڑھان کی بدبو آتی رہتی ہے، پھر سر کے بال بھی جھڑ جاتے ہیں، آنکھوں کی پلکیں غائب ہو جاتی ہیں، جسم سے خون، چربی نکل کر کیڑوں کی غذاء بن جاتی ہے)۔

انسان موت کو یاد کر کے غور کرے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں انسانوں کو کس کس طرح موت دیتا ہے، کسی کو زلزلے یا طوفان والی موت دیتا ہے، کسی کو ایکسیڈنٹ والی اچانک موت دیتا ہے، کسی کو آگ یا پانی سے موت دیتا ہے، کسی کو بیماری کی حالت میں موت دیتا ہے، کسی کو گناہ کی حالت اور نیند کی حالت میں موت دیتا ہے۔

ہمیشہ اللہ سے عافیت اور اللہ کی رضاء و ایمان اور توبہ و استغفار والی حالت کی موت کی دعاء کرنا، حرام موت سے پناہ مانگے، انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اُسے گویا توبہ کرنے کا موقع، اللہ سے

گناہ معاف کروانے کا موقع ہے، پھر سکرات کو یاد کرے اور سکرات کی تلخیوں اور تکالیف کو یاد رکھے، اور سکرات سے پہلے کلمہ طیبہ پڑھنے کا شوق دل میں رکھے، اللہ سے نیک اور صالحین کی موت نکالنے والے فرشتوں کو بھیجنے کی دعاء کرے، موت کی سختی کو آسان کرنے کی دعاء کرے، کفر وشرک پر خاتمہ سے بچنے کی دعاء کرے، شیطان کی موت کے وقت غلبہ سے نجات کی دعاء کرے، مرنے سے پہلے صحیح توبہ کی توفیق کی دعاء کرے اور بیماری کی حالت میں کثرت سے استغفار کرتا رہے۔

اسی طرح رات دن قبر اور عالم برزخ کے حالات کو ذہن میں رکھے اور منکر نکیر کے سوالات کی تیاری کرتا رہے، عذاب قبر سے پناہ مانگے، قبر کو جنت کا باغ بنانے کی دعاء کرے، قبر کی پہلی منزل میں کامیابی کی دعاء کرتا رہے۔

دنیا میں بعض مسلمان سکرات، برزخ کے حالات کو ہی نہیں مانتے، انہیں عقیدۂ آخرت کا صحیح ادراک نہیں ہوسکتا، اسی طرح میدان حشر قبروں سے زندہ ہونے اور وہاں کی ہولنا کی اور وہاں کی تکالیف کو سنتے رہیں، نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیئے جانے کی دعاء کرتے رہیں، نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر پینے کی دعاء کریں، عرش کا سایہ نصیب ہونے کی دعاء کرتے رہیں، بغیر حساب کتاب جنت میں داخلے کی دعاء کرتے رہیں، حشر کے میدان میں ذلت ورسوائی سے نجات کی دعاء مانگتے رہیں۔

اس سے عقیدۂ آخرت ہمیشہ یاد رہے گا، جنت اور دوزخ کے انعامات وعذابات کا پورا نقشہ ذہن نشین رکھ کر دوزخ کی آگ سے ہر نماز میں پناہ مانگتے رہیں، جنت الفردوس ملنے کی دعاء مانگیں، جنت کی نعمتیں اور جنت میں اللہ کا دیدار مانگیں، اندھا اور بہرا اٹھائے جانے سے پناہ مانگیں، کفار و مشرکین اور منافقین کی جماعتوں سے علاحدہ رکھنے اور ان کے ساتھ حشر سے نجات کی دعاء کریں، پل صراط پر ایمان کی روشنی مانگیں اور اس پر چلنا آسان کرنے کی دعاء کریں۔

انسان کو ضمیر عطا کرنا آخرت کے یقین کا بہت بڑا ثبوت ہے:

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ٥ (القیامۃ:۲) قسم کھاتا ہوں میں ملامت کرنے والے نفس کی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ اس طرح تخلیق کیا ہے کہ چاہے وہ ایمان نہ بھی لائے یا آخرت کو نہ بھی مانے، ہر انسان کے اندر ایک انسان چھپا ہوا ہے' جس کو ضمیر یا نفس لوّامہ کہتے ہیں، ضمیر کی خاصیت اللہ نے یہ رکھی ہے کہ اگر انسان اپنی مرضی اور چاہت سے غلط اور برا کام کرے تو ضمیر یعنی

نفس لوامہ اندر سے اس کو فوراً غلطی کا احساس دلاتا ہے اور انسان کو اس کے بُرے عمل پر ملامت کرتا ہے، یہ کیفیت ایمان اور غیر ایمان والوں دونوں میں رہتی ہے۔

اسی وجہ سے اگر انسان ایمان والا ہو تو دل کے ملامت کرنے پر آخرت کے خوف سے فوراً اللہ سے رجوع ہو کر گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے، اگر ایمان والا نہ ہو اور اس کو آخرت کا یقین نہ ہو تو وہ ضمیر کے ٹھوکنے کے باوجود گناہ کرتا رہتا ہے، چنانچہ اس پر ایک وقت ایسا آتا ہے ضمیر اس کو ٹھوکنا چھوڑ دیتا ہے اور گناہ کا عمل اس کی عادت بن جاتی ہے، اور وہ نفس امارہ کا شکار ہو جاتا ہے، نفس امارہ ایک ایسا نفس ہے جو انسان کو برائی کی طرف مائل کرتا ہے، یعنی شر کے کام کی ترغیب دیتا ہے اور نفس لوّامہ انسان کو نیکی کی ترغیب دیتا ہے، انسان میں خیر اور شر دونوں کی طاقتوں کا ہونا گویا کھلے طور پر آخرت کے ہونے کا ثبوت ہے۔

اگر آخرت نہ ہوتی تو یہ دونوں طاقتیں جنوں اور انسانوں کے پاس نہ ہوتیں، دوسری تمام مخلوقات ان دونوں طاقتوں سے خالی ہیں، اس لئے کہ ان کو آخرت میں حساب و کتاب نہیں ہے، وہ اپنی فطرت کے تحت اللہ کی اطاعت ہی اطاعت کرتے ہیں، ان کے پاس نافرمانی کا جذبہ ہی نہیں، ان کا کوئی بھی عمل نہ نیکی ہے اور نہ گناہ۔

جب انسان نفس امارہ کا شکار رہتا ہے تو انسان کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ آخرت میں جواب دہی کا احساس دلایا جاتا ہے اور ایمان کی حقیقت سمجھائی جاتی ہے' تو پھر ضمیر دوبارہ جاگ اُٹھتا ہے اور نفس لوامہ اس کو گناہ سے توبہ کر کے ایمان قبول کرنے کی طرف راغب کرتا ہے، اسی لئے انسان کو سدھرنے اور سنبھلنے کے لئے سکرات تک موقع دیا گیا تاکہ وہ ضمیر کی آواز پر حق کا ساتھ دے اور آخرت میں ناکامی سے بچ جائے۔

نیکی وبدی کی طاقتیں انسان کی فطرت میں ودیعت کردی گئی ہیں

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ٥ (الشمس:۸)

پھر اس کے دل میں وہ بات بھی ڈال دی جو اس کے لئے بدکاری کی ہے
اور وہ بھی جو اس کے لئے پرہیزگاری کی ہے۔

دنیا کی زندگی میں انسان بغیر وحی کی تعلیم اور آخرت پر ایمان لائے بغیر بہت سے اعمال کو اپنی

فطرت کے مطابق غلط، برا اور گناہ سمجھتا ہے، اور اس کو اختیار کرنے تیار نہیں ہوتا، مثلاً انسان چاہے غیر ایمان والا ہی کیوں نہ ہو اپنی فطرت کے خلاف لوگوں کے سامنے ننگاہ ہونا یا کپڑے اُتارنا پسند نہیں کرتا، اس کو بُرا اور اخلاقِ رذیلہ سمجھتا ہے، انسان سب لوگوں کے سامنے فطرتاً بول و براز کرنا بُرا سمجھتا ہے، اس کو بے شرمی و بے حیائی تصور کرتا ہے، غیر مسلم عورت چاہے کتنے ہی کم کپڑے کیوں نہ پہنے، مگر اپنی شرمگاہ اور جسم کے ابھاروں کو کھلے رکھنے میں شرم محسوس کرتی ہے، انسان اپنی بیٹی بہن اور بیوی کو غیر مردوں سے محبت کرنا، اس کی چاہت رکھنے کو بہت برا تصور کرتا ہے، اکثر ان واقعات میں قتل تک کر دیتا ہے، انسان فطرتاً مردار کھانا، سڑھا گلا کھانا، کسی جاندار کا پیشاب پاخانہ کھانا اور پینا پسند نہیں کرتا اور اپنے جسم کو بول و براز لگائے رکھنے کو بُرا محسوس کر کے بچنا چاہتا ہے، یہ اور چیز ہے کہ کسی انسان کو بچپن سے پاخانے سے بچنے اور صاف ستھرا رہنے کی تعلیم دی جائے، مگر پیشاب سے احتیاط کی تعلیم نہ دی جائے تو وہ پاخانے سے تو صاف ستھرا رہے گا اور نفرت کرے گا، مگر پیشاب لگائے پھرنا برا نہیں سمجھتا۔

اسی طرح فطرتاً جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، چوری کرنا، ناانصافی کرنا ظلم کرنا، فساد مچانا، گالی گلوج کرنا، غرور و تکبر کرنا، دھوکہ دینا، امانت میں خیانت کرنا، رشوت لینا، ناحق کسی کا قتل کرنا، اپنی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کو غیر مردوں کے سامنے ناچنے گانے لگوانا، ان کو دوسروں کی بدنگاہی کا نشانہ بننے دینا، ان سے مذاق دل لگی کا موقع دینا، غیر مردوں یا عورتوں سے نفسانی خواہش پوری کرنا، زنا کرنا، یہ سب کام گندے برے سمجھتا اور شریف اچھے انسانوں کے اعمال نہ سمجھتا اخلاق رذیلہ سمجھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص زنا کی اجازت مانگنے آیا، حضور اکرم ﷺ نے اُسے سمجھایا کہ اگر کوئی زنا کا عمل تمہاری ماں، بیٹی اور بہن کے ساتھ کرے تو کیا تم برداشت کرو گے؟ اس نے کہا: نہیں کر سکتا! تو پھر تم وہی عمل دوسرے کی بہن، بیٹی اور ماں کے ساتھ کرو گے تو وہ کیسے برداشت کرے گا؟

ذرا غور کیجئے! جو لوگ شرک کرتے ہیں ان کا بھی ضمیر اندر سے اس عمل پر مطمئن نہیں رہتا، وہ باوجود اس عمل سے راضی نہ رہنے کے اندھی تقلید میں شرک کرتے ہیں، زنا، شراب، جوا، قتل، ناچ گانا، چوری، بے پردگی کا ارتکاب کرنے والوں کو بھی ضمیر اندر سے ملامت کرتا رہتا ہے، مگر وہ ضمیر کی آواز کے خلاف یہ سب کام کرتے ہیں، ان کو ان اعمال پر سکونِ قلب نہیں حاصل ہوتا۔

اسلام نے جتنے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا اور جتنے کاموں کے کرنے سے روکا ہے وہ سب انسان کی فطرت اور ضمیر ہی کے مطابق ہیں، اور یہ اعمال کرنے سے پہلے ضمیر انسان کو ان کے

صحیح یا غلط ہونے کا احساس دلاتا ہے، ضمیر جب بُرے کام مسلسل کرنے کی وجہ سے دب جاتا ہے تو انسان میں گناہ اور نیکی کا تصور ختم ہو جاتا ہے، انسان گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا، اس کا عادی بن جاتا ہے، آخرت کے عذاب کی پرواہ نہیں کرتا، اس کو گناہ کے کاموں میں لذت محسوس ہوتی ہے۔

دنیا کی ہر چیز کی ضد اور جوڑا ہونا آخرت کا ثبوت ہے

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ٥ (الذاریات: ۴۹)

اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کئے ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

دنیا میں اللہ نے محض آخرت کے امتحان ہی کے لئے ہر چیز کو اس کے ضد کے ساتھ ساتھ جوڑا جوڑا رکھی ہے اور ہر چیز کا ضد اور جوڑا ہونا دراصل آخرت کے امتحان کا کھلا ثبوت ہے، انسان خود جب دنیا میں کوئی امتحان لیتا ہے تو اس میں صحیح اور غلط دونوں (ضد اور جوڑا) سوالات ہوتے ہیں، اور ہر چیز کا صحیح یا غلط رکھنا کوئی بیکار اور بے مقصد نہیں ہوتا، اسی سے انسان کا شعور سمجھ میں آتا ہے اور وہ کامیاب یا ناکام قرار پاتا ہے۔

اسی طرح دنیا کی اس زندگی میں اللہ نے امتحان ہی کی خاطر ہر چیز کی ضد اور جوڑا رکھا ہے، اور انسان کو ان دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی آزادی و اختیار دیا ہے، مثلاً ایمان کے ساتھ کفر و شرک، نیکی اور بدی، اعمالِ صالحہ اور اعمالِ رذیلہ، اسلام و غیر اسلام، حق و باطل، پیغمبر کے مقابلے شیطان، تقویٰ کے ساتھ فسق و فجور، انصاف و ظلم، حرام و حلال، دنیا و آخرت، جنت کے ساتھ دوزخ، جزاء کے ساتھ سزاء، دنیا کے ساتھ آخرت کا جوڑا ہے، جس طرح مرد کے ساتھ عورت ضد اور جوڑا ہے، جوڑے کا ہر فرد دوسرے کی ضد ہے، اسی وجہ سے وہ اپنے تخلیقی مقصد کو مقصد تک پہنچا سکتے ہیں، کائنات کی تمام چیزیں اسی ضد اور جوڑا بننے سے وہ نفع بخش اور فیض پہنچا رہے ہیں۔

اگر کسی ایک کو جوڑے سے الگ کر دیا جائے تو وہ ناقص اور نامکمل ہو جاتا ہے اور نفع بخش باقی نہیں رہتا، مثلاً جانداروں میں پرندوں، چرندوں کو لے لیجئے، یا انسانوں میں مرد اور عورت کو لے لیجئے، اگر جوڑے سے مرد کو الگ کر دیا جائے تو عورت کا وجود ناقص و نامکمل اور بے مقصد ہو جائے گا یا عورت یا مادہ کو مرد یا نر سے الگ کر دیا جائے، پھر وحسن و جمال بے نقاب نہیں ہوسکتا، مرد یا نر ناقص و نامکمل اور بے مقصد رہ جائیں گے، اسی طرح دن اور رات کا جوڑا ہے، صرف دن ہی

کو رکھا جائے اور رات نہ ہو تو دن نفع بخش نہیں بن سکتا یا صرف رات ہی رات رہے تو دن کا حسن و جمال نظر نہ آئے گا اور بے مقصد ہو جائے گا، ہر کوئی ایک دوسرے کا محتاج ہے۔

آگ اور پانی کو لے لیجئے! آکسیجن اور ہائیڈروجن H_2O سے پانی بنتا ہے، پھر اسی پانی سے آگ بجھتی ہے، حالانکہ دونوں کو الگ کر دیا جائے تو دونوں جلانے کا کام کرتے ہیں، ملے رہنے سے اپنا حسن و خوبی ظاہر کر کے نفع بخش بنتے ہیں، جانداروں کے لئے آکسیجن سانس بن کر اندر جاتی ہے، کاربن ڈائی آکسائیڈ کی ضد بن کر نکلتی ہے جو درختوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

مولانا حمید الدین فراہیؒ لکھتے ہیں: ''جنہوں نے اس دنیا کی ہر چیز کو صرف اس کی اکہری حالت میں دیکھا' دوہری حالت میں نہیں دیکھا' یعنی ان کی نگاہ جوڑے کے صرف ایک ہی فرد پر پڑی ہے، دوسرے فرد کو وہ نہیں دیکھ سکے ہیں، ان پر اس کائنات کا اصل حسن و جمال بے نقاب نہ ہو سکا اور اس سبب سے وہ طرح طرح کی غلطیوں میں پڑ گئے ہیں۔''

چنانچہ جو انسان صرف دنیا پر نظر جمائے گا وہ آخرت کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے، آخرت کا حسن و جمال سمجھنے کے لئے اُسے دنیا کو آخرت کا جوڑا ماننا پڑے گا، اور جوڑوں کو ماننے ہی سے چیز کا مقصد اور غرض و غایت سمجھ میں آسکتی ہے، آخرت کا انکار کر کے صرف دنیا ہی کو سب کچھ ماننے سے زندگی میں حسن و خوبی اور جمال و کمال پیدا نہیں ہوتا، آخرت نہ ہو تو دنیا کی زندگی بیکار ہو جائے گی، آخرت کی کامیابی اور ناکامی کا مکمل دارومدار دنیا پر ہے، دنیا ہی سے آخرت جڑی ہوئی ہے، دنیا ہی سے آخرت یا تو کمائی جاسکتی ہے یا برباد کی جاسکتی ہے، دنیا ہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے، آخرت دنیا کا اصل مواد اور پروڈکشن ہے، وہاں انسان کو اپنے دنیا ہی کے کردار کے مطابق زندگی ملے گی، جس کو انسان اپنے عمل سے دنیا میں اختیار کر کے اس کے ہونے کی تصدیق کیا، جس طرح انسان دنیا میں اچھی بری غذائیں کھاتا ہے تو اس کے اثرات اس کے جسم اور صحت پر ظاہر ہوتے ہیں' اسی طرح انسان کے اچھے برے اعمال کے اثرات آخرت میں جنت یا جہنم کی شکل میں ظاہر ہوں گے، اس لئے دنیا' آخرت کا جوڑا ہونا ضروری ہے۔

اگر دنیا میں صرف توحید ہی ہوتی اور شرک نہ ہوتا تو توحید کی لذت، حقیقت اور توحید سے اللہ کے ساتھ تعلق کا شعوری احساس نہ ہوتا، خیر و شر ہی کی وجہ سے انسان جد و جہد اور مجاہدہ کر کے اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

اگر دنیا میں وحی الٰہی نہ آتی اور باطل ہی باطل ہوتا تو انسان کو ہدایت الٰہی کی لذت اور زندگی کا حسن نہ ملتا، وہ بجائے روشنی کے اندھیروں میں زندگی گذارتا۔

اگر دنیا میں شیطان ہی ہوتا اور پیغمبر نہ آتے تو انسان کو اللہ کی مرضیات و نامرضیات اور اطاعت و بندگی کا حسن و جمال اور اعمالِ صالحہ ہی نہ ملتے اور وہ شیطانی، ناپاک، باغیانہ اور اخلاقِ رذیلہ و بدعملی والی زندگی گذارتا۔

اگر دنیا میں حلال و حرام نہ ہوتا اور اس کی سمجھ نہ دی جاتی تو انسان حرام چیزوں کی وقتی لذتوں میں گرفتا ہو کر حرام کاری کرتا، زنا کے ساتھ نکاح، شراب کے مقابلے پھلوں کے مشروبات، سود کے مقابلے تجارت نہ ہوتی تو انسان حلال کو چھوڑ کر حرام ہی کو اختیار کیا ہوا ہوتا، اور اپنی جان و مال اللہ پر قربان نہ کرتا، حرام کے ساتھ حلال ہونے سے حلال کی لذت و پاکیزگی سمجھ سکتا ہے۔

اسی طرح اگر دنیا کے ساتھ آخرت کو ضد اور جوڑا نہ بنایا جاتا تو نیک انسان اور بدانسان برابر ہو جاتے، نہ نیک لوگوں کو نیکی کا پورا پورا اجر و ثواب ملتا اور نہ بدانسانوں کو ان کے گناہوں پر پوری پوری سزاء ملتی، اس لئے کہ اکیلی دنیا میں نیکی پر مبارکبادی و انعام اور بدی پر کوئی پکڑ اور سزاء ہی نہیں، آخرت نہ ہوتی تو نیکی کرنا بیکار ہو جاتا، برے کو برائی پر کوئی سزا نہ ملتی۔

جنت دوزخ ہی کی وجہ سے جنت اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کا اظہار کرے گی اور دوزخ اللہ کے غضب و قہاریت کو ظاہر کرے گی۔

آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لئے ان باتوں کو ذہن میں رکھئے:

حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہم السلام اور اصحابِ کہف کے واقعات آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لئے بھی سمجھائے گئے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کر کے بات کرنے کے لئے مٹی کے پرندوں میں اللہ کے حکم سے پھونک مارتے ہی جان پیدا ہو جانے کے معجزات کا ذکر کر کے انسانوں کو گویا یہ بھی تعلیم دی کہ جو بندہ اللہ ہی کے حکم سے مردے کو زندہ کر کے بات کر سکتا ہے اور جو بے جان مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر جاندار بنا سکتا ہے اور کوڑھی، گنجے انسانوں کو صحت مند بنا سکتا ہے، تو کیا اس بندے کا خالق، جو ہر چیز کی تخلیق بغیر اسباب کے اور اسباب کے ذریعہ کرتا ہے، کیا وہ انسانوں کو ہزروں سال بعد دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ بیشک کر سکتا ہے!

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کے دوبارہ زندہ کرنے پر تعجب کے سوال پر ان کو اور ان کے گدھے کو موت دے دی اور ان کو سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور ان کے توشے میں جو غذاء تھی اُسے سو سال تک تر وتازہ رکھا اور گدھے کے ڈھانچے کو چورا چورا کر کے انسانوں کو بھی یہ تعلیم دی کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، کسی چیز کو تر وتازہ رکھ سکتا ہے اور کسی کو بوسیدہ ہڈیاں بنا سکتا ہے اور کسی کو موت کے بعد دوبارہ صحیح سلامت زندہ کر سکتا ہے۔

☆ اسی طرح اصحاب کہف کے واقعہ کو بیان کر کے مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ وہ زندہ انسانوں کو تین سو نو سال تک نیند میں سُلا کر ان کے جسم، کپڑوں اور اعضاء کو محفوظ رکھ کر بغیر غذاء کے زندہ رکھ سکتا ہے، پھر نیند سے صحیح سلامت بیدار کر سکتا ہے، اور ان کو تین سو سال سونے کا احساس ہی پیدا نہیں ہونے دے کہ صرف ایک دن یا چند دن کا احساس دلا سکتا ہے۔

☆ سورۃ البقرہ میں گائے کے واقعہ کو بیان کر کے گائے کو ذبح کروا کر اس کے گوشت کے ٹکڑے کو میت کے جسم پر لگانے سے مردہ کو زندہ کرنے کا واقعہ بیان کر کے انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی بھی تعلیم دی، ایک طرف گوشت کے ٹکڑے سے میت کو زندہ کیا، مگر اسی گوشت کے ٹکڑے سے بنی اسرائیل گائے کو زندہ نہیں کر سکتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ وہ جس چیز سے جس کو زندہ کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے اور جس کو نہیں کرنا چاہتا نہیں کرتا، گوشت میں زندہ اور مردہ کرنے کی کوئی طاقت نہیں۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوبارہ زندہ ہونے کے یقین کو بڑھانے کے لئے جب اللہ سے دریافت فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے چار پرندوں کو پال کر اپنے سے مانوس کرنے کے بعد ذبح کر کے ان چاروں کے گوشت کی بوٹیوں کو ملا دینے کے بعد پھر مختلف سمتوں میں تھوڑا تھوڑا ان کا ملا ہوا گوشت رکھ کر، پھر ان کو آواز دے کر بلانے کا حکم دیا، تو حضرت ابراہیمؑ نے ویسے ہی کیا، ان کی آواز پر ہر طرف سے پرندوں کے جسم کے ٹکڑے آ کر مل گئے اور وہ پرندے پھر اپنی اپنی شکلوں میں بعینہٖ اپنی جنس میں زندہ ہو کر اڑ گئے، یہ سارے واقعات انسانوں کو دوبارہ زندہ ہونے کا یقین پیدا کرنے کو سمجھایا گیا۔

انسان کے جسم پر زخم آتا ہے، وہ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو جاتا ہے مگر جسم کا گوشت پھر اپنی جگہ برابر ہو جاتا ہے، درخت کے بار بار پتے، ڈالیاں کاٹنے کے باوجود پھر تر وتازہ ہو جاتا ہے، انسان کا جسم بچپن میں الگ ہوتا ہے، جوانی میں الگ ہوتا ہے، پھر بوڑھاپے میں الگ ہو جاتا ہے، کیا یہ سب

اللہ کی قدرت کے کرشمے انسانوں کو نظر نہیں آتے ؟

دوبارہ زندہ ہونے کا یقین پیدا کرنے کے لئے یہ مثالیں یاد رکھئے!

☆ جانور جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم پر کپڑا نہیں ہوتا، ان کے چمڑے اور کھال جسم ہی کے ساتھ بڑھتے رہتے ہیں، کبھی میلے نہیں ہوتے، ان کو اپنی چمڑی یا کھال بدلنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، ان کو سینگیں جوان ہونے کے بعد نکلتی ہیں، ان کی آواز بھی جوان ہونے کے بعد بدل جاتی ہے۔

☆ پرندے جب انڈے دیتے ہیں تو پرندوں کے انڈے ماں کے پیٹ سے بالکل علاحدہ ہو جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ انڈوں میں ماں باپ کی پوری شکل وصورت پیدا فرماتا ہے، صفات و عادات سب ماں باپ کی طرح رکھتا ہے، مگر انسانوں میں ایک ہی ماں باپ کے چار بچے ہوں تو ان کی شکل وصورت، طبیعت ومزاج اور صفات، عقل وفہم سب الگ الگ رکھتا ہے، جبکہ پرندوں کے بچے ماں باپ کی ھو بہو کاپی اور عکس ہوتے ہیں، اور انسانوں کی صورتیں، آواز، عادات واخلاق، اعضاء وجوارح ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔

☆ اسی طرح درخت سے پھل نکلتے ہیں اور پھل ٹوٹنے کے بعد بیج بھی درخت سے علاحدہ ہو جاتے ہیں، کئی سالوں تک بیج سوکھے پڑے رہنے کے بعد جب ان کو زمین میں بویا جاتا ہے تو وہ بیج جس پودے اور درخت کے ہوتے ہیں اپنے ہی اقسام کے پتے، ڈالیاں، پھل اور پھول، خوشبو والے درخت اور پودے بنتے ہیں، وہ اپنے ہی اقسام کے عکس اور کاپی ہوتے ہیں، جبکہ بیج میں درختوں اور پودوں کی کوئی بھی شکل وصورت اور نمونے نہیں ہوتے، حالانکہ بعض بیج باریک دانوں کی طرح ہوتے ہیں، مرغی اور بطخ کے انڈے اگر مرغی سینکے تو بطخ کے انڈوں سے بطخ کے بچے مرغی کے انڈوں سے مرغی کے بچے ہی نکلتے ہیں، کیا یہ اللہ کی قدرت کے نمونے' اور دوبارہ زندہ کرنے کے لئے دلیل کے طور پر انسانوں کو سمجھ میں نہیں آتے ؟

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے اللہ تعالیٰ نے چاول، گیہوں، اناج، ترکاریوں، پھل پھلاری جس شکل وصورت میں، جس لمبائی اور جسامت کے ساتھ پیدا کیا تھا آج ہزاروں سال بعد بھی وہ سب چیزیں ویسے ہی پیدا کر رہا ہے، جبکہ درخت پودے، کاٹنے کے بعد دھان اور بیج الگ الگ کر دئے جاتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ کیا زمانہ گذرنے کے بعد چاول، گیہوں، ترکاریاں وغیرہ

کی شکل وصورت تبدیل ہوگئی؟ کیا وہ پہلے الگ شکل وصورت کے تھے اور اب الگ شکل کے بن گئے ہیں؟ نہیں! بلکہ ہزاروں سالوں سے ایک ہی شکل وصورت میں ہو بہو ویسے ہی اللہ تعالیٰ پیدا فرمارہا ہے، بیجوں کو درختوں سے الگ کرنے کے باوجود ہر دانہ ویسا ہی پیدا کر رہا ہے۔

☆ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کے زمانے میں جانور پیدا کیا، اس زمانے میں ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، شیر، ببر، بکری، گدھے وغیرہ جس شکل وصورت میں اور جس قد اور لمبائی اور جس فطرت وطبیعت کے ہوتے تھے ہزاروں سال بعد بھی اللہ تعالیٰ انہیں اسی طرح پیدا فرمارہا ہے، ان میں رتی برابر کوئی تبدیلی نہیں۔

وہ ہزاروں سال پہلے جیسے پیدا ہوتے تھے ویسے ہی شکل وصورت اور رنگ وقد کے آج بھی پید ہورہے ہیں، جبکہ تمام جانور ماں باپ، نراور مادہ مرنے کے باوجود صرف ہر ایک کے پانی کا قطرہ خون ونطفہ سے پیدا ہورہے ہیں، نطفہ اور خون میں نراور مادہ کی کوئی شباہت اور صفات نہیں ہوتی، ہر بچہ پیدا ہوکر بغیر کسی بیرونی تربیت کے نراور مادہ ہی کی طرح نقل کرتا ہے، یہ سب اسباب میں قدرت کی نشانیاں انسانوں کو احساس دلا رہی ہیں کہ وہ ایک دن انسانوں اور جنوں کو دوبارہ موجودہ شکل وصورت کے ساتھ اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح وہ آج دنیا میں ہیں، پورے جسم اور روح کے ساتھ پیدا کرے گا۔

جب وہ مردہ زمین کو بار بار مردہ کر کے زندگی دے سکتا ہے، جب وہ مردہ بیج کو لہلہاتے پودوں میں تبدیل کرسکتا ہے، جب وہ سورج اور چاند کو چمکنے کے وقت بے نور کرسکتا ہے، اور دن ختم کر کے رات لاتا ہے اور رات ختم کر کے دن بار بار لاتا ہے، جب وہ پانی کو برف بنا کر یا بھانپ بنا کر اڑاتا ہے اور پھر دوبارہ پانی بنا سکتا ہے، جانداروں کو ہر روز نیند دے کر پھر زندہ کرسکتا ہے تو اس کے لئے انسانوں کو مردہ کر کے دوبارہ زندہ کرنا مشکل کیوں ہوگا؟ وہ تو اکیلا ہی خالق ہے، اپنی چیز کو توڑ کر پھر بنا سکتا ہے۔

انسانوں اور جانداروں کے جسموں میں اس نے خلیے پیدا کئے اور یہ خلیے ہر دن مرتے ہی رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کی جگہ نئے خلیے پیدا کرتا ہی رہتا ہے، انسانوں کے جسم میں نیا خون آتا ہی رہتا ہے، درختوں کو کاٹنے کے باوجود نئے نئے پتے، ڈالیاں اور پھول وپھل پیدا کرتا ہی رہتا ہے، جب وہ چمڑے پر بال اُگا سکتا ہے، پانی پر بیل پودے پیدا کرسکتا ہے، بغیر ماں باپ کے حضرت آدم وحوا کو پیدا کرسکتا ہے، بغیر باپ کے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا کرسکتا ہے، اور گندی میں

بغیر نر و مادہ کے کیڑے اور جگنو جیسی چیزیں پیدا کرسکتا ہے، بغیر نر و مادہ کے پھولوں، پھلوں اور ترکاریوں میں کیڑے پیدا کرسکتا ہے، بغیر مرغ کے فیڈ سے مرغی کو انڈے دینے کے قابل بناسکتا ہے، تو اس کو جو انسان وجود میں آگیا مردہ کرکے دوبارہ زندہ کرنا کونسا مشکل کام ہے؟ وہ کسی چیز کو پیدا کرنے یا دوبارہ بنانے کے لئے صرف ''کُن'' کہتا ہے تو وہ ہوجاتی ہے، وہ مخلوقات کی طرح مجبور ومحتاج نہیں، اس کو کسی کام میں مشکل اور محتاجی نہیں، وہ ہر چیز پر ہر اعتبار سے قادر ہے۔

دنیا میں جانداروں کی پرورش بے جان مردہ چیزوں سے ہورہی ہے:

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کیجئے کہ جس خالق نے انسانوں کے جسم کو دنیا میں پرورش کرنے، نسل بڑھانے اور زندہ رکھنے کے لئے کیلشیم، میگنیشیم، آیوڈین، زنک، لوہا، گلوکوس، کلورین، سوڈیم، کاپر، پوٹاشیم وغیرہ جیسی چیزیں ہر روز غذاؤں، پھلوں، پھولوں اور ترکاریوں وغیرہ کے ذریعہ کھلا رہا ہے، کیا ان چیزوں میں زندگی پیدا کرنے کے کوئی آثار ہیں؟ کیا یہ چیزیں جانداروں میں جا کر بال بناسکتی ہیں؟ زبان میں بات کرنے کی طاقت دے سکتی ہیں؟ کانوں میں سننے کی طاقت پیدا کرسکتی ہیں، کیا آنکھوں میں بصارت پیدا کرسکتی ہیں، جبکہ انسان پیدا ہونے کے چند ماہ وسال بعد ان اعضاء سے کام لے سکتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ کیا چاول، گیہوں، ترکاریاں، غلہ، پھل پھلاری میں انسان کے اعضاء انگلیوں کی جگہ انگلیاں، کان کی جگہ کان، آنکھوں کی جگہ آنکھیں، پیروں کی جگہ پیر، دل کی جگہ دل، گردوں کے جگہ گردے بہرحال جو عضو جس جگہ ہونا ہے وہیں بنانے، گوشت، ہڈی، خون اور رگیں بنانے کی صلاحیت ہے، حالانکہ یہ تمام غذائیں بے جان ہوتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ بے جان اور مردہ چیزوں سے 70-80 سال تک انسانوں اور جانداروں کو زندگی دیتا رہتا ہے، کیا یہ تمام غذائیں سوچنے سمجھنے، خواہشات وارادے کی طاقت پیدا کرسکتی ہیں، بوڑھاپے میں یہ تمام غذائیں کھانے کے باوجود اعضاء اپنا کام نہیں کرسکتے۔

انسان جب نیند لیتا ہے تو اس کا پورا جسم سوجاتا ہے، مگر دل برابر کام کرتا رہتا ہے، جس سے دورانِ خون پورے جسم میں جاری رہتا ہے، کیا انسان کو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہ نیند جیسی چھوٹی موت کے حوالے ہوجانے کے بعد کون اس کے جسم میں دل کو حرکت میں رکھ کر دورانِ خون جاری رکھتا ہے؟ جب موت کا وقت آتا ہے تو ہوا میں آکسیجن ہونے اور پھیپھڑے کام کرنے

کے باوجود کون ہوا کو ناک کے ذریعہ اندر جانے سے روکتا ہے؟

آکسیجن کیا ہے؟ ایک ہوا کا نام ہے، پانی کیا ہے؟ ایک مادّی چیز کا نام ہے، کیا ان میں انسان بنانے کی صلاحیت نظر آتی ہے، جب موت کے وقت آکسیجن کے سلینڈر چڑھائے جاتے ہیں تب وہ کیونکر مر جاتا ہے؟ اگر آکسیجن میں زندہ رکھنے کی صلاحیت ہوتی تو انسان کبھی نہیں مرنا چاہئے تھا، بیشک یہ سب اللہ کا نظام ہے، وہ انسانوں کو موت بھی دیتا ہے، پھر دوبارہ زندہ بھی کرسکتا ہے اور یہ قدرت صرف اُسی اکیلے میں ہے، وہ ضرور انسانوں کو دوبارہ زندہ کرکے ان کی زندگی کا حساب لے گا۔

آخرت میں انسانوں اور جنات کا حساب لینا بھی عین فطرت کے مطابق ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی یہ فطرت جب یہ بنائی کہ وہ اپنا مال یا جائیداد یا کاروبار یا حکومت کے انتظامات حکومت کے کارندوں کے حوالے کرتا ہے اور ہر حکومت' اپنے محکموں کی جانچ کرتی ہے، ان کے حسابات جانچے جاتے ہیں، مال اور اختیارات کا صحیح اور غلط استعمال ہوا ہے کہ نہیں، جانچا جاتا ہے تو کیا انسانوں کا خالق انسانوں اور جنات کو دنیا کی مختلف مخلوقات پر تصرف اور قدرت کے اختیارات دے کر انسان کو مختلف نعمتیں سپرد کرکے انسان کو ماننے یا نہ ماننے کی آزادی دے کر یونہی چھوڑ دے گا، جب انسان خود اپنے مال کے ایک ایک پیسے کا حساب گن گن کرلیتا ہے تو مالکِ کائنات اتنی بڑی دنیا اس کے لئے بنا کر بغیر حساب لئے اُسے چھوڑ دے گا۔

دنیا کی انسانی حکومتوں میں شرک، کفر، فسق وفجور اور منافقت وبغاوت، کتابِ الٰہی کی نافرمانی، پیغمبروں کے ساتھ بُرا سلوک، حقوق کی تلفی، گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ پر کوئی قانون نہیں، نہ کوئی حکومت' عوام سے اس کا حساب لیتی ہے اور انسان کو مرنے تک اپنے ان اعمال کی سزاء بھی نہیں ملتی، تقویٰ اور پرہیزگاری، نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، حج کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، زنا نہ کرنے، شراب نہ پینے، چوری نہ کرنے، جھوٹ نہ بولنے، قتل نہ کرنے وغیرہ پر کوئی حکومت کسی انسان کو ان اعمال کا حساب کرکے اجرو ثواب نہیں دیتی، اور جو انسان ان اعمال کو مصیبت وتکالیف اور پریشانیاں برداشت کرکے زندگی گذار کر چلا جاتا ہے' اس کو پورا پورا اجر وثواب بھی نہیں ملتا، وہ خود چاہتا ہے کہ اچھے کو اچھائی کا اور برے کو برائی کا بدلہ ملے، اس لئے انسانوں کی زندگی کا حساب لینا یہ انسان کی عین فطرت ہی کے مطابق ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد زندگی کے حساب لینے کا یہ طریقہ نہ رکھتا تو انسان کی زندگی دنیا میں بیکار ہوجاتی، ہر نیک اور اچھا کام کرنے والے کا عمل ضائع ہوجاتا، دنیا میں نیکی اور برائی

کرنے والے دونوں برابر ہو جاتے، نیک اور بد دونوں برابر ہو جاتے، کوئی بھی نیکی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی انسان کو کسی کام کی ڈیوٹی پر لگا دیا جائے اور کہا جائے کہ اگر تم یہ کام کرو یا نہ کرو پھر بھی تم کو کھانا، کپڑا رہنے کے لئے ٹھکانہ ضرور ملے گا، کوئی معاوضہ انعام یا سزاء نہیں ملے گی تو وہ کبھی بھی ڈیوٹی کر کے مصیبت نہیں مول لے گا، بلکہ اس کے برعکس آرام اور عیش و مستی کی طرف رغبت کرے گا، زبردستی اپنے کو ڈیوٹی پر لگا کر محنت نہیں کرے گا، اسی طرح اگر کسی لڑکے کو یہ کہا جائے کہ تم تعلیم حاصل کرو یا نہ کرو تمہیں ضرور پاس کر دیا جائے گا اور ڈگری بھی دیدی جائے گی، تو وہ کبھی بھی پڑھنے کی محنت و کوشش ہی نہیں کرے گا، اسی طرح حساب، جزاء اور سزاء کے خوف سے انسان اطاعت کرتا ہے۔

ایک بیوقوف اور کم عقل آدمی ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ جس حکیم نے اپنی حکمت سے اتنی بڑی کائنات بنائی اور بہت سی مخلوقات پیدا فرما کر اس نے انسان کو اختیار و آزادی، سمجھ بوجھ، خیر و شر، اطاعت و نافرمانی اور بے شمار مخلوقات پر تصرف و اختیارات' بے مقصد دے ڈالے، چاہے انسان اس کی دی ہوئی ان چیزوں کو اچھی طرح استعمال کرے یا غلط انداز میں اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرے، دونوں صورتوں میں اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا، کوئی نیکی کرتے کرتے مرجائے تو بھی مٹی میں مل جائے اور برائیاں کرتے کرتے مرجائے تب بھی مٹی ہی میں مل جائے گا، اچھے کو اچھا اور برے کو بُرا بدلہ نہیں ملے گا، بُرے سے اس کی برائی پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی، یہ بات صرف بیوقوف و نادان انسان ہی کہہ سکتا ہے۔

جنت اور جہنم انسان کی عین فطرت کے مطابق ہے

اللہ نے خود انسان کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ زمین کے انتظامات کو درست رکھنے اور زمین کو فساد سے بچانے کے لئے مجرموں کو پکڑ کر سزاء دے، جرمانے لگائے، چنانچہ انسان اپنی اپنی حکومتوں میں اپنے قانون کی خلاف ورزی کرنے پر مجرم، چور، ڈاکوؤں، شرابیوں، جواریوں، زانیوں، رشوت خوروں، دھوکہ بازوں اور خیانت کرنے والوں، غیر مجاز قابضین کو پکڑتا ہے، ان کے لئے محکمہ پولیس اور عدالت قائم کرتا ہے اور پھر مقدمہ چلا کر مجرموں کو جیل اور جرمانہ کی سزاء بھی دیتا ہے، اور جو لوگ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں' اپنی جان پر کھیل کر حکومت، ملک کے عوام اور

قانون کی حفاظت کرتے ہیں، ان کو وہ انعامات دیتا ہے، ترقیات سے نوازتا ہے، سہولتیں دیتا ہے، ان کے مرتبہ کو عوام میں بلند کرتا ہے، ان کی یادگاریں قائم کرتا ہے۔

ذرا غور کیجئے جب انسان اپنے ملک و قانون کی حفاظت کرنے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے تو انسانوں کا خالق تو انسانوں کے اچھے اعمال کا بے انتہاء قدر دان ہے، بھلا وہ اپنے وفادار بندوں کو اپنی رحمت سے انعام کے طور پر جنت کیوں نہیں دے گا، اور مجرم و بدکار اور نافرمان بندوں کو اس کا بدلہ اور سزاء کیوں نہیں دے گا، اس لئے آخرت میں جنت یا جہنم یہ انسان کی عین فطرت ہی کے مطابق ہے، اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور اچھے کو اچھائی کا اور بُرے کو برائی کا بدلہ دینا عین انصاف ہے، اگر نہ دیا جائے تو ظلم ہو جائے گا، ہر مالک اپنے وفادار نوکر اور غلام کو انعام واجر دیتا ہے۔

اللہ نے دنیا میں جتنی چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان کے اثرات ضرور ہیں، سردی اور گرمی کے موسموں کے اثرات، غذاؤں، پھلوں اور غلوں کے اثرات سورج و چاند کی روشنی کے اثرات، نیند کے اثرات، زہر و آگ کے اثرات، پانی و ہوا کے اثرات وغیرہ، اسی طرح انسانوں کی گفتگو اور رحم کے اثرات، غصہ و حسن سلوک کے اثرات، لڑائی، جھگڑا، دوستی و دشمنی کے اثرات وغیرہ ہیں، ان تمام اعمال کے اثرات کبھی فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں، کبھی دیر سے ظاہر ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ نے روحانی اعمال کے بھی اثرات رکھے ہیں، ہمارے اعمال بغیر اثرات کے نہیں ہوتے، شرک، کفر، فسق و فجور اور منافقت کے اثرات بھی ہیں، نماز نہ پڑھنے، روزہ نہ رکھنے، حج نہ کرنے، زکوٰۃ نہ دینے، زنا، شراب، جوا، قتل، بے پردگی، جھوٹ، غیبت، ناانصافی، سود، رشوت، حرام کے مکمل اثرات آخرت میں جنت یا جہنم کی شکل میں ظاہر ہوں گے، بغیر اثرات کے کوئی عمل نہیں۔

دنیا میں نیک اور بدلوگ الگ الگ کیوں نہیں رکھے گئے؟

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُوْنَ ٥ (الروم: ١٤)

اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز لوگ مختلف قسموں میں بٹ جائیں گے۔

دنیا میں جب ایک اسکول اور کالج ہوتا ہے تو وہاں پڑھنے لکھنے والے اور نہ پڑھنے والے، محنتی اور غیر محنتی، آوارہ اور شریر و شریف دونوں طرح کے بچوں کو ایک ساتھ کلاسیس میں رکھا جاتا

ہے، تا کہ یہ دیکھا جائے کہ امتحان کے لئے کون کامیاب ہونے کی تیاری کرتا ہے یا نہیں، اور کون نا کام ہوتا ہے؟ امتحان ہونے تک دونوں مل جل کر ایک ہی کلاس میں بیٹھتے ہیں، امتحان کی مدت ختم ہونے تک اچھے اور برے دونوں طرح کے بچوں کو پوری آزادی واختیار دیا جاتا ہے، کہ وہ چاہے تو امتحان دینے کے قابل بنیں یا آوارہ گردی وشرارت کریں، امتحان کے دوران بھی کوئی ان کی پکڑ نہیں کرتا اور نہ سزاء دیتا ہے، تمام بچے جو پڑھنے لکھنے والے ہیں اور جو آوارہ نکمے ہوتے ہیں سب مل جل کر ایک کے پیچھے ایک لائن میں بیٹھ کر امتحان گاہ میں موجود رہتے ہیں، مگران کے امتحان کے نتیجہ کا ایک دن مقرر ہوتا ہے، اس دن ان میں کامیاب اور نا کام طلبہ کے الگ الگ گروپ بنا دئے جاتے ہیں، اور دونوں کا مقام الگ الگ کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا کو بھی انسانوں اور جنوں کے لئے امتحان گاہ بنایا ہے، اور اس امتحان گاہ میں اللہ نے ان کو 60-70-80 سال کی عمروں کی شکل میں مہلت عطا فرمائی، اور پھر دونوں کو ایک ساتھ ایک گھر، ایک خاندان میں ملا کر رکھا اور اچھائی وبرائی کا پورا اختیار وآزادی عطا فرمایا، چاہے تو انسان نیکی کر کے جنت کمائے اور چاہے تو برائی کر کے دوزخ کمائے، یعنی اس امتحان گاہ میں خیر اور شر کی آزادی دے رکھی ہے، ان کے اس امتحان کی مدت ختم ہونے تک ان کو احساس نہیں ہوتا کہ وہ کامیابی کی طرف جا رہے ہیں یا نا کامی کی طرف، اس لئے کہ اس مدت میں برائی کرنے والوں کو مزے، آسانیاں، عیش ومستی اور راحت وآرام ملتا رہتا ہے، ان کو عذاب کا احساس نہیں ہوتا اور نہ ان کے گناہوں پر فوراً پکڑ اور سزاء ملتی ہے۔

جیسے ہی ان کی عمریں اس امتحان گاہ میں مکمل ہو جاتی ہیں موت کے ذریعہ ان کو یہاں سے فوراً نکال دیا جاتا ہے، امتحان لینے کے لئے اچھائی اور برائی کے ماحول میں ملا جلا کر ہی رکھنا پڑتا ہے، صحیح اور غلط دونوں سوالات سے امتحان لینا پڑتا ہے، اور اچھائی وبرائی کی پوری آزادی دینا پڑتا ہے، ورنہ امتحان نہیں لیا جا سکتا، مثلاً اچھے اور برے انسانوں کو دو آنکھیں دینا ضروری ہے تب ہی ان سے کہا جا سکتا کہ فلاں چیز دیکھو اور فلاں چیز مت دیکھو، اگر کسی کو آنکھیں ہی نہ دے کر کہا جائے کہ فلاں چیز مت دیکھو تو یہ کہنا درست نہیں۔

اسی طرح دنیا میں گناہ کرتے ہی پکڑ لیا جائے یا آنکھیں اندھی کر دی جائیں اور سزاء فوراً دی جائے تو بھی امتحان نہیں ہوگا، کوئی بھی برائی نہیں کرے گا، ہر کوئی برائی اور اس کی سزاء سے ڈر کر نیکی

کرے گا، دنیا میں تو اللہ نے نیکی اور برائی کی پوری آزادی واختیار ہر ایک کو دیا ہے اور سنبھلنے کے لئے ایک خاص مدت تک مہلتِ عمر بھی دی ہے، مگر دنیا میں اچھے اور برے کا نتیجہ ظاہر نہیں کرتا، اس کا ایک دن آخرت میں مقرر کیا ہے، جب کامیاب اور ناکام لوگوں کا فیصلہ ہوگا تو ان کو الگ الگ کر دیا جائے گا اور اسی وقت جزاء اور سزاء دی جائے گی، جب مجرم اور کامیاب لوگوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔

دنیا میں انسان دنیوی فائدوں کے لئے تکالیف پر صبر وبرداشت کرتا ہے، لیکن آخرت کے فائدے اور جزاء کے لئے صبر نہیں کرتا:

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا o وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقٰى o (الاعلی: ۱۶، ۱۷)

لیکن تم لوگ دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت کہیں زیادہ بہتر ہے اور کہیں زیادہ پائیدار ہے۔

انسان کی عجیب عادت ہے کہ وہ جن جن چیزوں میں دنیا میں فائدہ ملنے کا یقین رکھتا ہے ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے تکالیف جھیلتا ہے اور مصیبتیں برداشت کرتا اور ان پر صبر کرتا ہے، اپنا وقت اور دولت بھی خوب خرچ کرتا ہے۔

مثلاً اولاد کی تعلیم کے لئے خوب محنت کرتا ہے، مشقتوں سے تعلیم دلاتا ہے، محنت کی کمائی ان پر خرچ کرتا ہے، اور لاکھوں روپئے ڈونیشن کے نام پر دے کر ڈاکٹر، انجینئر بناتا ہے، اس تعلیم کے لئے اُسے پچیس تیس سال انتظار اور صبر کرنا پڑتا ہے، کبھی اولاد سے بیزار ہو کر ان کو بچپن ہی سے کمانے کے لئے نوکری پر نہیں لگا دیتا، بلکہ اس امید اور یقین کے ساتھ اولاد کی پرورش کرتا ہے کہ وہ آگے چل کر اعلیٰ اور راحت کی زندگی گذارے گی، بوڑھاپے کا سہارا بنے گی مدد اور مددگار رہے گی۔

انسان کسان بن کر کھیتی کرتا ہے، دن رات ہل جوت کر زمین کو نرم کرتا ہے اور پھر پانی سے سیراب کر کے ہزاروں روپئے کے بیج بوتا ہے، اس امید پر کہ یہ پودے اُسے چھ آٹھ مہینوں بعد ہزاروں من غلہ دیں گے، کبھی پودوں اور درختوں سے بیزار ہو کر انہیں جلا نہیں دیتا، شادی کرتا ہے تو برسوں اولاد کے انتظار میں رہتا ہے، بیمار ہوتا ہے تو صحت کی امید سے علاج پر علاج صبر کے ساتھ کرتا رہتا ہے۔

مگر جب عقیدۂ آخرت میں یقین کمزور ہو جاتا ہے تو مصیبت آتے ہی مصیبت پر صبر نہیں کرتا، بلکہ تقویٰ و پرہیز گاری سے منہ موڑ کر مرنے کے بعد اجر وثواب پر نظر نہ رکھ کر گناہوں کی طرف بڑھ جاتا ہے، ظاہر میں نقد اور فوراً فائدے ملنے کا تو اُسے احساس رہتا ہے، لیکن مرنے کے بعد

آخرت میں اجر وثواب کا احساس ختم کر لیتا ہے، تکالیف جھیل کر آخرت کا انتظار نہیں کرتا، ظاہر میں نماز نہ پڑھ کر، روزہ نہ رکھ کر، زکوٰۃ نہ دے کر، بے پردہ پھرنے میں، آرام ونفسانی لذت پر، نیم برہنہ پھرنے پر، رشوت کے ذریعہ عیش کی زندگی، عمدہ غذائیں، بہترین کپڑے، قیمتی سواریاں ملنے پر فوراً اپنے کو اللہ کی اطاعت سے روک کر کتابِ الٰہی کے خلاف چلتا ہے اور اپنی آخرت کو برباد کر لیتا ہے، لیکن آخرت کے اجر پر صبر نہیں کرتا، نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تکالیف کو برداشت نہیں کرتا۔

ایک انسان عقیدۂ آخرت کو مانتے ہوئے اگر بظاہر دنیا کے ان کاموں سے چمٹا رہے اور وقتی اور عارضی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے تو اس کا یہ عمل اس بات کا ثبوت دے گا کہ اُسے آخرت پر یقین نہیں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا عقلمندوں کے لئے آخرت کی کھیتی ہے اور بیوقوفوں کے لئے سامانِ غفلت ہے، عقلمندوں کے نزدیک نیک اور صالح لوگوں کی مصیبت، صبر، پریشانی اور ناکامی نہیں بلکہ کامیابی کا تصور ہوتا ہے، اور فاسق، فاجر، کافر، مشرک، منافق، باغی اور نافرمانوں کا عیش ومستی اللہ کی نافرمانی وناکامی اور خسارے کا تصور ہوتا ہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ نیکی وبرائی جزا وسزا کے ڈر سے کرتا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی یہ فطرت بنائی کہ وہ ہر اچھا عمل جزاء، فائدہ، ترقی اور انعام حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے، جس میں اس کو جزاء اور انعام نہیں ملتا وہ اس عمل کو اختیار نہیں کرتا، بیکار سمجھتا ہے، اسی طرح جس عمل میں اس کو نقصان، سزاء اور تکلیف ہوتی ہے اس سے وہ بچنا چاہتا ہے، اس سے دور رہتا ہے، اپنے آپ کو نقصان سے بچاتا ہے، یہ اس کی عین فطرت ہے۔

اللہ نے اُسے اسی عین فطرت کے مطابق قرآن وحدیث میں جگہ جگہ جنت کے انعامات اور دوزخ کی سزاؤں کا ذکر کر کے اُسے جنت حاصل کرنے اور جہنم کی سزاؤں سے دور رہنے کی تعلیم دی ہے، اور غیب پر ایمان لا کر آخرت کی تیاری کرنے کی تعلیم دی؛ تاکہ انسان اپنے ہر عمل میں اللہ کے پاس اجر وثواب بھی حاصل کرنے کی نیت رکھے، اللہ کے رحم وکرم اور انعام کو بھی سمجھے اور دنیا میں اللہ کا شکرگذار بندہ بن کر رہے، یا بُرے اعمال پر اللہ تعالیٰ کی سزاؤں کا احساس بھی رکھے، وہ اپنے بُرے اعمال کو جہنم میں بدلہ کے طور پر جان سکے، اگر کوئی انسان قرآن وحدیث میں جنت و جہنم کے حالات پڑھ کر بھی غافل رہے، انجان بنا رہے اور ان حالات کو ذہن سے گم کردے تو اس

کی زندگی پر شیطان حاوی ہوجاتا ہے اور اُسے اللہ کا باغی بنا کر جہنم میں جانے کے قابل بنا دیتا ہے۔

اس لئے انسانوں میں اچھے اور برے اعمال کے حساب سے ڈر، خوف اور امید و یقین کا ہونا عین فطرت کے مطابق اور عین ایمان ہی کا تقاضا ہے، اگر اُسے مرنے کے بعد جزا و سزا نہ ملے تو دنیا کی زندگی اس کے لئے ناکارہ، بیکار اور فضول ہوجائے گی، دنیا میں بھی وہ انسانی قانون سے سزا، جرمانہ اور جیل کی تکلیف سے بچنے کے لئے قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا، آخرت کی تیاری کے لئے اللہ کا ڈر، خوف اور امید و یقین کا ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ انسان بے لگام اونٹ کی طرح زندگی گذارتا ہے۔

آخرت میں جزا و سزا، روح کو ملے گی یا جسم کو؟ جبکہ جسم فناء ہوجاتا ہے اور روح باقی رہتی ہے:

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے ساتھ ہی جسم جلا دیا جاتا ہے یا دفن کرنے پر مٹی میں مل جاتا ہے، آخرت میں جزا و سزا کیا صرف روح کو ملے گی؟ جبکہ روح سارے اعمال جسم کے اعضاء کے ساتھ کرتی ہے، جسم روح کا ایک غلاف اور کور ہے، اللہ تعالیٰ اچھے برے اعمال کی جانچ اور امتحان کے لئے روح کو اعضاء عطا کرتا ہے، بغیر اعضاء کے روح اچھے یا برے کام نہیں کرسکتی، روح اعمال کے لئے جسم کے اعضاء کی محتاج ہے، جس کی وجہ سے انسان اپنے ان اعضاء کی مدد سے نیک و بد کام کرتا ہے اور مزا لیتا ہے، آخرت میں اللہ تعالیٰ جب انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا تو روح کے ساتھ جسم کے اعضاء بھی ہوں گے، اس لئے کہ جس طرح روح نے دنیا میں جسم کے اعضاء کے ساتھ اعمال کرکے نیک و بد کام کے مزے لئے، اسی طرح ثواب و عذاب میں بھی روح، جسم کے اعضاء کے ساتھ ثواب یا عذاب میں مبتلا ہوگی، اعضاء ہی کی وجہ سے روح کو سزا کا احساس ہوگا۔

اس کو اس مثال سے سمجھیں، مثلاً ایک قلم ہے، اس میں سیاہی ہے، تو سیاہی قلم کی روح ہے اور قلم اس کا جسم ہے، قلم بغیر سیاہی کے کچھ بھی نہیں کرسکتا، قلم سیاہی کا محتاج ہے، اور سیاہی قلم کی محتاج ہوتی ہے، صرف قلم کو جلایا جائے اور اس میں سیاہی نہ ہو تو سزا صحیح نہیں اور اگر سیاہی کو جلایا جائے اس کے ساتھ جسم نہ ہو تو بھی سزا صحیح نہیں ہوتی، سیاہی اور قلم یعنی جسم اور روح دونوں مل کر نیکی یا بدی کئے ہوں تو پھر دونوں کو ایک ساتھ سزا یا جزا ملنا عین انصاف ہے۔

روح اپنے غلاف اور کور پر پوری طرح حاوی ہوکر اعمالِ صالحہ یا اخلاقِ رذیلہ کرتی ہے، آنکھوں میں روح آکر برائی کرتی ہے، کانوں میں روح آکر گناہ کرتی ہے، زبان میں روح آکر

گناہ اور شرک کرتی ہے، دل و دماغ میں روح آ کر کفر اور شرک و بدعات کرتی ہے، شرمگاہ میں روح آ کر زنا کرتی ہے، غرض انسان اگر مردہ ہو اور اس میں سے روح نکل جائے تو جسم کے اعضاء بغیر روح کی مدد کے کچھ بھی نہیں کر سکتے، جس طرح قلم میں سیاہی نہ ہو تو قلم لکھ نہیں سکتا، نہ صحیح لکھ سکتا ہے اور نہ غلط لکھ سکتا ہے۔

اس لئے آخرت میں روح کے ساتھ جسم کے اعضاء ہونا لازمی اور ضروری ہیں، جزا اور سزا کا مزا اور تکلیف جسم کے ذریعہ ہی محسوس کرے گی، تب ہی انسان کو اپنے اچھے اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا کا احساس ہوگا، سب سے زیادہ تکلیف انسان کو جسم و غلاف کے ذریعہ ہوگی، یعنی چمڑی کے ساتھ اس لئے جیسے ہی چمڑی جل جائے گی نئی چمڑی اس پر چڑھا دی جائے گی، تاکہ روح تکلیف محسوس کرتی رہے۔

انسان مکمل جسم کے ساتھ زندہ کیا جائے گا' اس کا ثبوت کیا ہے:

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَجْمَعَ عِظَامَهُ ٥ (القیامة: ۳)

کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کر سکیں گے؟

انسان کو آخرت پر یقین پیدا کرنے کے لئے یہ بات سمجھنا بہت مشکل نظر آتا ہے، کہ انسان آخر جسمانی اعضاء کے ساتھ آخرت میں دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ اس کا سب سے بڑا ثبوت قرآن و حدیث میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے ۴۰ / دن تک گاڑھے پانی کی بارش برسائیں گے، اس سے جاندار اس طرح پیدا ہوں گے، جس طرح سبزہ اُگتا ہے، انسان کی ہر چیز سوائے ایک ہڈی کے (ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے کو زمین نہیں کھاتی) بوسیدہ اور فرسودہ ہو جائے گی اور وہ سرین کی ہڈی ہے، اسی سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، پھر روحوں کو آزاد کر دیا جائے گا، وہ اپنے اپنے جسم میں چلی جائیں گے۔ (بخاری)

حدیث میں ہے کہ جنتی انسان کی عمر ۳۳ / سال کی ہوگی، اس کا قد حضرت آدمؑ کے بہشتی قد کے برابر ہوگا، جہنمی انسان کو ان کے گناہوں کے حساب سے موٹا اور بڑا کر دیا جائے گا، ورنہ یہ چھ فٹ کا انسان دوزخ کی آگ کے سامنے کاغذ کی طرح ہوا ہو جائے گا، جہنمی کا جسم مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر کا کر دیا جائے گا، دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ تین دن کے راستے

کے برابر لمبا ہوگا، اس کا ایک داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگا، اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کے راستے کی برابر لمبی ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

یہ سب روح کا نہیں جسم کا تذکرہ ہے، کافر کی کھال کی موٹائی ۴۲ ہاتھ ہوگی، مسلم شریف کی روایت میں تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی، ان کے چہرے انتہائی سیاہ اور نیلی آنکھیں ہوں گی، جب آگ میں جلیں گے تو نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک آجائے گا۔ (ترمذی)

جہنمی کو جب دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا تو وہ کوئیلے کی طرح ہوجائے گا، مگر مرے گا نہیں، پھر اس کو نئی کھال چڑھادی جائے گی اور یہ عمل بار بار ہوتا رہے گا، یہ سزا پورے جسم کے ساتھ ہوگی، جب جہنمی اپنے گناہوں پر گواہ اور ثبوت پوچھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا کر اعضاء کو اس کے گناہوں کی گواہی دینے کا حکم دیں گے، تو جہنمی کی ران، جلد، زبان، ہاتھ، پیر گواہی دیں گے۔

جنتی کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں اور جہنمی کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، حشر کے میدان میں حساب شروع ہونے سے پہلے کوئی گھٹنوں تک، کوئی کمر تک، اور کوئی سینے تک پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، (مسلم)

میدان حشر میں سخت پیاس اور بھوک لگے گی، جسم ہوگا تبھی تو بھوک پیاس لگے گی، انسانوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ لوگ جو نماز نہیں پڑھتے تھے، دنیا میں سجدہ نہیں کرتے تھے، ان کی پیٹھ اکڑ جائے گی، وہ جھک کر رکوع و سجدہ نہیں کرسکیں گے، کسی کا آدھا جسم سڑا ہوا فالج زدہ ہوگا اور کسی کے سر کو پتھر سے کچلا جائے گا، کسی کی زبان آگ کی قینچیوں سے کاٹی جائیں گی، کسی کے پیٹ میں آگ ہی آگ بھری ہوگی، کسی کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا' جو پیٹ کے پورے سامان کو پاخانے کے راستے سے گلا کر نکال دے گا، یہ سب حالات جسم کے ساتھ زندہ کئے جانے کے بعد ہوں گے۔

خودکشی کرنے والا بار بار اسی چیز سے خودکشی کرتا رہے جس سے اس نے دنیا میں موت کو بلایا تھا، بھوک پر کانٹے دار غذاء اور پیاس پر انتہائی کھولتا ہوا تیل کی طرح پانی اور پیپ دیا جائے گا، جنتی کو حوضِ کوثر سے پانی پلایا جائے گا، میدانِ حشر میں بھوکوں کی بھوک مٹانے کے لئے زمینی غذاؤوں کی روٹی بنا کر مہمان نوازی کی جائے گی، غور کیجئے یہ سب چیزیں کب ہوسکتی ہیں' جبکہ روح کے ساتھ جسم کے اعضاء بھی دئے جائیں، جبکہ قرآن و حدیث میں مختلف جگہوں پر اعضاء کے تذکرے ہیں، اس لئے روح کے ساتھ جسم کے اعضاء دے کر اٹھایا جائے گا۔

دنیا میں ہر روز درختوں کو انسان کاٹتا ہے، اس کی ڈالیاں، پتّے اور پھول پھر آ جاتے ہیں، انسان بار بار بال یا ناخن کاٹتا ہے، وہ بار بار بڑھتے رہتے ہیں، جانور اور انسان کو زخم لگتا ہے، وہ دوبارہ زخم بھر کر اس پر نیا چمڑا آ جاتا ہے، اللہ کے لئے ایک چیز کو وجود میں لا کر دوبارہ پھر وجود دینا کیوں مشکل ہوگا؟ جب وہ اکیلا خالق ہے تو بار بار تخلیق کیوں نہیں کر سکتا۔

دنیا کی زندگی میں اعمال کا مکمل بدلہ کیوں نہیں مل سکتا؟

دنیا کی زندگی مختصر اور عارضی ہے اور دنیا انسان کے عمل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے، دنیا جزا اور سزاء کی جگہ نہیں، اگر دنیا میں انسان کسی دوسرے انسان کا ناحق قتل کر دے تو انسانی حکومت اس کے قتل کرنے پر اس کو ایک مرتبہ قتل کر دیتی ہے، مگر مظلوم انسان کے قتل ہو جانے کی وجہ سے اس کے بیوی بچوں کی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے، ان کی پرورش ان کی تعلیم ان کے رہنے بسنے کا سارا انتظام برباد ہو جاتا ہے، اس کی تلافی دنیا کی حکومت نہیں کر سکتی، ان سارے انسانوں کی بربادی کا بدلہ تو صرف آخرت ہی میں لیا جا سکتا ہے۔

ایک انسان نے دنیا میں دس قتل کئے، یا حکومت کے صدر اور وزیراعظم کے حکم پر ہزاروں انسانوں کو قتل کر دیا گیا، دنیا میں ایک انسان کو زیادہ سے زیادہ ایک مرتبہ قتل کر کے بدلہ لیا جا سکتا ہے، مگر ہزاروں انسانوں یا دس انسانوں کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے اس کو دس مرتبہ قتل کرنا ضروری ہے تاکہ ہر قتل کی اس کو پوری سزاء ملے اور وہ ہر بار ذلیل کیا جائے، یہ بدلہ سوائے آخرت کے دنیا میں نہیں لیا جا سکتا۔

اگر کسی عورت کی عصمت اور عزت کو کسی نے لوٹا ہو، اب اس کی عصمت لوٹنے پر انسانی حکومت زیادہ سے زیادہ کچھ جرمانہ اور کچھ سالوں کی جیل کی سزاء اس زانی کو دے کر چھوڑ دیتی ہے، یہ عورت کی عزت و عصمت کا بدلہ نہیں، اس کا پورا بدلہ تو صرف آخرت میں ہی مختلف عذابات دے کر لیا جا سکتا ہے۔

اگر کوئی دنیا میں اللہ کی زمین پر رہتے ہوئے اللہ کے آسمان کے نیچے سوتے ہوئے، اللہ کی ہوا، اللہ کی غذائیں، اللہ کا پانی اور اللہ کی بہت سی نعمتیں استعمال کرتے ہوئے اللہ کو نہ مانے اور کفر کرے یا اللہ کے ساتھ مخلوقات کو شریک کرے تو یہ کھلے طور پر شرک ہے اور کھلی بغاوت و سرکشی ہے،

دنیا کی کوئی انسانی حکومت اس پر سزاء نہیں دیتی اور نہ اس کو گناہ سمجھتی ہے، اس کی سزاء تو صرف آخرت ہی میں مل سکتی ہے۔

دنیا کی انسانی عدالتیں کسی مجرم کو سفارش پر یا رشوت لے کر یا گواہوں کی موجودگی نہ ہونے پر یا جھوٹی گواہیوں پر یا مجرم کو کم سزاء پر یا مجرم کے بھاگ جانے پر یا غائب ہوجانے پر یا وکیل کی چرب زبانی اور غلط بحث پر پوری پوری سزاء نہیں دے سکتی، ان تمام حالات پر آخرت ہی میں مکمل سزاء دی جاسکتی ہے۔

دنیا میں بہت سے انسان چھپ کر حکومت کی نگاہ سے بچ کر گناہ کرتے ہیں، اس کا علم نہ پولیس کو ہوتا ہے، نہ عدالت کو ہوتا ہے، اس کی مکمل سزاء آخرت ہی میں ملے گی، غرض ایسے بہت سارے جرائم ہیں جہاں ظلم کرنے والا بچ جاتا ہے اور مظلوم کو سزا دی جاتی ہے، ان سب کا حساب آخرت ہی میں ہوگا۔

اگر انسان یہ عقیدہ رکھے کہ انسان مرنے کے بعد دنیا میں بار بار سزاء کے طور پر مختلف شکلوں میں آتا ہے، کہیں درخت، کہیں جانور بن جاتا ہے، تو غور کیجئے کہ اگر ایک انسان دنیا میں کئی لوگوں کو جنگ کے ذریعہ قتل کردے یا عورتوں کی عصمت لوٹے یا جرم کرکے بھاگ جائے اور حکومت اس کو پکڑ نہ سکے یا کچھ دن جیل میں رہ کر چھوٹ جائے، اگر مرنے کے بعد وہ کتّا، بلی یا درخت بن جائے تو کیا یہ ان جرائم کا بدلہ ہے؟ کیا جانوروں کو اپنے پہلے جنم کے گناہوں کا احساس ہوگا کہ وہ اپنے فلاں فلاں کی سزاء بھگت رہے ہیں؟ اس لئے یہ تصور ناقص اور وہم وگمان کا ہے۔

انسانی حکومتوں کا قانون ان کی عدالتیں ان کے فیصلے، ان کے انصاف کرنے والے سب ناقص ہیں، انسانی ناقص قانون اور حکومتیں انسان کے جرم کی پوری پوری سزاء نہیں دے سکتی اور نہ نیکی پر پورا پورا اجر وانعام دے سکتی ہے، اس لئے دنیا سے ہٹ کر ایک ایسی دنیا ہو جہاں ان تمام اعمال کا پورا پورا حساب لیا جائے، وہ صرف آخرت ہی کا دن ہوگا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شروع دنیا سے قیامت تک کے انسانوں کا حساب کیسے لے گا؟ جبکہ دنیا کی عدالتیں ایک مقدمہ کے لئے دس بارہ سال کا وقت لیتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ انسانی جج کی طرح مجبور ومحتاج نہیں ہے، وہ جس طرح ایک ہی وقت میں اپنی کروڑہا مخلوقات کی تخلیق کرتا ہے اور ان کی پرورش کرتا ہے، سنتا ہے، مدد کرتا ہے، اُسی طرح منٹوں میں سب کا حساب

لے سکتا ہے،اس نے زمین، منکر نکیر، جسمانی اعضاء کو گواہی اور شہادت دینے کے لئے تیار رکھا ہے۔

انسان، نیکیوں میں تکلیف اور گناہوں میں مزا و آرام دیکھ کر دھوکہ کھاتا ہے:

دنیا کی اس امتحان والی زندگی میں اللہ نے دنیا کو انسانوں اور جنوں کے امتحان کے لئے کچھ اس طرح بنایا کہ اس میں جہنم والے جتنے اعمال رکھے ہیں وہ بیوقوف ایمان سے محروم کردہ انسانوں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کرتے ہیں اور جنت والے جتنے اعمال ہیں ان میں انسان کو مشقت، مصیبت اور تکالیف و پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں، اس کی وجہ سے جو انسان آخرت پر کمزور عقیدہ رکھتا ہے یا ایمان سے خالی ہوتا ہے وہ جنت والی تکالیف و مصیبت کے اعمال کو چھوڑ کر نفس امارہ کے بہکاوے میں آ کر نفسانی خواہشات پورا کرنے کے لئے حرام اور دوزخی اعمال کی طرف دوڑتا ہے، اور اس کو بغیر مصیبت و تکالیف کے حاصل کر کے دنیا میں مزیدار، چمکدار عیش و عشرت والی گنہگار زندگی گذارتا ہے۔

دنیا کی اس زندگی میں دوزخ والے گناہوں کے کاموں میں لذتیں، مزے اور آرام رکھا گیا ہے، عام طور پر چور، ڈاکو، لٹیرے، بدمعاش، جسم فروش، زانی، ناچنے گانے والے، غنڈے، آوارہ، دھوکہ باز، رشوت خور، سودخور، حرام کھانے والے، شادی کے نام پر گھروں کو لوٹنے والوں کو بغیر محنت کے مالِ حرام خوب ملتا ہے، جس کی وجہ سے وہ لوگوں سے مال لوٹتے ہیں اور شان و شوکت، موٹر، بنگلہ، نوکر چاکر اور آرام دہ سامان ضرورت کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔

حرام مال سے اپنی اولاد کو ڈاکٹر و انجینئر بناتے ہیں، جاہلانہ رسم و رواج اور بدعات و خرافات اور فضول خرچی کر کے نفسانی آرزوئیں پوری کرتے ہیں، ان کے برعکس آخرت پر ایمان رکھنے والے عام طور پر غریبی، مفلسی اور ناداری کی زندگی گذارتے ہیں، مختصر و محدود کمائی کماتے ہیں اور شان و شوکت سے دور رہتے ہیں، وہ اپنی اولاد کو معمولی اسکولس میں تعلیم دلاتے ہیں، عمدہ اچھے مکان اور سواریوں سے محروم رہتے ہیں۔

غرض جنت والے اعمال میں جھوٹ نہیں بول سکتے، بھیک نہیں مانگ سکتے، حلال رزق کمانے کے لئے محنت مزدوری، نوکری اور حلال تجارت کرنا پڑتا ہے، کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے، بے ایمانی و ناانصافی نہیں کر سکتے، زنا سے بچنے کے لئے نکاح کر کے اہل و عیال کے ساتھ زندگی گذارنا پڑتا ہے، صرف اپنی بیوی کے ساتھ شہوت پوری کرنا پڑتا ہے، اہل و عیال اور رشتہ داروں

کے حقوق ادا کرنا پڑتا ہے، شراب، جوا، ناچ گانا بجانا، سود اور رشوت سے دور رہنا پڑتا ہے، شادی کے نام پر زنا کو مشکل اور نکاح کو آسان بنانا پڑتا ہے، پانچ وقت کی نماز مشقت اٹھا کر ادا کرنا پڑتا ہے، ایمان قبول کرنے، حق کی دعوت دینے کے لئے صبر اور مصائب برداشت کرنا پڑتا ہے، جاہلانہ و غیر اسلامی رسموں اور بدعات کو چھوڑنا پڑتا ہے، انسان کا نفس ان تمام چیزوں کو جلد قبول نہیں کرتا، اور نفس امارہ انسان کو ہمیشہ برائی اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اس کو مسند امام احمدؒ: ۳۶۰/۳ کی روایت میں بتایا گیا:

☆ ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیلؑ کو جنت دیکھنے کے لئے بھیجا، حضرت جبرئیلؑ نے جنت کی تمام نعمتوں کو دیکھنے کے بعد واپس آ کر عرض کیا: تیری عزت و جلال کی قسم! اس کے بارے میں جو بھی سنے گا وہ اس میں داخل ہو جائے گا، پھر اللہ نے جنت کو تکالیف سے گھیر دیا، پھر حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ جاؤ! جنت اور جنتیوں کے لئے تیار کی گئی نعمتوں کو دیکھو، وہ گئے، دیکھا اور واپس آ کر عرض کیا: تیری عزت و جلال کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی نہ جا سکے گا۔

پھر اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کو جہنم کی طرف بھیجا اور وہاں کے عذابات کو دیکھنے کے لئے کہا، حضرت جبرئیلؑ نے دیکھا اس کے بعض حصے بعض حصوں ہی کو کھا رہے تھے، پلٹ کر آئے اور کہا: تیری عزت کی قسم! جو اس کے بارے میں سنے گا اس میں داخل نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو شہوتوں سے گھیر دیا اور پھر کہا کہ جاؤ! جہنم میں جہنمیوں کے لئے میں نے جو سزائیں تیار کر رکھی ہیں انہیں دیکھو، وہ گئے دیکھا اور واپس آ کر کہا: تیری عزت و جلال کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے کوئی نجات نہ پا سکے گا (کہ لوگ شہوت رانی اور عیش پرستی، گناہ میں مزے و لذت دیکھ کر جہنم والے اعمال اختیار کر کے جہنم کا ایندھن بن جائیں گے)۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

عقیدۂ آخرت جتنا زیادہ مضبوط ہوگا انسان اتنا ہی دنیا کی زندگی میں مسائل اور مشکلات کا مقابلہ اور مجاہدہ کر سکتا ہے، آخرت کو بنانے کے لئے مجاہدے کرنا ہوگا، حدیث میں ہے کہ عقلمند انسان دوسروں کی دنیا سنوارنے میں اپنی آخرت برباد نہیں کر لیتا، اس کے نزدیک دنیا کی زندگی معمولی، ادنیٰ اور آخرت قیمتی و اعلیٰ ہوتی ہے، جو کیفیت غیر مسلم کی حشر کے میدان میں ہوگی وہی حال آخرت کا مضبوط ایمان رکھنے والے کا دنیا میں ہوتا ہے، وہ اللہ سے نڈر زندگی نہیں گذارتا، اس کو نیکیوں میں

باوجود مصیبت کے مزا آتا ہے اور گناہوں سے گھبراہٹ و بے چینی ہوتی ہے، اس کے برعکس دنیا دار آخرت سے غافل انسان آخرت کی پرواہ نہ کر کے گناہوں کی لذت میں مست و مگن رہتا ہے، وقتی مزے حاصل کرتا رہتا ہے، دن رات ناچ گانے بجانے سے آنکھوں، کانوں اور دل و دماغ کو زنا میں مبتلا رکھتا ہے، اللہ کی عبادت سے بھاگتا ہے، شادی کے نام پر لڑکی سے سامانِ جہیز اور دولت لیتا ہے، جاہلانہ رسمیں پوری کر کے نفسانی خواہشات سے سنت کو مٹاتا ہے، شراب سے شہوت پوری کرتا ہے، بغیر محنت کے سود کا دھندا کرتا ہے، شرکیہ عقائد و اعمال سے نفس کو دھوکہ میں مبتلا رکھتا ہے، زنا کے ذریعہ اپنی بیوی یا شوہر کے علاوہ بہت ساری عورتوں اور مردوں سے لذت حاصل کرتا ہے، جھوٹے مقدمات، سود، رشوت، خیانت اور دھوکہ بازی سے بغیر محنت کے مال جمع کرتا ہے۔

دنیا کی چیزوں کی طرح اللہ نے انسان کے اعمال کے بھی اثرات رکھے ہیں، جسے انسان اپنی فطرت ہی کے مطابق مان سکتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں اثرات اور نتائج رکھے ہیں، کوئی چیز بغیر اپنا اثر ظاہر کئے نہیں رہتی، بالکل اسی طرح انسانی زندگی کے تمام اعمال کے بھی اثرات اور نتائج ہیں، جس طرح چیزوں کے اثرات اور نتائج جلدی یا دیر سے ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح انسانوں کے اعمال کے بھی اثرات اور نتائج جلد یا دیر سے دنیا میں ظاہر نہ ہو کر آخرت میں ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً انسان اگر زہر کھالے تو فوراً مر جاتا ہے، آگ میں جلانے کا اثر رکھا، شکر میں مٹھاس کا اثر رکھا، اسی طرح انسان چاول، گیہوں کا پودا لگاتا ہے تو اس کو وہ پھل چار چھ مہینوں میں ملتا ہے، بعض درخت آم، املی، انار، پانچ دس سال کے بعد اپنا پھل دیتے ہیں، جانور جوان ہونے کے بعد انڈے اور دودھ دیتے ہیں، انسان اپنی اولاد کو بیس پچیس سالوں تک تعلیم دیتا ہے، پھر اس کی کمائی کھاتا ہے۔

غرض دنیا کی زندگی میں ہر عمل کا ایک اثر اور نتیجہ ہوتا ہے، مگر کوئی نتیجہ جلد اور کوئی دیر سے آتا ہے، اسی طرح انسان کے بہت سے اعمال کا نتیجہ جلد ظاہر ہوتا ہے اور بہت سے اعمال کا نتیجہ زندگی میں ظاہر ہی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس دنیا کو امتحان کی جگہ بنا دیا اور بہت سے اعمال کے نتیجے دنیا میں ظاہر نہیں کرتا، جن اعمال کے نتیجہ دنیا میں ظاہر نہیں کرتا ان کا نتیجہ اللہ تعالیٰ جنت میں یا جہنم میں ظاہر کرے گا، اگر دنیا میں ظاہر کر دیتا تو ہر کوئی سزا کے ڈر سے گناہ سے دور رہتا، اور پھر امتحان نہیں لیا

جا سکتا تھا، انسان اپنے اعمال کی کمائی جنت یا جہنم ہی میں دیکھ سکے گا، انسان کی یہ عادت ہے کہ جن اعمال کے اثرات یا نتائج فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں وہ ان سے یا تو دور رہتا ہے یا ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جن اعمال کے نتائج اس پر ظاہر نہیں ہوتے ان کو باپ دادا کی اندھی تقلید میں سچا مان کر انہی پر جما رہتا ہے۔

مثلاً شرک، کفر، فسق و فجور، منافقت، کتابِ الٰہی کی نافرمانی، نماز نہ پڑھنا، حج نہ کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، روزہ نہ رکھنا وغیرہ ان کے نتائج انسانوں کو دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے، ان کے اثرات و نتائج مرنے کے بعد آخرت میں ظاہر ہوں گے، اسی طرح بے پردہ پھرنا، شراب پینا، سود کھانا، چوری کرنا، جھوٹ بولنا، ناچنا گانا، بجانا، قتل و غارت گری کرنا، ان سب کاموں کو بُرا نہ سمجھنا، ان اعمال کے بعض اثرات دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں، مگر پانی پینا، غدائیں کھانا، میوے کھانا، دوائیں کھانا وغیرہ ان کے اثرات فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں، اس لئے انسان بیان کردہ اعمال کے اثرات پہلے دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے، ان سے دھوکہ کھا کر غفلت اور گمراہی میں رہ کر ان پر زندگی گذارتا ہے، ان کی باپ دادا کی اندھی تقلید، گمراہ پیشواؤں کی گمراہی یا معاشرے کے غلط طور طریقوں یا نفس و شیطان کے بہکاوے میں لذت و آرام اور مزوں کی خاطر ان کو اپنی زندگی میں برابر جاری و ساری رکھتا ہے، ان کے نقصان اور بربادی سے کبھی نہیں گھبراتا۔

دنیوی مقدمات کی طرح کافر، مشرک، منافق اپنے گناہوں کا انکار کر کے اس پر گواہ اور ثبوت مانگیں گے:

☆ کافر، مشرک، منافق، فاسق و فاجر، گنہگار اور جھوٹے لوگ دنیا کی عدالتوں میں اپنے جرم کی سزاء سے بچنے کے لئے گواہ اور ثبوت مانگتے ہیں، اور اپنے جرم کا انکار کر دیتے ہیں، سچائی کو جھوٹ قرار دیتے ہیں، بالکل اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی وہ اپنے نامۂ اعمال میں گناہوں کو دیکھ کر پڑھ کر گناہوں کا انکار کر دے گا، اور کراماً کاتبین کو بھی جھٹلا دے گا، اور اپنے گناہوں پر گواہ اور ثبوت طلب کرے گا، بحث و مباحثہ پر اتر آئے گا، تب اس کے اعضاء اس کے گناہوں پر گواہی دیں گے۔ (امام قرطبی)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے، آپ مسکرائے پھر صحابہؓ سے دریافت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں

مسکرایا؟ پھر فرمایا: انسان جو اپنے رب کے ساتھ (حشر کے دن) بحث کرے گا اس کو سوچ کر میں مسکرایا، انسان کہے گا: یا رب! کیا آپ مجھے ظلم سے محفوظ نہیں رکھیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیوں نہیں؟ وہ عرض کرے گا: میں اپنے خلاف بغیر گواہ اور ثبوت کے سزاء کی اجازت نہیں دوں گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو خود ہی آج اپنا حساب لینے کافی ہے اور کراماً کاتبین تیرے خلاف گواہ ہیں، پھر اللہ تعالیٰ (گواہ اور ثبوت کے لئے) اس کے منہ پر مہر لگادیں گے، اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ تم گواہی دو، تو وہ اس کے بُرے اعمال کی خبر دیتے رہیں گے، پھر وہ گنہگار اپنے اعضاء سے کہے گا: تم دور ہو جاؤ! دفع ہو جاؤ! میں تو تمہیں بچانے کے لئے ہی یہ بحث کررہا ہوں۔ (مسلم شریف)

☆ منافق نے جو دکھاوے کے لئے اطاعت کی تھی اس کے اعضاء بھی گواہی دیں گے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منافق سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھے بہت سی نعمتیں دی تھیں؟ منافق کہے گا: یا رب! میں آپ پر، آپ کی کتاب پر، آپ کے رسول پر ایمان لایا تھا، میں نے نماز پڑھی تھی، روزے رکھے تھے، صدقہ کیا تھا، اور وہ جتنی نیکیاں ہوسکیں گی گنوائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: بس خاموش ہو جا! پھر اس سے فرمائے گا: اب ہم تیرے خلاف گواہ پیش کرتے ہیں، وہ دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ (اس لئے کہ اس کا ظاہر ایک تھا اور باطن دوسرا تھا، دل سے وہ اسلام کو پسند نہیں کرتا تھا، وہ کیفیت دوسرے کو نہیں معلوم تھی) پھر اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کی ران کا گوشت، اس کی ہڈی، اس کے اعمال کے متعلق گواہی دیں گے، جبکہ یہ اپنی طرف سے معذرت کرتا رہے گا، یہ منافق ہوگا اس کے جھوٹ پر اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوں گے۔ (مسلم شریف)

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کافر اور منافق کو جب حساب کے لئے پیش کیا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حجت اور بحث کرے گا اور اپنے گناہوں کا انکار کردے گا اور کہے گا کہ اے اللہ! مجھے آپ کے غلبہ کی قسم! یہ گناہ تو فرشتے نے بلاوجہ میرے نامۂ اعمال میں لکھ دیا ہے، میں نے تو یہ نہیں کیا، فرشتہ کہے گا: کیا تو نے فلاں دن' فلاں جگہ یہ عمل نہیں کیا تھا؟ وہ کہے گا: اے اللہ! مجھے آپ کے غلبہ کی قسم! میں نے یہ عمل نہیں کیا، چنانچہ جب وہ انکار کرے گا' تب اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی، پھر سب سے پہلے انسان کی دائیں ران بولے گی، پھر آپؐ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: **اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا**

یَکْسِبُوْنَ ○ (ابن جریر، ابن ابی حاتم)

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کے دن کافر کو اس کے عمل پر شرم دلائی جائے گی تو وہ اپنے اعمال کا انکار کرے گا اور جھگڑے گا، اس سے کہا جائے گا کہ تیرے پڑوسی تیرے گھر والے اور تیرے کنبہ کے لوگ تیرے خلاف گواہ ہیں، وہ ان کو بھی جھٹلائے گا، اللہ تعالیٰ ان گواہوں کو خاموش کرادیں گے، ان کافروں کے خلاف ان کی زبانیں گواہی دیں گی، پھر انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (حاکم)

☆ ایک مہاجر خاتون حضرت بسرہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ترغیب دی کہ تم اللہ کی تسبیح، ذکر اور پاکی بیان کرنے میں غفلت ہرگز اختیار مت کرنا! ورنہ توحید کو بھول جاؤ گی، اور ان تسبیحات کو انگلیوں پر شمار کیا کرو، کیونکہ ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ گواہی دیں گی۔ (حاکم)

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الزلزال تلاوت فرمائی اور پوچھا: جانتے ہو کہ اس کے وہ حالات کیا ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے؟ فرمایا: وہ حالات یہ ہیں کہ زمین قیامت کے دن ہر بندے اور بندی کے تعلق سے اس کے اعمال کی گواہی دے گی جو اس کے پیٹھ پر انہوں نے کئے تھے، وہ کہے گی کہ اس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔

☆ حضرت ربیعۃ الخرشیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرا زمین سے بچ کر رہنا! کیونکہ یہ تمہاری جڑ بنیاد ہے، اور اس پر عمل کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے عمل کی یہ خبر نہ دے، خواہ اچھا ہو یا بُرا، انسان زمین پر جس وقت جس حالت میں چاہے اندھیرا ہو یا اُجالا اللہ نے اس پر ایسی شعائیں رکھی ہیں کہ اس کا اچھا یا بُرا عمل زمین پر نقش ہوتا رہتا ہے، زمین اس کی تصویر لیتی رہتی ہے، یہ ساری تصاویر قیامت کے دن اس کو فلم کی طرح دکھائی جائیں گی، دنیا میں انسان اللہ کے دئے ہوئے علم سے کیمرے کی مدد سے خلاؤں سے راکٹوں کے ذریعہ زمین کی تصویریں لیتا ہے، مچھر کو اللہ نے اندھیرے میں جسم کی روشنی سے جسم کا کھلا حصہ دکھاتا ہے، تو پھر اللہ کا زمین کو تصویر اُتارنے کا حکم دینا کونسا مشکل ہے۔

موجودہ زمانے میں یہ سب حالات سمجھنا بہت آسان ہوگیا ہے، سینما میں لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ، انٹرنیٹ، فیاکس وغیرہ کی ایجادات کے ذریعہ جب اللہ نے

انسان کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ جب چاہے اپنی بات سن سکتا ہے، بات کرنے والی کی اور اپنی تصویر یکساں دیکھ سکتا ہے، جب چاہے اپنی شادی کی تصویریں اور ویڈیو دیکھ سکتا ہے، تو اللہ کے لئے یہ سب کیوں مشکل ہوگا؟ انسان جب بات کرتا ہے، تقریر کرتا ہے، اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ تمام باتیں ہواؤں اور خلاؤں میں اوپر جا کر محفوظ رہتی ہیں، جو انسان کو قیامت کے دن سنائی جائیں گی، اور وہ آسانی سے اپنی آواز اپنے منہ کی بات کو جان لے گا، اس کا لہجہ اس کی گفتگو اسی طرح ہوگی جس طرح اس نے کلام کیا تھا۔

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ نے اپنے ساتھی سے فرمایا: جب تم دیہات کی طرف جاؤ تو بلند آواز سے نماز کے لئے اذان دو! کیونکہ مؤذن کی اونچی آواز جہاں تک بھی جن وانس سنیں گے وہ قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ (بخاری) اس روایت میں یہ بھی اضافہ کیا کہ ڈھیلا، پتھر اور درخت جو بھی آواز سنے گا اس کے بارے میں گواہی دے گا۔

اللہ اپنے علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ شہادتوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ o (یٰسٓ:۶۵)

آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کا شروع سے آخر تک کا پورا پورا علم رکھتا ہے، وہ تو ذرہ ذرہ کا علم رکھنے والا ہے، اس نے خود انسان کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ آسمان پر ہونے والے حالات پہلے سے جان لے کہ سورج گہن یا چاند گہن کب؟ کہاں؟ کیسے اور کتنا ہوگا؟ اور کتنی دیر ہوگا؟ چاند کونسی تاریخوں کو نکلے گا؟ رمضان اور حج کے مہینے کب شروع ہوں گے؟ سورج ہر ملک میں کب طلوع ہوگا اور غروب ہوگا؟ زلزلے اور طوفان آنے کی اطلاع انسان پہلے ہی سے معلوم کر لیتا ہے، بارش کب ہوگی؟ کم ہوگی یا زیادہ؟ جب یہ سب چیزیں انسان اللہ کے لئے دئے ہوئے علم سے معلوم کر لیتا ہے تو اللہ انسان اور جنوں اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والا اور ان کی تقدیر لکھنے والا ہے، کیا وہ ان مخلوقات کا ابتداء تا انتہاء مکمل علم نہیں رکھ سکتا؟ بیشک وعلیم وخبیر ہے، ہر ذرہ کا مکمل علم رکھتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ زبردست انصاف کرنے والا ہے، اس کے فیصلے پر کوئی بھی اعتراض نہیں کرسکتا اور نہ اس کا انصاف نامکمل ہوگا، وہ مکمل شہادتوں اور گواہوں کے ساتھ فیصلہ کرے گا، ہر کوئی چاہے مجرم ہی کیوں نہ ہو وہ اقرار کرے گا کہ حقیقت میں وہ گنہگار اور مجرم تھا، اس کو جو سزا مل رہی ہے وہ اس کے اعمال کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ کسی کا فیصلہ اپنے علم کی بنیاد پر کرنا نہیں چاہتا؛ ورنہ وہ فیصلہ بغیر ثبوت، بغیر گواہوں اور بغیر شہادتوں کے یکطرفہ ہوجاتا، ظالم اور مجرم اُسے پسند نہیں کرتے اور مطمئن نہ ہوتے اس لئے اس نے مکمل انصاف کے لئے ثبوت اور گواہوں کے پورے انتظام کے لئے حسب ذیل طریقے رکھے۔

(۱) کراماً کاتبین کو ہر انسان کے ساتھ سی آئی ڈی کے طور پر ہر وقت نیکی اور برائی لکھنے اور نامۂ اعمال تیار کرنے کے لئے رکھا ہے۔ (سورۂ ق:۱۷،۱۸)

(۲) نامۂ اعمال خود کامیاب اور ناکام انسانوں اور جنوں کے ہاتھوں میں دے دیا جائے گا تاکہ وہ خود پڑھ لیں، اَن پڑھ آدمی بھی پڑھ لے گا تاکہ وہ خود اپنا حساب کرلے۔ (بنی اسرائیل:۱۴) انسان اُسے پڑھ کر حیران ہوجائے گا کہ یہ ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر برائی کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ (الکہف:۴۹) پھر اللہ تعالیٰ انسان کے جرم کا انکار کرنے پر اس کے منہ پر مہر لگادیں گے اور اس کی ران اس کی زبان اس کی آنکھیں، کان، اس کی چمڑی، اس کے ہاتھ پاؤں اور جسم کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ (النور:۲۴) وہ خود حیران ہوکر اپنے اعضاء سے کہے گا کہ تم بھی میرے ہی خلاف گواہی دے رہے ہو، حالانکہ میں نے تم کو بچانے کے لئے یہ حجت کی تھی، وہ کہیں گے کہ آج ہم اللہ ہی کے حکم سے بول رہے ہیں، اسی نے ہمیں قوتِ گویائی عطا کی ہے، (حم سجدہ:۲۰ تا ۲۲) اس پر مزید زمین اپنی گواہی دے گی اور اس کے جرم کی تصویر دکھائے گی، پھر جھاڑ، پہاڑ اور پتھر بھی گواہی دیں گے، خلاؤں سے اس کی بیان کردہ حق کی مخالفت اور باطل کی تائید کی آوازیں سنائی جائیں گی، اس کے علاوہ وہ جن جن نیتوں' ارادوں اور مقاصد کے ساتھ گناہ کیا تھا وہ دل پوری طرح گواہی دے گا، ان تمام گواہوں اور ثبوت کے بعد مجرم دم بخود رہ جائے گا، اس کو کچھ کہنے کا موقع ہی باقی نہیں رہے گا، (المرسلات:۳۵،۳۶) گویا وہ اللہ کے سامنے رنگے ہاتھوں مجرم ثابت ہوکر پکڑا جائے گا، یہ ہے اللہ کا عدل، پورے ثبوت اور شہادتوں کے ساتھ، اس لئے کہ وہ المقسط ہے، ذرّہ برابر کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔

دنیا و آخرت میں خسارے میں رہنے والوں کا حال

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهٖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ٥ (الحج: ١١)

ترجمہ: اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو ایک کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے، چنانچہ اگر اُسے (دنیا میں) کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش پیش آ گئی تو وہ منہ موڑ کر (پھر کفر کی طرف) چل دیتا ہے، ایسے شخص نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی، یہی تو کھلا ہوا گھاٹا ہے۔

دنیا میں بہت سے انسان مسلم ماحول اور مسلمان ماں باپ کے پیٹ میں پیدا ہوتے ہیں مگر وہ حقیقی اور شعوری ایمان سے خالی ہوتے ہیں، وہ اللہ کی معرفت حاصل کئے بغیر کلمہ پڑھتے رہتے ہیں، ان کا جسم کے نام سے حکومت کے رجسٹروں میں نام مسلمانوں کے خانوں میں لکھا ہوتا ہے، اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، مگر اللہ کی پہچان ہی نہیں رکھتے اور نہ آخرت میں جواب دہی کا تصور رکھتے ہیں وہ برائے نام آخرت کو مانتے ہیں، وہ نہ منافق ہوتے ہیں اور نہ مسلمان، ان کی ساری زندگی لہو لعب اور فسق و فجور والی ہوتی ہے، ان کے نزدیک بے شعوری کے ساتھ اسلام کا کلمہ پڑھ لینے، ختنہ کرانے اور نکاح کرنے اور دفن ہونے کی حد تک ہی اسلام ہوتا ہے، وہ نماز کو فرض جاننے کے باوجود صرف جمعہ اور عیدین کی کسی حد تک پابندی کر لیتے ہیں، پردہ سے نفرت ہوتی ہے، جانور ذبح کر کے عید مناتے ہیں، مگر نماز نہیں پڑھتے، فضول خرچی کو حرام نہیں جانتے، ناچ گانے بجانے میں ہمیشہ مست رہتے ہیں، سنتوں کے مقابلے یہود و نصاریٰ کے کلچر کے دیوانے ہوتے ہیں، جسم کو نیم برہنہ رکھتے ہیں، جاہلانہ رسم و رواج، بدعات و خرافات اور نفسانی خواہشات کے دیوانے ہوتے ہیں، آخرت کے مقابلے دنیا کے فائدے اور مال ملے تو چاہے آخرت کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو دنیا کو حاصل کرنے جان مال کی بازی لگا دیتے ہیں اور بے دین اسلام سے دور خوبصورت عورت سے نکاح کر لیتے ہیں، ناجائز طریقوں سے لوگوں کی دُکانوں، مکانوں اور زمینات پر قبضے کر لیتے ہیں، قرض کو جان بوجھ کر اور لوگوں کو جھوٹ بول کر دھوکہ دے کر مال کھا جاتے ہیں۔

وہ اللہ کو برائے نام مانتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، مگر اولاد حاصل کرنے، تجارت میں نفع حاصل کرنے، بیماری وصحت میں مشکلات وپریشانیوں میں اللہ کو چھوڑ کر ولیوں کی قبروں، درگاہوں، جھنڈوں، علَموں کی طرف رخ کرتے ہیں، گذرے ہوئے انسانوں کو مشکل کشا وحاجت روا کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود اللہ کے بجائے قبروں اور درگاہوں کے سامنے رکوع اور سجدے کرتے ہیں اور ان کا طواف کرتے ہیں، منّتیں ومرادیں اللہ کے بجائے درگاہوں پر مانگتے ہیں، بزرگوں کے نام پر جانور ذبح کر کے قبروں پر چڑھاتے ہیں۔

جب دنیا میں غیر مسلموں کی طاقت کا غلبہ دیکھتے تو ان سے مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، ان کی مدد کرنے کے لئے مسلمان ہو کر مسلمانوں کا قتل کرتے ہیں، مسلمان عورتوں سے نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ان کی عزت تک لوٹتے ہیں، مسلمان ہو کر مسلمان کے جان اور مال کو لوٹ لیتے ہیں، ان کے نزدیک اللہ ورسول اور قرآن کے احکام کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

نفسانی خواہش پر اللہ کے حکم کے خلاف لڑکی سے دولت وصول کر کے نکاح کرتے ہیں اور نکاح میں آرکیسٹرا اور باجا بجا کر خود بھی ناچتے ہیں اور بچوں کو بھی نچاتے ہیں اور لڑکی سے سامانِ جہیز لیتے اور جوڑے گھوڑے کی رقم لیتے ہیں۔

رسوم ورواج اور بدعات وخرافات کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، نماز چھوڑ کر جھنڈے، جلوس، قوالیاں کرنا، عرس کرنا مزارات سجانے کو اہمیت دیتے ہیں، یہ لوگ غیر مسلموں سے مل کر صرف اپنی دنیا بنانا چاہتے ہیں اور اسلامی قوانین میں تبدیلی کا مطالبہ غیر مسلموں سے کرتے ہیں، اپنے مقدمات دنیا کے فائدے کے لئے ان کی عدالتوں میں لیجاتے ہیں۔

دنیا میں اپنی حکومت واقتدار کو بچانے کے لئے اپنی اور اسلام کی چاہے کتنی ہی خلاف ورزی ہو ان کو پرواہ نہیں ہوتی، ایسے لوگ دنیا میں غیر مسلموں سے زیادہ بے عزت اور ذلیل ہو جاتے ہیں، ان کو نہ آخرت ہی ملتی ہے اور نہ دنیا۔

ایسے لوگوں میں فقیروں، اَن پڑھ مسلمانوں، میکانکوں، ٹھیلہ بنڈی چلانے والوں، رکشہ چلانے والوں، تاجروں، حد سے زیادہ دولت رکھنے والوں اور حکمرانوں، دنیا کی بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والوں، نوابوں، جاگیرداروں، ناچنے گانے والوں، مسلمان لیڈروں، گمراہ پیشواؤں اور علمائے سوء کی بہت بڑی تعداد شامل ہے۔

مرنے کے ساتھ ہی جنت ودوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیا جاتا؟

الْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ o

آج کے دن ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا، آج کوئی ظلم نہیں ہوگا،

یقیناً اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔(المؤمن:١٧)

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان کی خاطر نیکی اور بدی کے اعمال کرنے اور پھیلانے کی جگہ بنایا اور انسانوں کو دو طرح سے اعمال کرنے کی آزادی دے رکھی ہے، ایک طریقہ یہ رکھا کہ وہ خود ذاتی اعتبار سے نیکی کرے یا برائی کرے، دوسرا طریقہ یہ رکھا کہ وہ دنیا میں نیکی کو پھیلائے یا برائی کو پھیلائے، جیسے ہی انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے اس کے ذاتی اعمال کرنے کی مہلت بھی ختم ہو جاتی ہے، مگر دوسرے طریقے کے مطابق اگر اس نے دنیا کی زندگی میں اپنی اولاد کو بے دین بنایا، یا لوگوں کو گناہ اور برائی کے کام سکھایا، یا شرک اور کفر کی تعلیم دیا، یا منافقت فسق وفجود پھیلایا یا اسلام کے مقابلے نئے مذہب اور نئے قانونِ زندگی بنایا یا کتاب الٰہی کو تبدیل کر کے حق کو چھپایا، حق کے خلاف تعلیم دی اور لوگوں کو باطل پرستی کے ذریعہ اللہ سے جوڑنے کے بجائے مخلوق سے جوڑنے کی تعلیم دی۔

تو یہ اتنی خطرناک وخسارہ والی تجارت ہے کہ اُسے ان سب لوگوں کی گمراہی جو نسل درنسل قیامت تک چلے گی ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اپنے نامۂ اعمال میں لینا پڑے گا، اس لئے کہ جو لوگ بھی دنیا میں کتاب الٰہی سے ہٹ کر گناہ پھیلائیں گے اس گناہ کو پھیلانے والے پہلے انسان کو دوسرے انسانوں کو گمراہ کرنے کا ذمہ دار ٹھہرا کر ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا، جس کو سورۃ النحل آیت:٢٥ رمیں بیان کیا گیا ہے:

لِيَحْمِلُوْا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ o (النحل:٢٥)

ترجمہ: تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اٹھائیں اور ان لوگوں کے بوجھوں کا بھی ایک حصہ اٹھائیں جن کو وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں، یقیناً بہت ہی بُرا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔

حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس انسان نے راہِ راست کی طرف دعوت دی اس کو ان سب لوگوں کا اجر کے برابر اجر ملے گا جنہوں نے اس کی دعوت براہِ

راست اختیار کی، بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو، اور جس شخص نے گمراہی کی طرف دعوت دی اس پر ان سب لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔ (مسلم شریف)

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نیکیاں پھیلانے والوں کو بھی لوگ نسل در نسل نیکیوں پر چلتے رہیں گے، ان کی نیکیوں کا ثواب بھی پہلے نیکیاں سکھانے والے کو بھی ملے گا، قرآن وحدیث میں حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل اور ہابیل کے واقعہ کو بیان کیا گیا، قابیل نے دنیا میں اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے ہابیل کو قتل کر دیا اور دنیا میں انسانوں کے قتل کا طریقہ ایجاد کیا' جس کی وجہ سے قیامت تک جتنے بھی ناحق قتل ہوں گے اس کا ذمہ دار قابیل بھی ہوگا، اور جس دن قیامت قائم ہوگی دنیا سے انسانوں کا قتل کرنے کا طریقہ ختم ہو جائے گا۔

اس تشریح سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان مرجانے کے بعد اس کے عمل کا میدان تو ختم ہو جاتا ہے، مگر اس کا نامۂ اعمال کھلا رہتا ہے اور اس نے دنیا میں جتنی نیکیاں یا برائی پھیلایا ہے، ان کے اعمال کے اثرات دنیا میں چلتے رہتے ہیں، جس کا وہ ذمہ دار ہوگا، جس کی وجہ سے ہزاروں لوگ نیک بنے یا گناہوں میں مبتلا ہوئے، یہ انسان کے لئے بہت بڑے فائدے و نفع یا گھاٹے و خسارے کا سودا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ بہت حکیم و دانا ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اگر انسان کے مرتے ہی جنت و دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے تو ان کا فیصلہ نامکمل رہے گا، اس لئے کہ نیکیاں پھیلانے والوں کو نیکیوں کا پورا پورا اجر وثواب اور برائی پھیلانے والوں کو برائی کا پورا پورا سزا و بدلہ نہیں مل سکے گا، جس دن قیامت قائم ہو جائے گی انسانوں کے پھیلائے ہوئے اعمال بھی دنیا سے ختم ہو جائیں گے، اس دن ان کی نیکیوں اور برائیوں کا پورا پورا حساب کر کے جنت یا جہنم کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اور وہ فیصلہ مکمل اور عدل وانصاف والا فیصلہ ہوگا۔

جس طرح ایک درخت سے لاکھوں بیج نکل کر لاکھوں پودے اور درخت پیدا ہوتے ہیں اسی طرح انسانوں کی اچھائی اور برائی سے قیامت تک لاکھوں انسان نیکی یا برائی میں شامل رہتے ہیں، اور وہ نیکی یا برائی نسل در نسل گاؤں، شہروں، ملکوں میں پھیلتی رہتی ہے، گویا دنیا نیکی اور بدی کے پودے اور درخت لگانے کی جگہ ہے، جو بہت زیادہ فائدے کا سودا بھی ہے اور بہت زیادہ گھاٹے و خسارے کا سودا بھی ہے، اس لئے ماں باپ، شوہر، خاندان کا بڑا، سردار، صدر، بادشاہ، پیشوا اور علماء

سب کو احتیاط کے ساتھ اللہ کے پاس جواب دینے کے احساس کے ساتھ دین کی محنت کرنا ہوگا، اور خاص طور پر بادشاہ یا صدر یا حکومت کے ذمہ دار کو اسلامی قانون کی جگہ انسانی قانون پر عوام کو چلانے کی گناہ کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لینا ہوگا اور دعوت وتبلیغ یا معروف ومنکر پر پابندی لگا کر سارے انسانوں کے گناہ اپنے نامۂ اعمال میں لینا ہوگا۔

آخرت کے قیام کے لئے اسبابِ دنیا کو کیوں ختم کردیا جائے گا؟

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (ابراهيم: ۴۸)

اُس دن جب یہ زمین ایک دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل جائیں گے) اور سب کے سب خدائے واحد وقہار کے سامنے پیش ہوں گے۔

اس کا سب سے پہلا جواب یہ ہے کہ دنیا کو اسباب کے ذریعہ امتحان کی جگہ بنایا گیا، جیسے ہی اس کا وقت ختم ہوجائے گا اس کے اسباب کو ختم کردینا ضروری ہے، اس لئے کہ اسباب کے ذریعہ امتحان لینا ختم ہوجائے گا، چنانچہ اسباب کی ضرورت باقی نہیں رہے گی، جیسے دنیا کے امتحان میں پریکٹیکل امتحان کے لئے مختلف آلات رکھے جاتے ہیں، امتحان ختم ہوتے ہی ہال میں سے تمام آلات ہٹالئے جاتے ہیں، ان کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اسی طرح دنیا کے عملی امتحان کے ختم ہوتے ہی تمام اسباب ہٹالئے جائیں گے، اس لئے کہ یہاں امتحان لینے کا ضابطہ وقانون اور نظام الگ ہے، اور یہاں مکمل جزاء اور سزا نہیں دی جاسکتی۔

☆ دوسری چیز سمجھنے کی یہ ہے کہ حشر قائم کرکے تمام انسانوں کا حساب لینے کے لئے آخرت کا ضابطۂ قانون اور نظام الگ رکھا گیا، وہاں جنت وجہنم کے راستے نہیں ہوں گے، وہاں نیکی اور بدی کا اختیار نہیں ہوگا، وہاں ایمان لانے کا اختیار نہیں ہوگا، وہاں عمل کرنے کی کوئی آزادی نہیں ہوگی، دنیا میں انسان کو آزادی دی گئی تھی کہ وہ اپنی حکومت اپنے غلط قانون اور اپنی طاقت سے کسی پر بھی ظلم وزیادتی، ناانصافی اور قتل وغارتگری کرے یا نہ کرے، ایمان قبول کرنے والوں کو اگر ایمان پر چلنے نہ دے یا ان کی جان ومال کو لوٹ لے تو کوئی پکڑ نہیں ہوتی، حق کو مٹانے، شرک وکفر پر زندگی گذارنے پر نہیں پکڑا جاتا، دنیا کے ضابطے ونظام کے تحت گنہگاروں کے لئے دنیا جنت ہوگی اور نیک لوگوں کے دنیا قید خانے کی طرح ہوگی، وہ ہر قسم کی مصیبت وپریشانی میں زندگی گذاریں گے،

مگر قیامت برپا ہوتے ہی آخرت کا پورا نظام بدل جائے گا اور نیا قانون، نیا ضابطہ اور نیا نظام قائم کیا جائے گا تاکہ نئے نظام کے ذریعہ ہر انسان کا مکمل حساب لیا جائے گا، نیک انسان کو رتی برابر نیکی اور گنہگار کو رتی برابر گناہ کا بدلہ دیا جائے گا۔

اس نئے نظام کے تحت مکمل انصاف کیا جائے گا، کسی پر رتی برابر ظلم نہیں ہوگا، دنیا میں ایمان سے محروم انسانوں نے ایمان والوں پر بہت ظلم کیا، وہاں نہ کسی کی حکومت چلے گی، نہ کسی کی فوج اور ہتھیار باقی رہیں گے، نہ کوئی دم مار سکے گا، اس مضمون کو سمجھنے کے لئے ان مثالوں کو سمجھئے۔

☆ پچھلے زمانوں میں کپڑا بنانے کے لئے روئی کو چرخے پر گھوما کر دھاگا بنایا جاتا تھا، مگر آج ضرورت بدل گئی، عمدہ سے عمدہ کپڑا بنانے اور دھاگا تیار کرنے کے لئے مشینوں کا استعمال کیا جارہا ہے، اور مشینیں انسانوں کے ذریعہ نہیں بلکہ بجلی سے چلائی جارہی ہیں، اگر اس زمانے میں چرخے کا رواج رکھا جاتا تو انسانوں کی ضرورت پوری نہیں ہوئی تھی۔

☆ اسی طرح پچھلے زمانوں میں لوگ گھوڑا، گدھا اور اونٹ یا بیل گاڑی پر سفر کرتے تھے، راستے میں خطرات ہوتے اور سفر میں مہینوں لگ جاتے، آج ضرورت کے لحاظ سے اللہ نے انسانوں کو سہولت سے سفر کرنے کے لئے موٹر، بس، ٹرک، ٹرین، ہوائی جہاز تیار کرکے سفر کرنے کی صلاحیت دی، جو مختصر وقت میں انسان اپنے سامانِ تجارت کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوجاتا ہے، آج اگر بیل گاڑی کو استعمال کیا جو انسانوں کا سفر مشکل رہتا، سفر میں انسانوں کی ضرورت کے لحاظ سے اللہ نے یہ نیا طریقہ اور نظام دیا، اسی طرح دنیا کی اس زندگی میں انسانوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے زندگی کے مختلف شعبوں میں مختلف نئے نئے طریقے اور اصول بنانے کی توفیق دی۔

بالکل اسی طرح قیامت کو برپا کرکے آخرت قائم کرنے کیلئے اللہ موجودہ دنیا کا نظام ختم کرکے نیا نظام لائے گا تاکہ انسانوں کا حساب صحیح صحیح ہو اور ان کو ان کے نیک اعمال اور بُرے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے، دنیا میں انسان کے حالات اور ان کی ناانصافیوں پر انسان خود یہ ضرورت محسوس کرتا ہے۔

☆ دنیا کے موجودہ نظام اور قانون کے تحت زمین پر سے پہاڑوں، جنگلات، ریگستانوں، دریا، ندی، نالوں اور سمندروں کو کوئی ہٹا نہیں سکتا، اور نہ سورج، چاند اور ستاروں کو بے نور کرسکتا ہے، مگر قیامت برپا ہوتے ہی آخرت قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نئے نظام کے تحت تمام انسانوں کو جو باقی رہیں گے موت دے دے گا، اور زمین پر میدان حشر قائم کرنے اور تمام انسانوں کو اسی زمین سے

دوبارہ زندہ کرنے کے لئے دنیا کے موجودہ نظام کو ختم کر کے نیا نظام لاکر بہت بڑی تبدیلی کردے گا، اس نئے نظام کے ضابطے اور قانون الگ ہوں گے، اور وہ نیا نظام اسباب کے تحت نہیں ہوگا۔

چنانچہ قیامت برپا ہوتے ہی زمین کو مسطح کر کے بالکل آسمان کی طرح اونچ نیچ سے مٹا دیا جائے گا اور زمین گویا جھٹک کر سیدھی کر دیا جائے گا، جس کی وجہ سے اس کی اونچ نیچ باقی نہیں رہے گی، تمام ستاروں اور سیاروں کی آپسی کشش کو ختم کر دیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے، سورج، چاند اور دوسرے تمام ستارے بےنور کر دئے جائیں گے، پہاڑ زمین کے اوپر جتنا نظر آتا ہے اس کا ۵ رگونہ حصہ زمین کے اندر ہوتا ہے، وہ روئی کے گالوں کی طرح سارے پہاڑ ہوا میں اُڑیں گے، سمندر بھڑ کائے جائیں گے اور ان سے آگ بھی نکلے گی، وہ زمین پر آجائیں گے، زلزلے اور طوفان آئیں گے، زمین کی وادیاں نشیب وفراز، دریا، ندی اور سمندر سب ختم ہوکر مسطح زمین بن جائے گی اور اسی پر میدانِ حشر قائم ہوگا۔

دنیا کے نظام کے تحت انسانوں کو مختصر اور عارضی وقت کے لئے کسی زمین پر اپنا ملک بنانے، حکومت کرنے اور مالک بننے کی چھوٹ دی گئی تھی، جس کی وجہ سے ہر انسان اپنا ملک، اپنی حکومت، اپنا پلاٹ، اپنا گھر اور مالک سمجھتا تھا۔

زمین مسطح ہونے کے بعد وہ ملک، وہ شہر، وہ گاؤں اور اس کا گھر کس ملک اور کس شہر میں چلے جائیں گی، کوئی بھی اس وقت میرا ملک، میری زمین، میرا گھر کا دعویٰ نہیں کر سکے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ ہر ایک کو موت دے کر فرمائے گا: **لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○** (المؤمن:١٦) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (ساری کائنات پکار کر کہے گی) اللہ الواحد القہار کی۔

☆ اللہ نے دنیا کے قانون اور نظام کے تحت انسانوں کے پیدا کرنے کا طریقہ ماں باپ کے نطفہ کے پانی سے رکھا ہے اور ماں کے پیٹ میں حمل ٹھہرنے کے بعد انسان بچہ کی شکل میں نو مہینے تک رہتا ہے، پھر پیدا ہونے کے بعد بہت دنوں تک دیکھنے، سننے اور بات کرنے، چلنے پھرنے سے دور رہتا ہے، پھر آہستہ آہستہ جوان ہوتا ہے۔

مگر جیسے ہی قیامت قائم ہوگی آخرت کے قانون اور ضابطے کے مطابق انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کا نظام بدل جائے گا اور عرش کے نیچے سے ایک خاص قسم کی برسات ہوگی جس کی وجہ سے شروع سے آخر تک تمام انسان اپنی اپنی قبروں میں سے جسم کے ساتھ ایسے اٹھیں گے جیسے زمین

سے سبزہ اُگتا ہے، پھر ان کی روحیں آزاد کردی جائیں گی، وہ اپنے اپنے جسموں میں داخل ہوجائیں گی، دنیا کے ضابطہ اور نظام کے مطابق اگر انسان کو مرد اور عورت کے ذریعہ ماں کے پیٹ میں پرورش پا کر دوبارہ زندہ ہونے کا نظام رکھا جاتا تو شروع سے آخر تک انسانوں کا دوبارہ زندہ ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، اس لئے اللہ نے دنیا کے نظام کو بدل کر نیا نظام آخرت میں لائے گا۔

☆ دنیا کے ضابطے اور نظام کے مطابق کسی بھی انسان کو مرنے کے بعد قبر میں زندہ کرکے دنیا میں قبر سے باہر نہیں نکالا جاسکتا، اور انسان کبھی بھی مردے کو دوبارہ زندہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، اگر دنیا میں مُردوں کو قبر سے باہر نکل کر دوبارہ زندہ ہوتا ہوا انسان دیکھ لے تو کوئی بھی آخرت کا انکار نہیں کرتا، سب آخرت کو مان کر آخرت کی تیاری کرنے والے بنے رہتے اور کسی کا امتحان نہیں لیا جاسکتا، مشاہدے کے بعد امتحان لینے کا سوال ہی غلط ہے، آخرت کے نظام کے تحت سارے انسان مرنے کے بعد ہی مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ قبر سے باہر زندہ کرکے نکالا جائیگا، اس لئے اللہ کے قادر ہونے پر یقین کرنا ہوگا۔

☆ دنیا کے نظام اور قانون وضابطے کے مطابق انسانوں کے اعمال کی کوئی جسمانی شکل و صورت نہیں بنتی، مگر آخرت کے ضابطے وقانون کے مطابق جیسے ہی انسان اپنی قبروں سے اٹھیں گے ان میں نیک اور بدلوگوں کے اچھے اور برے اعمال کی جسمانی شکلیں بن کر وہ انسانی صورتوں میں ان کے قریب آئیں گے اور نیک لوگوں کے اعمال ان کو اپنے اوپر سوار کروائیں گے اور گنہگاروں کے اعمال گنہگاروں پر زبردستی سوار ہوکر حشر کے میدان کی طرف لے چلیں گے، اگر دنیا میں ایسا ظاہر ہوجائے تو پھر امتحان نہیں لیا جاسکتا۔

☆ دنیا کے قانون اور نظام کے مطابق انسان چاہے نیک ہو یا بد، اس کا قد پانچ یا چھ فٹ تک ہی بڑھتا ہے، اور پھر بوڑھا ہوکر موت کے حوالے ہوجاتا ہے، جیسے ہی قیامت قائم ہوگی آخرت کے نئے نظام کے تحت اللہ تعالیٰ روحوں کو جسم دیں گے اور جنتی انسانی کی روح کو ایسا جسم دیا جائے گا جو جنت میں جاتے وقت ۳۳ / سال کی عمر کے نوجوان بن کر جائیں گے اور جسم حضرت آدمؑ کے بہشتی قد کے برابر ہوگا، وہاں ہمیشہ اسی عمر میں رہیں گے، کبھی بوڑھے اور ضعیف نہیں ہوں گے، جبکہ دنیا میں عمر بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذرتی ہے اور دنیا کے ضابطے کے مطابق کوئی بھی بوڑھا انسان بوڑھاپے کے بعد دوبارہ جوان نہیں بن سکتا۔

☆ اسی طرح جہنمی انسانوں کو دوزخ کی سزاؤں سے عذاب میں رہنے کے لئے ان کی روحوں

کو گناہوں کے حساب سے ایسا جسم دیا جائے گا جو دوزخ میں کئی میل کی جگہ گھیر کر بیٹھے گا، اور اس کا ایک داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر بن جائے گا، چمڑی ۴۰ گز موٹی ہو جائے گی۔

اگر دوزخ میں جہنمی کو اتنا بڑا جسم دے کر نہ ڈالا جائے اور دنیا کا قد اور جسمانی سائز دیا جائے تو دوزخی کاغذ کی طرح جل کر ہوا ہو جائے گا، وہاں کی آگ کے لحاظ سے دوزخی کو جسم دیا جائے گا، دنیا کے ضابطے و نظام کے تحت دنیا کی آگ' دوزخ کی آگ سے 69 درجے کم حرارت رکھتی ہے، اگر دنیا کی آگ بھی دوزخ کی آگ کی طرح ہوتی تو انسانوں کے برتن، غذائیں، گھر سب کچھ جل کر راکھ ہو جاتے، وہ آگ کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو کمر تک، کسی کو سینے تک جلائے گی، اس لئے دنیا کا ضابطہ و نظام الگ ہے، آخرت کا قانون الگ ہے۔

☆ آخرت کے نظام کے تحت جہنمی کی روح کو جو جسم دیا جائے گا اس کی چمڑی میں یہ خاصیت ہوگی کہ وہ دوزخ میں جل کر کوئیلا بن جائے گی' مگر اس پر موت نہیں آئے گی اور بار بار نئی چمڑی اس پر چڑھائی جاتی رہے گی، جبکہ دنیا کے نظام کے مطابق انسان اگر ایک ہی مرتبہ آگ میں جل جائے تو موت کے حوالے ہو جاتا ہے، آخرت کے قانون کے مطابق بار بار جلنے کے باوجود موت نہیں آئے گی، اسی طرح چاقوؤں سے یا زہر کھا کر آگ میں جل کر خودکشی کرنے والے بار بار اُن ہی چیزوں سے خودکشی کرتے رہیں گے' لیکن مریں گے نہیں۔

☆ جہنمی کے جسم کو ایسی زبان دی جائے گی کہ بار بار آگ کی قینچیوں سے کاٹنے کے باوجود وہ مرے گا نہیں، شدید تکلیف محسوس کر کے چیخ و پکار کرتا رہے گا، اس کو ایسا سر دیا جائے گا جسے پتھر اور ہتھوڑوں سے پھوڑنے کے باوجود پھر پہلے جیسا تھا ویسا ہی ہوتا رہے گا، وہ مرے گا بھی نہیں، جبکہ دنیا میں سر پھوڑنے کے بعد انسان زندہ نہیں رہتا۔

☆ دنیا کے قانون اور نظام کے مطابق انسان دنیا میں اپنے حواس سے نہ فرشتوں کو دیکھ سکتا ہے، نہ قبر کے حالات کو دیکھ سکتا ہے، نہ میدانِ حشر، پل صراط اور نہ جنت و جہنم کو دیکھ سکتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کا دیدار بھی نہیں کر سکتا، مگر آخرت کے قانون اور نظام کے مطابق جنتی کی روح کو جسم کے ساتھ ایسی آنکھیں دی جائیں گی جس سے وہ ان تمام چیزوں کو اور اللہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ سکے گا۔

☆ دنیا میں انسان دل میں جس چیز کی خواہش رکھے وہ فوراً اُسے نہیں مل جاتی، اُسے محنت کر کے سامان لا کر آگ، تیل، شکر سے تیار کرنا پڑتا ہے، مگر آخرت کے نظام کے تحت جنتی کی دل کی خواہش پر

فوراً اس کے سامنے تیار پکی پکائی غذائیں اور مشروبات آجائیں گے، اور بغیر آگ، تیل اور چولہے کے سب کچھ ملے گا، وہاں پھل درختوں پر چڑھنے اور توڑنے، پرندوں کا شکار کرنے کا نظام نہیں رہے گا۔

☆ دنیا میں انسان جب تک ماں کے پیٹ میں تھا اس کو غذاء اور ہوا ماں کے ذریعہ ملتی ہے اور ماں کا ناپاک خون منہ سے نہیں ناف سے اُسے پلایا گیا جس سے نو مہینے اس کی پرورش ہوتی ہے، وہاں ناک اور پھیپھڑوں سے سانس نہیں لیتا تھا، پیشاب یا پاخانے سے دور تھا، لیکن دنیا میں آتے ہی پھیپھڑے کھلتے ہی ناک سے سانس لینے لگتا ہے، اور منہ سے غذاء کھانے لگتا ہے، پیشاب پاخانہ کرنے لگتا ہے، اور آخرت کے نظام کے تحت اللہ نے ضابطہ الگ بنایا، جنت پاک جگہ ہے وہاں جنتی کے ناک، آنکھ اور کانوں سے دنیا کی طرح کوئی میل اور گندگی نہیں نکلے گی، وہاں بول و براز کی حاجت ہی نہیں رہے گی، وہاں جنتی جو کچھ کھائے گا وہ ڈکار اور پسینے کے ساتھ ہی ہضم ہو جائے گا، پسینہ میں خوشبو ہوگی، دنیا کے پسینے میں بدبو ہوتی ہے، وہاں کا نظام اور ضابطہ دنیا سے بالکل الگ ہوگا۔

☆ دنیا کے قانون کے مطابق دنیا میں انسان کی عمر محدود اور مختصر ہے، پھر وہ موت کے حوالے ہو جاتا ہے، لیکن آخرت کے قانون کے مطابق جنتی اور جہنمی کی عمریں لامحدود اور ہمیشہ کی ہو جائیں گے، وہاں ان کو کبھی موت ہی نہیں آئے گی، جنتی کو جنت میں کبھی بیماری نہیں آئے گی، اور نہ اس پر کوئی غم، مایوسی یا مصیبت آئے گی، وہ ہمیشہ خوش ہی خوش رہے گا، دوزخی کے لئے دوزخ میں آگ کالی ہونے کی وجہ سے اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا، وہ عذاب کو برداشت نہ کر کے موت کی تمنا کرے گا، مگر موت نہیں آئے گی، دنیا کی آگ لال ہے اس سے روشنی ہوتی ہے۔

☆ دنیا کے ضابطہ کے تحت انسان کو زندگی گذارنے کے لئے محنت مزدوری، نوکری اور تجارت کرنا پڑتا ہے، تب ہی زندگی کی پرورش ہوتی ہے، آخرت کے نظام مطابق وہاں جنتی کو کوئی محنت نوکری اور تجارت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی، دنیا میں امتحان کی وجہ سے ضابطہ اور قانون الگ ہے، آخرت میں دنیا کی طرح ضابطہ اور نظام نہیں۔

☆ دنیا کے ضابطے اور نظام کے مطابق انسانوں کے اعضاء کو انسانوں کے گناہوں کی گواہی دینے کی صلاحیت نہیں دی جاسکتی اور اگر دنیا میں انسانوں کے اعضاء اس کے گناہوں کی گواہی دیں گے تو پھر کوئی بھی ثبوت کے ہونے کی وجہ سے نہ گناہ کرے گا اور نہ آخرت کا انکار کرے گا، اس لئے اللہ نے آخرت قائم ہونے کے بعد دنیا کے قانون کو بدل کر نیا ضابطہ اور قانون بنائے گا اور مرنے

کے بعد حشر کے میدان میں انسان کے اعضاء کو خود اس کے خلاف شہادت اور گواہی دینے کے لئے گویائی یعنی بات چیت کی قوت عطا فرمائے گا۔

☆ دنیا کے ضابطے اور نظام کے مطابق زمین اپنے اوپر انسانوں کے جس وقت جس جگہ گناہ ہو رہے ہیں ان کی تصویر اپنے اندر محفوظ کر رہی ہے، مگر انسان کے مرنے تک اس کا علم انسان کو نہیں ہو رہا ہے، اگر زمین ان کی تصاویر اور ویڈیو فلم بتلا دے تو کوئی بھی ثبوت اور گواہ موجود ہونے کی وجہ سے نہ گناہ کرے گا نہ آخرت کا انکار کرے گا، آخرت کے قائم ہوتے ہی نیا قانون اور نئے نظام کے تحت زمین اللہ کے حکم سے انسانوں کے گناہوں کی خبریں بیان کرے گی اور پوری فلم بتلائے گی، دنیا میں ہر انسان کی گفتگو خلاؤں میں ریکارڈ ہو رہی ہے، مگر دنیا ختم ہونے تک بیان کی گئی باتیں سنائی نہیں دیتیں، آخرت میں نئے قانون کے تحت وہ تمام آوازیں انسان خود اپنی آواز میں سنے گا، اور حق کے خلاف اللہ کے خلاف انکار یا بتوں کی تعریف و بڑائی جو اس نے بیان کی سنے گا۔

☆ دنیا کے قانون اور نظام کے تحت انسانوں کے اچھے برے اعمال کا ریکارڈ منکر نکیر ہر روز ساتھ رہ کر تیار کر رہے ہیں، لیکن وہ دونوں فرشتے انسان کو نظر نہیں آتے، اگر ریکارڈ لکھنے والے نظر آ جاتے تو پھر کوئی بھی جرم اور گناہ کرنے سے گھبراتا، دنیا میں پولیس اور سی آئی ڈی سامنے ہو اور نظر آ جائے تو مجرم جرم نہیں کرتا، حشر کے میدان میں آخرت کے نظام کے تحت پورا پورا ریکارڈ نامۂ اعمال کی شکل میں انسانوں کو دیا جائے گا، جسے وہ وہاں کتاب کی شکل میں پڑھیں گے۔

☆ دنیا میں انسان اگر دس قتل کیا ہوگا تو آخرت کے قانون کے لحاظ سے اللہ ایسا جسم دیں گے کہ وہ بار بار زندہ ہو کر دس مرتبہ قتل کیا جائے گا، جبکہ دنیا میں دس قتل پر ایک مرتبہ ہی قتل کیا جاتا ہے اور پھر دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا، اس سے دس قتل کا بدلہ نہیں لیا جاسکتا، اس دنیا میں ایسا قانون نہیں ہے اور نہ دنیا میں بار بار زندہ کر کے سزا دی جاسکتی ہے، اس طرح سزا دینے سے امتحان بھی نہیں لیا جاسکتا، اس لئے قیامت قائم کر کے نیا ضابطہ و قانون اور نظام لانے کے لئے دنیا کے اسباب کو پوری طرح ختم کر دیا جائے گا اور نئے طریقے اور ضروریات کے تحت تمام اسباب کو ہٹانا ضروری ہوگا۔

آخرت میں ہر ظلم کا بدلہ مال سے نہیں بلکہ نیکیوں سے دیا جائے گا

دنیا میں جو انسان اعمال صالحہ کرتے ہوئے جو بھی ظلم و زیادتی کرے گا قیامت کے دن اس

کے ظلم کے معاوضے میں اس کی نیکیاں مظلوم کو دیدی جائیں گی، اور اگر اس کے باوجود ظلم باقی رہے تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے، یہ چیز نیکی کے ساتھ ظلم وزیادتی کرنے والوں کے لئے بہت ہی خطرناک بات ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟ پھر فرمایا: ہم میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نیکیوں کے دفتر کے ساتھ آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال ناحق کھایا تھا، کسی کا ناحق خون کیا تھا، کسی کو مارا پیٹا تھا، کسی کے حقوق ادا نہ کئے تھے، پھر ان سب مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، جب نیکیوں میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا جس سے ان کا بدلہ دیا جاسکے تو ان میں سے ہر ایک کے کچھ کچھ گناہ لیکر اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے اور وہ شخص دوزخ میں **پھینک** دیا جائے گا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مجاہد کے پیچھے اگر کسی شخص نے اس کی بیوی اور اس کے گھر والوں کے معاملے میں خیانت کی تو قیامت کے روز اس مجاہد کے سامنے اس کو کھڑا کر دیا جائے گا اور اس کو کہا جائے گا کہ اس کی نیکیوں میں سے جو کچھ تو چاہے لے لے، پھر فرمایا: تم کیا اندازہ کرتے ہو کہ وہ اس کے پاس کیا کچھ چھوڑے گا؟ (مسلم، ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ذمہ اپنے کسی بھائی پر کسی قسم کے ظلم کا بار ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ یہیں اُسے ادا کر دے، کیونکہ آخرت میں دینار و درہم تو ہوں گے ہی نہیں، وہاں اس کی نیکیوں میں سے کچھ لے کر مظلوم کو دلوائی جائیں گی یا اگر اس کے پاس نیکیاں کافی نہ ہوں تو مظلوم کے کچھ گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔

ایک اور روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی دوزخ میں اس وقت تک نہ جاسکے گا جب تک کہ اس ظلم کا بدلہ نہ چکا دیا جائے جو اس نے کسی پر کیا ہو، حتیٰ کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی دینا ہوگا۔ (بخاری، بیہقی، طبرانی)

جو لوگ رشوت لیتے ہیں، سود کھاتے ہیں، دھوکہ سے مال کھا جاتے ہیں، قرض ڈبو دیتے ہیں، لوگوں کی زمین، مکان اور دُکان پر ناجائز قبضے کر لیتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، لڑتے مارتے ہیں، ناحق قتل وخون کرتے ہیں، تہمت لگاتے ہیں، غیبت کرتے ہیں، شادی کے نام پر تلک اور

سامانِ جہیز لیتے ہیں، رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کرتے، وراثت کا مال صحیح تقسیم نہیں کرتے، یتیموں کا مال کھاتے ہیں، خیانت اور بد دیانتی کرتے ہیں ان سب کے لئے یہ روایات تباہی و بربادی کی اطلاع دے رہی ہیں۔

ناکام لوگوں کی دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست کیوں قبول نہیں کی جائے گی؟

جو لوگ آخرت میں ناکام ہو جائیں گے وہ آخرت کے تمام حالات کو دیکھ کر اللہ سے درخواست کریں گے کہ جس چیز کی ہمیں دعوت دی گئی تھی وہ بیشک ہم نے اس وقت قبول نہیں کی، اب ہم سب جان چکے ہیں اگر آپ ہمیں ایک بار پھر دنیا میں بھیج دیں تو ضرور ہم آپ کے فرمانبردار بندے بن کر آئیں گے، مگر ان کی درخواست کو ٹھکرا دیا جائے گا، آخرت کا امتحان دنیا کے امتحانات کی طرح نہیں، دنیا کا ضابطہ الگ ہے اور آخرت کا ضابطہ الگ ہے، اللہ اور آخرت کو بغیر دیکھے ایمان لانا شرط ہے۔

اللہ نے عہد الست میں جو اقرار لیا تھا تو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس عہد الست کے تمام حالات کی یادداشت کی رگ کو مٹا کر دنیا میں بھیجا تھا، اس نے اس یادداشت کو انسان کے تحت الشعور میں زندہ رکھا، اب اگر آخرت میں سے انسان کو دوبارہ اس دنیا میں بھیجنا ہو تو پھر آخرت کے تمام حالات کی یادداشت کو مٹا کر بھیجنا ہوگا، ورنہ امتحان بیکار ہو جائے گا، پھر دنیا کو دوبارہ قائم کرنا ہوگا، اور امتحان کی جگہ بنانا ہوگا، تمام اسباب پیدا کرنا ہوگا، انسان کو پھر سے ماں باپ کے نطفہ سے پیدا کرنا ہوگا، توحید و شرک کی آزادی دینی ہوگی اور تمام پیغمبروں کو دوبارہ بھیجنا ہوگا، تمام کتابیں نازل کرنی ہوں گی، انسان کی یادداشت میں جب آخرت کا نقشہ نہ رہے گا تو اللہ بحیثیت خالق جانتا ہے کہ یہ انسان پھر وہی نافرمانی اور بغاوت کرے گا جو پہلے کر چکا تھا، اس لئے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا۔

انسان کی نیکی و بدی، خوبصورت یا بدصورت شکل اختیار کر کے یا تو انسان کی سواری بنے گی یا خود اس پر سوار ہو جائے گی:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْداً ٥ (مریم: ۸۵)

جس دن ہم اکٹھا کر لائیں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بنا کر۔

لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (النحل: ۲۵)

اور وہ قیامت کے دن اٹھائیں گے اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر۔

حضرت عمرو بن قیسؓ ان آیات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جیسے ہی انسان قبروں سے اٹھے

گا' اگر وہ جنتی ہوگا تو اس کے قریب ایک انتہائی خوبصورت چاند جیسے حسین چہرے والا پاک صاف سفید لباس میں خوشبو سے معطر، سر پر چمکدار تاج والا' بزرگ شکل میں قریب آ کر سلام کرے گا اور اس کا استقبال کرے گا اور کہے گا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ جنتی آدمی کہے گا: نہیں! اور سمجھے گا کہ شاید اللہ نے کسی فرشتے اور نیک بزرگ کو بھیجا ہوگا، وہ روشن چہرے والا کہے گا کہ اللہ نے تمہارے نیک اعمال کو میری صورت میں جسم دے کر تمہیں نجات کی خوشخبری دینے کے لئے بھیجا ہے اور میں تمہارے نیک اعمال کی شکل ہوں، آج آپ مجھ پر سوار ہو جائیں تا کہ میں آپ کو اپنے اوپر سوار کروا کر میدانِ حشر میں لیجاؤں، جنتی آدمی کہے گا کہ نہیں مجھے تم پر سوار ہونے میں شرم آ رہی ہے، مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں تم پر سوار ہوں، آپ بزرگ ہیں، یہ بے ادبی ہے، تب روشن چہرے والا کہے گا کہ تم نے مجھے دنیا کی زندگی میں ہمیشہ اپنے اوپر سوار رکھا اور میں دنیا میں تمہارے اوپر ہمیشہ سوار رہا اس لئے اب میں تمہاری سواری بنوں گا، آپ اب مجھ پر سوار ہو جائیں، وہ روشن چہرے والا زبردستی جنتی انسان کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر حشر کے میدان کی طرف لیجائے گا، یہ نیک لوگوں کے لئے رحمٰن کی مہمان نوازی اور استقبال اور عزت افزائی تب سے شروع ہو جائے گی، گویا یہ اللہ کے فرمان کی تفسیر ہے۔

جو انسان ناکام اور جہنمی ہوگا وہ قبر سے نکلتے ہی اس کے قریب ایک انتہائی ڈراونی' سیاہ آنکھیں' نیلی بدشکل و بدصورت' بدبودار سیاہ لباس والا انسان آئے گا، جہنمی سمجھے گا کہ شاید کوئی شیطان اور بدروح ہے، نفرت سے منہ پھیرتے ہوئے اس سے دور ہونے کے لئے کہے گا، تو وہ بدصورت و بدبودار انسان اس سے کہے گا کہ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں، جہنمی کہے گا: خدا تجھے ہلاک کرے! تو شیطان ہے، وہ کہے گا میں کوئی شیطان نہیں' تیرے بُرے اعمال ہوں، اللہ نے تیرے گناہوں کو میری شکل دیدی ہے، جہنمی کہے گا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ تو نے دنیا میں زندگی بھر مجھ پر خوب سوار ہو کر زندگی گذاری ہے، ہمیشہ تو مجھ پر سوار رہتا تھا، اس لئے اب مجھے تجھ پر سوار ہونا ہے، جہنمی کہے گا کہ مجھے چھوڑ دے! کیا تو مجھے لوگوں کے سامنے بے عزت اور ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے، وہ بدصورت آدمی زبردستی اس جہنمی انسان کے کندھوں کو جھکا کر سوار ہو جائے گا، اور اس جہنمی کو اپنے کندھوں پر لے کر میدانِ حشر کی طرف لے چلے گا، یہ دراصل اللہ کے فرمان کی تفسیر ہے کہ کافر اپنے گناہوں کو اپنی پیٹھ پر اُٹھائیں گے۔

☆ حضرت زید بن اسلمؒ کو ایک روایت یہ ملی ہے کہ نیک عمل حسین' خوبصورت اور خوشبودار بن

کر جنتی کی قبر میں پہلو میں بیٹھا رہے گا، جب بھی جنتی انسان گھبرائے گا تو یہ پہلو میں بیٹھ کر اس کو تسلی دے گا اور بے خوف ہونے کی تلقین کرے گا، نیک انسان اس سے پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہے گا: میں تمہارا نیک عمل ہوں، تم مجھے نہیں جانتے؟ میں دنیا میں بھی تمہارے ساتھ تھا، قبر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں، اللہ نے تمہیں ڈر سے بچانے کے لئے مجھے یہاں رکھا ہے۔

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِينَ اتَّقَوا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ o

ترجمہ: اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے' اللہ اُن کو نجات دے کر اُن کی مراد کو پہنچا دے گا، اُنہیں کوئی تکلیف چھوئے گی بھی نہیں اور نہ انہیں کسی بات کا غم ہوگا۔(الزمر: ٦١)

نیک عمل کہے گا کہ تو نے مجھے دنیا میں پاکیزہ بنائے رکھا' گندہ وناپاک ہونے سے بچالیا اس لئے اللہ نے مجھے خوبصورت اور پاکیزہ بنا دیا، نیک انسان اس کو دعائیں دے گا، پھر وہ اُسے اپنے اوپر سوار ہونے کی درخواست کرے گا۔

اس کے برعکس جہنمی کے اعمال کو اللہ تعالیٰ بدترین و بدشکل بدبودار جسم میں تبدیل کر کے جہنمی کے پہلو میں بٹھائے گا، جب بھی جہنمی گھبرائے گا، خوف زدہ ہوگا اور چیخیں مارے گا' یہ بازو سے اس کے خوف اور گھبراہٹ میں مزید اضافہ کرے گا اور وہ مزید خوف وگھبراہٹ میں مبتلا ہو جائے گا، جہنمی کہے گا: تو کون ہے؟ تُو تو بہت بُرا ساتھی لگتا ہے، وہ کہے گا: کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ میں تیرا بُرا عمل ہوں، تیرا عمل بُرا تھا اس لئے اللہ نے مجھے یہ شکل دی ہے، تیرا عمل بدبودار تھا اس لئے میں بدبودار ہوں، تو نے مجھے بھی بدبودار کر دیا، اپنا سر نیچے کر اب میں تجھ پر سوار ہو جاؤں گا، اس لئے کہ تو نے دنیا میں زندگی بھر مجھ پر سواری کی یعنی مجھ پر سوار رہا ہے۔

لوگوں کو حشر کے میدان میں تین طرح سے لایا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو قیامت کے دن تین طرح سے میدان حشر میں لایا جائے گا، (۱) سوار (۲) پیدل (۳) چہروں کے بل، کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ اپنے چہروں کے بل چلیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس ذات نے انہیں قدموں پر چلایا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انہیں چہروں کے بل چلائے۔ (بیہقی)

غور کیجئے دنیا میں بعض جانور پیٹ کے بل یا بغیر پیروں کے چلتے ہیں۔

مؤمن کو خالص ایمان کی وجہ سے گناہوں سے معافی ملتی رہتی ہے

اللہ تعالیٰ بے انتہاء مہربان اور نہایت رحم کرنے والے ہیں، اللہ کو بندوں کو سزا یا عذاب دینے میں کوئی فائدہ ہے اور نہ کوئی خوشی، وہ توّاب ہونے کے ناطے چاہتے ہیں کہ بندہ مرنے سے پہلے پہلے سچی پکی توبہ کرلے تو اس کے سارے گناہ دنیا ہی میں معاف کردیتے ہیں، یہاں تک کہ کٹّر مشرک کے گناہ ایمان قبول کرنے کے بعد توبہ کرنے پر معاف فرمادیتے ہیں اور گناہوں کو وہ اپنی رحمت سے نیکیوں میں بھی بدل دیتے ہیں، وہ بندوں کو دوجگہ سزا اور عذاب دینا نہیں چاہتے، چنانچہ وہ اپنی رحمت اور مہربانی سے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے توبہ کو سب سے بڑا گناہ معاف ہونے کا کفارہ بنادیا اور سچی پکی توبہ کی شرط رکھی۔

اگر انسان خالص ایمان لاکر شرک نہ کرے تو وہ مؤمن انسان جو نیکیاں بھی کرتا ہے اور دنیا کے حالات اور مجبوری یا شیطان کے بہکاوے میں بھول سے گناہ کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس مؤمن کے لئے دنیا ہی سے گناہ معاف کرنے کے لئے مختلف بہانے رکھے ہیں، چنانچہ جو مؤمن خالص دل سے نیکی پسند کرتا ہے اور اللہ کی اطاعت و بندگی کرتے ہوئے گناہ کرلے تو ایسے انسان کو دنیا کی زندگی میں توبہ پر وضو، غسل، طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صدقات، جمعہ کا اہتمام اور دوسرے نیک کاموں پر گناہوں کو معاف کرنے کا طریقہ رکھا، اور نیکیاں اس کے گناہوں کی معافی کا کفارہ بنتی رہتی ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی ہے کہ دنیا میں مؤمن بندے پر جو بھی تکالیف، پریشانیوں و آفات آتی ہیں ان کے ذریعہ اس کو غفلت سے جگا کر اپنے مالک کی طرف رجوع ہونے اور اس سے توبہ کرنے کی توفیق دیتا ہے اور دین پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا ہے، اور خالص ایمان والے کی تکالیف، بیماری سے دنیا ہی میں ہر گناہ معاف کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ایمان والے اپنے جیب میں کوئی چیز رکھ کر بھول جائے اور اس سے جو تکلیف اس کو پہنچے وہ تکلیف بھی گناہ کے معاف ہونے کا کفارہ بن جاتی ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیتا ہے۔

چنانچہ احادیث میں یہاں تک فرمایا گیا کہ کانٹا چبھ جانے پر جو تکلیف ہوگی وہ بھی کفارہ بن جاتی ہے، جو لوگ بیماری، غم اور اذیت، شوہر، اولاد کی موت، فسادات، غیر مسلموں کی اذیت،

کاروبار میں نقصان، مختلف کاموں میں ناکامی پر صبر کرکے ایمان پر قائم رہتے ہیں، ان کے گناہ دنیا میں معاف ہوتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ خوف، بھوک، موت، بھول اور تجارت میں نقصان دے کر تمہیں آزمائیں گے، اس پر صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو، اس کے باوجود اگر کسی مؤمن کے گناہ زیادہ ہوں جس سے دنیوی زندگی کی تکلیف کفارہ نہ بن سکے اور اس کو پاک نہ کرسکے تو اس کو مرنے کے بعد برزخ میں گناہوں کی وجہ سے تکالیف اور سزاؤں کو برداشت کرکے پاک وصاف ہونا پڑے گا، یہ سزائیں اس کو جہنم میں عذاب سے بچانے اور پاک کرکے جنت میں جانے کے قابل بنادی جائیں گی، چنانچہ عذابِ برزخ بھی مؤمن کے لئے گناہوں کے معاف ہونے کا کفارہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے لوگوں کا اپنی قبروں میں طول قیام ان کو گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ (کنزالعمال ج:۸)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ ان کو پیدا کرکے دوزخ کا ایندھن بنادے بلکہ ان کو اس نے اپنی رحمت کے ظہور کے لئے پیدا کیا، غیظ وغضب کے اظہار کے لئے نہیں، اگر کوئی عقل وشعور رکھتے ہوئے کفر وشرک اور منافقت کرے تو وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھا اس لئے رحمت الٰہی سے دور ہوجائے گا، ورنہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

جنت اور دوزخ دراصل انسان ہی کے اعمال کی دوسری شکلیں اور نتیجہ ہیں، جس طرح ہر عمل کا ایک نتیجہ ہے غذاء سے بھوک مٹتی ہے، پانی سے پیاس بجھتی ہے، اوپر سے گرنے سے چوٹ لگتی ہے، زہر سے موت، شہد سے میٹھا مزہ، اسی طرح ہر اچھے بُرے عمل کا ایک لازمی نتیجہ ہے، جس طرح دنیا میں بہت سے اعمال کا نتیجہ ہم کو ملتا رہتا ہے اسی طرح روحانی اعمال کا نتیجہ آخرت میں جنت یا جہنم کی شکل میں ملے گا، جس طرح جان بوجھ کر زہر کھانے سے موت واقع ہوتی ہے، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ زہر سے مرکیوں گیا؟ بلکہ ہر عقلمند کہے گا کہ زہر کھانے والا موت کا خود ذمہ دار ہے، اسی طرح گناہ کبیرہ، شرک، کفر، نفاق، فسق وفجور کی سزا دوزخ ہے، اللہ نے انسان کو مرنے سے پہلے آخرت میں آنے سے پہلے ہی نیکی اور بدی کے ثواب اور عذاب کا بدلہ بتلادیا اور اچھے اور بُرے کی تمیز بھی دے دی، اس کے باوجود ان اعمال کا ارتکاب کرنے پر انسان خود ذمہ دار ہوگا، اللہ تعالیٰ انسان کو فائدہ، درجات کی بلندی، ترقی اور رحمت سے نوازنا چاہتا ہے، مگر انسان خود اپنی مرضی سے نقصان اور ذلت اختیار کرلیتا ہے۔

عالم برزخ کے بعد بھی اگر کسی خالص ایمان والے کے گناہ دُھل نہ سکیں، کچھ باقی رہ جائیں تو اللہ چاہے تو اُسے بغیر عذاب دئے اپنے فضل سے معاف کر کے جنت میں جانے کی اجازت بھی دے سکتا ہے، یا اپنے قانون کے مطابق دوزخ میں سزا جھیلنے کے ذریعہ گناہوں کے میل کو جلا کر اُسے پاک وصاف کرے گا، اس لئے کہ حکم الٰہی کو جان کر اس کی پرواہ نہ کر کے شراب، زنا، سود، جوا، قتل، بے پردگی، نیم عریانیت، فحش کلامی، دھوکہ بازی، نماز نہ پڑھنا، روزہ اور حج نہ کرنا، قرآن وسنت کے خلاف چلنا' جیسی نافرمانیوں پر اللہ اگر چاہے تو سزا دے سکتا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے سونے پر میل جم کر وہ کالا ہو جاتا ہے، اپنے چمک کھو دیتا ہے، سونے کے میل کو جلا کر اس کو خالص بنایا جاتا ہے، گنہگار مؤمن کو جہنم میں گناہوں کی گندگی سے پاک ہونے کے لئے سزاؤں کو برداشت کرنا پڑے گا، اس لئے کہ جنت پاک جگہ ہے، وہاں کوئی انسان بیماری، گندگی اور غلاظت ونا پاکی لیکر اور کسی نقص کے ساتھ نہیں جا سکتا، جب مؤمن گناہوں کی سزا بھگت لے گا تو اُسے جہنم کے سامنے نہر حیات میں غوطہ لگانے کی اجازت ملے گی اور وہ پاک صاف اور خوبصورت بن کر جنت میں چلا جائے گا۔

غیر ایمان والے، کافر، مشرک، منافق کا جہنم میں سزاؤں اور عذاب میں مبتلا ہونا ہے، ایمان والے کو اپنے گناہوں کا میل کچیل دھونے، ناپاکی ونافرمانی کے جراثیم کو ختم کرنے کے لئے جہنم میں عذاب میں مبتلا ہونا ہے، اور غیر ایمان والے کو جہنم جیل خانہ کی طرح ہے جہاں اس کو مختلف قسم کی سزاؤں کے ذریعہ عذابات ملتے رہیں گے اور وہ عذابات سے چھٹکارا نہیں پائے گا، گویا جہنم گنہگار مؤمن کے لئے حمام خانہ یا شفاء خانہ ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے دواخانے میں ایک ہارٹ اٹیک کا مریض، یا جس کو ایکسیڈنٹ ہو گیا ہو اُسے شریک کیا جائے، وہ چونکہ زبان کے مزے کی خاطر اپنی غذاؤں میں احتیاط نہ کر کے اپنے جسم میں کولیسٹرال کی مقدار بڑھا کر خون کو گاڑھا کر لیا ہے، اب اس کے جسم کو پھاڑا جائے گا، خون صاف کیا جائے گا، رگوں کو کاٹا جائے گا، کڑوی کسالی دوائیں دی جائیں گی، مرہم پٹی کی تکالیف کو برداشت کرنا پڑے گا، یہ تمام اعمال سزا کے طور پر نہیں، اس کی بداحتیاطی اور بدپرہیزی کی وجہ سے صحت مند بنانے کے لئے کرنا پڑے گا، یہی حال گنہگار مومن کا ہوگا۔

مگر کافر ومشرک کو ان کے مشرکانہ عقائد واعمال پر طرح طرح کی سزائیں ملتی رہیں گی، جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو وہ عذاب سے چھٹکارا نہیں پاسکیں گے، آخرت میں شفاعت کے ذریعہ

رتی برابر ایمان رکھنے والے کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے بول و براز میں سونے کا چھوٹا سا ذرّہ بھی گر جائے تو اُسے نکال کر دھوکر صاف کرلیا جاتا ہے، اسی طرح ذرہ برابر ایمان والے کو دوزخ کی گندگیوں میں سے نکال لیا جائے گا، ایمان والے کا پورا جسم جلے گا مگر اس کی پیشانی سجدہ کی وجہ سے آگ جلا نہ سکے گی چمکتی رہے گی۔

جولوگ دنیا میں خالص ایمان لاکر تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کر لیتے ہیں، بھول اور غلطی سے گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں، شراب، زنا، جوا، سود، بے حیائی و بے پردگی، دھوکہ، فریب، ناحق قتل و غارت گری، حرام مال کھانا، جھوٹ، حقوق تلفی اور ظلم وزیادتی وغیرہ سے دور رہتے ہیں، اور اپنی زندگی کو قرآن مجید کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں چلانے کی تڑپ وفکر رکھتے ہیں اور اسلام ہی میں نجات و کامیابی سمجھتے ہیں، ان کی زندگی میں دنیا میں غربت اور پریشانیوں کے باوجود اللہ کی غیبی مدد و نصرت رہتی ہے اور اللہ ان کی بغیر اسباب کے مدد وحفاظت فرماتا ہے، ان کی زندگی میں برکت رہتی ہے، وہ دنیا کے بعد قبر میں بھی ہر روز جنت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور جنت کی ہوائیں لیتے ہیں، دلہن کی طرح آرام سے برزخ میں زندگی گذارتے ہیں اور حشر کے میدان میں عزت کے ساتھ لیجائے جاتے ہیں اور ایک فرض نماز کے ادا کرنے میں جتنا وقت لگاتا ہے اتنی ہی دیر وہاں ٹھہرتے ہیں، جلد حساب دے کر حوض کوثر کا پانی پی کر اللہ کی مہمان نوازی سے زمین کے مختلف میوے، غذاؤں، ترکاریوں، غلہ کی مزیدار روٹی کھا کر پل صراط پر سے تیزی سے گذر جائیں گے اور جنت میں داخلہ پر فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

اس لئے ایمان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کو سیکھئے، اس کی حفاظت کیجئے، اس میں کسی قسم کا شرک شامل ہونے مت دیجئے، اور اللہ سے بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے کی دعاء مانگتے رہئے، گناہِ صغیرہ تو مختلف اعمال سے معاف ہوتے رہتے ہیں، لیکن گناہِ کبیرہ کے لئے سچی پکی توبہ ضروری ہے، یا پھر دوزخ میں سزاء ملے گی، اسی طرح حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے' بلکہ جس پر ظلم کیا' جس کے حقوق دبالئے گئے' ان سے معاف کروانا یا معافی حاصل کرنا لازم ہے، ورنہ حشر کے میدان میں نیکیوں سے لین دین کرنا ہوگا۔

اسی طرح ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مغفرت کرنا چاہتا ہے، غیر ایمان والوں کے گناہوں کو کیوں معاف نہیں کرتا؟ اس کو اس مثال سے سمجھئے کہ اگر ایک عورت اپنے

شوہر کے علاوہ دوسرے مرد کو شوہر سمجھے یا اس سے تعلقات قائم کرلے، تو اس کا شوہر اس کو معاف نہیں کرتا، اگر وہ صرف شوہر کی محبت میں جئے، پھر اس سے کھانا پکانے، کپڑے دھونے، گھر کی دیکھ بھال اوراس کی اطاعت میں کمی ہوجائے تو شوہر نظرانداز کردیتا اور معاف کردیتا ہے۔

دُنیا کی حقیقت ذہن میں رکھئے!

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً (103)الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاًo (الکھف:۱۰۳، ۱۰۴)

اے محمدؐ! ان سے کہئے! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام اورنامراد لوگ کون ہیں وہ ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری جدوجہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اوروہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کررہے ہیں۔ (الکھف:۱۰۵)

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مرتبہ کے لحاظ سے بدترین آدمی وہ ہوگا جس نے اپنی آخرت کو دنیا حاصل کرنے کے لئے ضائع کردیا۔ (ابن ماجہ)

☆ مستور بن شدادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں بس ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکال لے اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آئی ہے۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس دنیوی عیش وآرام سے کوئی دلچسپی نہیں، اس دنیا میں میری مثال ایسی ہے جیسے سوار ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوگیا پھر چل دیا۔ (سنن ترمذی)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم کوئی اجنبی یا مسافر ہو۔

یعنی جس طرح سوار سفر میں کچھ دیر درخت کے نیچے یا مسافر ہوٹل یا سرائے میں مختصر وقت کے لئے ٹھہرتا ہے، اس کو اپنا مستقل ٹھکانہ نہیں سمجھتا اور نہ وہاں سامانِ عیش وراحت جمع کرکے پوری توانائی اور دولت لُٹاتا ہے، اپنے مقصدِ سفر کو پورا کرنے کے بعد ہوٹل کا تخلیہ کردیتا ہے اوراپنی منزل کی طرف چلتا رہتا ہے، اسی طرح عقلمند انسان دنیا کو مختصر اور عارضی جان کر یہاں سے مقصدِ زندگی پوری کرکے آخرت' جو اس کی اصل منزل اور ٹھکانہ ہے چلا جاتا ہے، اس کے برخلاف بیوقوف

انسان دنیا کو سب کچھ سمجھ کر آخرت برباد کر لیتا ہے اور ساری توانائی دنیا بنانے میں خرچ کر لیتا ہے۔

مگر افسوس آخرت سے غافل آخرت کا انکار کرنے والے سب سے زیادہ عارضی اور مختصر دنیا کی زندگی کو ہی پسند کرتے ہیں، اسی کے دیوانے بنے رہتے ہیں، اسی دنیا کی زندگی سے انسان یا تو آخرت بنائے گا یا بگاڑ لے گا، اگر وہ دنیا میں اپنی مرضی اور پسند سے رب چاہی زندگی گذارے گا تو آخرت میں اُسے اللہ مَن چاہی زندگی عطا فرمائے گا اور جنت انعام میں دے گا، اس کے برعکس اگر وہ دنیا میں مَن چاہی زندگی گذارے گا تو اللہ اُسے جہنم رسید کر دے گا، اس لحاظ سے دنیا کی زندگی انسان کے لئے بہت اہم اور مختصر ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کو معبود بنا کر اس کے بندے نہ بن جاؤ اور اپنا خزانہ اس ذات کے پاس جمع کرو جو کسی کی کمائی ضائع نہیں کرتا۔

☆ حضرت سعد بن مسعودؓ کا قول ہے کہ جب تم کسی ایسے انسان کو دیکھو جس کی دنیا بڑھ رہی ہے اور دین کم ہو رہا ہے، مگر وہ اس بات پر راضی اور خوش بھی ہو تو سمجھ لو کہ وہ شخص دھوکہ، گھاٹے اور فریب میں ہے کہ اس کی صورت مسخ کی جا رہی ہے اور اُسے محسوس بھی نہیں ہو رہا ہے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا اللہ کی سرائے ہے، جو آخرت کے مسافروں کے لئے وقف ہے، اپنا توشہ لے لو اور جو کچھ سرائے میں ہے اس کا لالچ نہ کرو، آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص پر تعجب ہے جو اس دنیا کو فانی جانتا ہے، پھر بھی اس کی رغبت کرتا ہے، اور جو حساب کو حق جانتا ہے پھر بھی مال جمع کرتا ہے۔

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخرت کا کام آج کر اور دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مقدر میں دنیا جتنی لکھ دی ہے وہ بغیر محنت و مشقت کے انشاءاللہ اُسے مل کر رہے گی، اسی کے ملنے کے راستے اُسے آسان کر دئے جائیں گے، مگر دین یعنی آخرت بغیر محنت و مشقت اور مجاہدے کے نہیں ملے گی، اس کے لئے انسان کو مجاہدے کرنا پڑے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے دئے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل سے راضی ہو جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے جو واقعی اس کا ہے وہ بس تین مدّیں ہیں، ایک وہ جو اس نے کھا کر ختم کر دیا، دوسرے وہ جو پہن کر پُرانا کر ڈالا، تیسرے وہ جو اس نے اللہ کی راہ میں دے دیا (اپنی آخرت کے لئے جمع کر لیا)، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ بندہ دوسرے لوگوں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔ (مسلم شریف)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا مال بس وہی ہے جس کو اس نے آگے بھیج دیا (یعنی اللہ کے راہ میں دے دیا)، اور جس قدر اس نے بعد کے لئے رکھا ہے وہ اس کا نہیں ہے بلکہ اس کے وارثوں کا ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا آدمی بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں، پھر اس نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! بُرا آدمی کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل بُرے ہوں۔ (سنن ترمذی)

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر اور منکر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ (ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد)

☆ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہوشیار اور عقلمند وہ انسان ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، اور نادان و بیوقوف وہ انسان ہے جو اپنے آپ کو خواہشاتِ نفس کا تابع کر دے اور اللہ سے امیدیں باندھے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا عقلمندوں کے لئے سامانِ غنیمت ہے اور نادانوں کے لئے سامانِ غفلت ہے۔

دنیا کی تمام چیزیں بیکار و بے مقصد نہیں!

کائنات کی چیزوں میں ہوا ایک مقصد کے لئے ہے، پانی ایک مقصد کے لئے ہے، سورج، چاند، ستارے یہ اپنے اپنے ایک مقصد کے لئے ہیں، زمین ایک مقصد کے لئے ہے، انسانی جسم کے

تمام اعضاء ایک ایک مقصد کے لئے ہیں، جانور ایک مقصد کے لئے ہے، پیڑ پودوں کا ایک مقصد ہے، تو پھر انسان کی زندگی بے مقصد کیسے ہوگی؟ اس کی زندگی کا بھی ایک مقصد ہے، جب کائنات کا ذرّہ ذرّہ بامقصد ہے تو انسان اس دنیا میں بے مقصد کیسے ہوسکتا ہے؟ جب پوری دنیا کی چیزیں اپنے اپنے مقاصد کے تحت کام کررہی ہیں تو انسان بھی دنیا میں مقصد کو جان کر مقصد ہی کے تحت زندگی گذارے۔

اسی مقصد کے تحت دنیا کا یہ نظام بھی ہمیشہ ہمیشہ باقی نہیں رہے گا، ہر چیز کی طرح اس دنیا کی بھی ایک مدت مقرر ہے، جب دنیا میں کوئی عقلمند اور سمجھ دار انسان کوئی کام بھی بے مقصد اور بیکار نہیں کرتا، اس کا خالق و مالک بیکار اور عبث کام کیوں کرے گا؟ دنیا کوئی موٹر اور مشین نہیں جو چلتے چلتے پرانی ہوکر اس کے پرزے خراب ہوکر وہ ناکارہ اور چلنے کے قابل نہ رہے تو دنیا کا کوئی پرزہ اور مخلوق سوائے انسان وجن کے نہ خراب ہوتی ہے اور نہ ناکارہ اور نہ پرانی ہوتی ہے، ان کی مرمت کی ضرورت ہی نہیں۔

اس کائنات کا خالق کامل اور منصوبہ بند تخلیق کرتا ہے، اس نے دنیا کی ہر چیز میں اثر رکھا ہے، اسی طرح انسانوں اور جنوں کے دنیا کے اعمال میں بھی اثر رکھا ہے، جس طرح درختوں کے بیج سے کونپل نکلتا ہے، پھر کونپل سے ایک پودا بنتا ہے، پودے سے درخت' پتے اور ڈالیاں، پھر پتے ڈالیوں سے کلیاں اور کلیوں سے پھول اور پھولوں سے پھل اور پھر پھل سے لاکھوں بیج، اسی طرح دنیا میں انسانوں کے اچھے برے اعمال سے دنیا میں خیر اور شر پھیلتا ہے، اور انسانی آبادی خیر اور شر کرسکتی ہے، نیکی اور برائی پھیلاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر انسان کو ایک مدت تک زندہ رکھ کر موت دیتا ہے، موت کے معنیٰ یہ نہیں کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فناء ہوگیا، موت دراصل انسان کی دنیا کے امتحانی زندگی کے وقت کے مکمل ہونے کا اعلان ہے اور موت کے ساتھ ہی آخرت والی حساب والی زندگی کے دوسرے دور کے شروع ہونے کا اظہار ہے۔

موت اور سکرات

انسان کو دنیا میں ایمان لانے کی مہلت سکرات کے شروع ہونے سے پہلے پہلے تک دی گئی ہے، سکرات شروع ہوجانے کے بعد ایمان لانا' اللہ کے پاس قابلِ قبول نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس پر عالم غیب اور فرشتوں کے حالات ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں، فرعون کے ڈوبتے وقت جب

موت سامنے تھی اور فرشتے نظر آ رہے تھے تب اس نے ایمان لانے کا اعلان کیا، تو اس وقت اس کے ایمان لانے کو قبول نہیں کیا گیا۔

غور کیجئے کہ ایک انسان سکرات شروع ہوتے ہی آنکھوں، زبان اور کان رکھ کر کیوں دنیا سے اندھا، بہرا اور گونگا بن جاتا ہے، کیوں وہ اپنے اہل وعیال کو نہیں پہچانتا، کیوں فرشتوں سے گھبراتا ہے، کیوں اس کا دنیا سے تعلق ختم ہو جاتا ہے؟ کیوں وہ دوسری دنیا میں غرق ہو جاتا ہے؟ اگر آخرت شروع نہ ہوتی تو دنیا اور اس کے درمیان یہ پردہ کیوں پڑ جاتا؟ آخرت کا یقین بڑھانے کے لئے یہ نکات بہت اہم ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ایمان والوں کو یہ تعلیم دی کہ جب بچہ بات کرنے لگے تو اس کو لا الٰہ الاّ اللہ پڑھنا سکھاؤ، اور جب انسان پر موت قریب ہو اور سکرات شروع ہو جائے تو اس کے قریب بیٹھ کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے رہو تا کہ مرنے والے کو کلمہ یاد آ جائے، اس کو پڑھنے کے لئے حکم مت دو اور نہ مجبور کرو، کہیں وہ چھڑ چھڑے پن میں یا موت کی سختی کی وجہ سے کلمہ کا انکار نہ کر دے، جب اس کے کانوں میں کلمہ کی آواز جائے گی تو وہ خود کلمہ زبان سے دوہرائے گا، اس طرح اس کا پہلا اور آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہو جائے، اس طرح اس کے ایمان کے ساتھ واپسی کی امید ہے۔

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مرنے والے کے قریب بیٹھنے والوں کو یٰسین پڑھنے کی تلقین فرمائی تا کہ روح آسانی سے نکل سکے۔

☆ اللہ تعالیٰ موت کے فرشتے کو انسانوں کی روح نکالنے کا کام دیا ہے، اس کے ساتھ فرشتوں کی باقاعدہ بڑی تعداد ہوتی ہے، انسان پر جب دنیا سے منتقل ہونے کا وقت آتا ہے تو سکرات شروع ہوتے ہی انسان اور اس دنیا کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے، اب وہ دنیا کی کسی چیز کو نہیں پہچان سکتا، اس کو عالم بالا یعنی آخرت کے حالات، فرشتوں اور انعامات وعذابات سب نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں، فرشتے جو اس کی روح نکالنے کے لئے آتے ہیں وہ دنیا کے اندر زندہ انسانوں اور اس کے اطراف ٹھہرے ہوئے انسانوں کو نظر نہیں آتے، لیکن مرنے والا انہیں دیکھتا رہتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کو روح نکلتے وقت ہی اُسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی، یہ باتیں بھی آخرت کے ہونے کی دلیل ہیں۔

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا

آخری کلام لا الٰہ الاّ اللہ (محمد رسول اللہ ﷺ) ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد)

☆ اگر مرنے والا کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی دنیوی بات کرلے تو پھر اس کے سامنے کلمہ کو دوہراتے رہنا چاہئے تاکہ اُسے پھر کلمہ یاد آجائے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:؟ کوئی شخص ہرگز موت کی دعاء نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کرنے سے باز نہیں رہ سکتا تو اُسے یوں دعاء کرنی چاہئے کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ میری حیات میرے لئے مفید ہے اور مجھے موت اس وقت دے جب میرے لئے موت بہتر ہو۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

موت' دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے!

دنیا میں ہر انسان چاہے کسی مذہب کا کیوں نہ ہو وہ اپنے سامنے ہر روز کسی نہ کسی کو موت سے گذرتا ہوا دیکھتا ہے، اس کے جنازے میں شریک ہوتا ہے، اپنے ہاتھوں سے اُسے دفن کرتا یا جلاتا ہے، مگر پھر بھی موت سے غافل بنا رہتا ہے، جیسے اُسے کبھی موت نہیں آئے گی، یہ انسان کی غفلت اور بے حسی کا عالم ہے، ہر انسان کی موت کا وقت مقرر ہے، جس جگہ، جس وقت، اُسے موت آنا ہے، وہ اس وقت خود بخود اپنے مرنے کے مقام پر آجاتا ہے، جس کو جس وقت جہاں قتل ہونا ہے وہ اس وقت اپنی قتل گاہ پر آجاتا ہے، کوئی بھی پہاڑوں، غاروں، زمین کے اندر سُرنگوں میں چھپ کر موت سے بچ نہیں سکتا۔

قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ. (ال عمران:۱۵۴)

ترجمہ: (اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے لئے قتل کیا جانا لکھا جاچکا ہے وہ خود بخود اپنی قتل گاہوں کی طرف آتے ہیں۔

دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہوتے ہیں، دو مرتے ہی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اور ایک آخرت میں حساب کتاب تک ساتھ آتا ہے:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کو دنیا کی زندگی میں تین چیزوں سے سابقہ رہتا ہے، ایک مال و دولت، جائیداد، عہدہ و کرسی اور اقتدار، یہ چیزیں مرتے ہی انسان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں، اس کی ملکیت سے نکل جاتی

ہیں، دوسرے اس کے مالک بن جاتے ہیں، دوسری چیز اس کے دوست ورشتہ دار ہوتے ہیں، جو اس کا قبر تک ساتھ دیتے ہیں، قبر میں مٹی ڈال کر قبر کو بند کر کے میت کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، تیسری چیز اس کا عمل ہے، جو قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے، اور آخرت تک ساتھ ساتھ آتا ہے، اس لئے سمجھ دار انسان تیسرے ساتھی جو ہمیشہ باقی رہنے والا اور ساتھ چلنے والا ہے اس سے دوستی کرے (ایمان واعمال صالحہ ہی اس کے عمدہ دوست وساتھی ہیں)۔ (بخاری، مسلم)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موت مؤمن کے لئے تحفہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ انسان موت کو مکروہ جانتا ہے، حالانکہ موت فتنوں سے بہتر ہے، جتنی جلدی موت آجائے گی اتنی ہی جلدی دنیا کے فتنوں سے محفوظ ہوجائے گا۔ (مسند احمد)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے دنیا سے انتقال کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ کی (تنگی اور تاریکی) سے نکل کر دنیا کے آرام وراحت میں آجاتا ہے۔ (ترمذی)

بہر حال مؤمن کے لئے موت تحفہ ہے، بشرطیکہ نیک عمل کرنے والا ہو اور اس نے صحیح ایمان کے ساتھ اللہ کے ساتھ معاملہ درست رکھا ہو، ایسے بندے دنیا سے جلد نکلنا چاہتے ہیں، یہاں رہنا نہیں چاہتے۔

☆ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے موت کے وقت مؤمن کے پاس فرشتے آکر اُسے خوشخبری سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم جہاں جارہے ہو وہاں جانے سے ڈرو نہیں! لہٰذا اس کا خوف جاتا رہتا ہے۔ (ابن ابی حاتمؒ)

جو لوگ دنیا کی زندگی میں برائیوں کو پسند کرتے ہیں وہ موت سے بہت گھبراتے ہیں، اس لئے کہ وہ دنیا کو آباد کرتے اور آخرت کو ویران کر لیتے ہیں اس لئے آباد دنیا سے ویرانی میں جانا پسند نہیں کرتے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رخساروں کو پیٹے، گریبان کو پھاڑے اور ایامِ جاہلیت کی طرح پکار پکار کر روئے۔ (مسلم)

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر نوحہ کیا جاتا ہے اس نوحہ کے سبب اس پر قیامت کے دن عذاب کیا جائے گا۔ (مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خود اپنا گلا گھونٹ لے وہ دوزخی ہے اور جو خود اپنے آپ کو نیزہ مارلے وہ بھی دوزخی ہے۔ (بخاری)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مردہ کو نہلائے اُسے چاہئے کہ بعد میں خود بھی غسل کرلے اور جو میت کو اٹھائے وہ بعد میں وضو کرلے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہؓ کو کھلکھلا کر ہنستے ہوئے دیکھا، فرمایا: میں تمہیں وہ بات بتاتا ہوں جو لذتوں کو توڑنے والی چیز ہے، وہ موت کی یاد ہے، وہ تمہیں غفلت میں مبتلا ہونے نہیں دے گی، لہٰذا موت کو خوب یاد کرو۔

اس سے یہ سبق ہے ملتا ہے کہ سکرات، قبر، عالم برزخ، قیامت، میدانِ حشر، پل صراط، جنت کے انعامات اور دوزخ کے عذابات کو پڑھتے، سنتے رہیں اور یادرکھ کر زندگی گذاریں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ جلدی لیجایا کرو، کیونکہ اگر وہ صالح ہوگا تو اس کے لئے بھلائی ہے، اُسے بھلائی کی طرف پہنچادو، اور اگر وہ صالح نہیں ہے تو اس کے لئے برائی ہے، لہٰذا تم اُسے اپنی گردن سے اتاردو۔ (بخاری ومسلم)

☆ مشکوٰۃ شریف کی روایت میں ہے کہ جب نیک انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس خوبصورت، سفید، روشن چہرے والے فرشتے' جنت کا خوشبودار کفن لے کر آتے ہیں، اور ملک الموت اپنی جماعت کے ساتھ اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور سلام کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے پاکیزہ روح! نکل اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف، چنانچہ اس کی روح ایسے نکل جاتی ہے جیسے صراحی (مشکیزہ) سے پانی باہر آتا ہے، ملک الموت کے پاس سے دوسرے فرشتے اس روح کو جنتی کفن میں لپیٹ کر آسمان کی طرف روانہ ہوتے ہیں، اس کفن میں مشک جیسے خوشبو ہوتی ہے، اس طرح پہلے، دوسرے، تیسرے' یہاں تک کہ ساتویں آسمان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، ہر آسمان پر فرشتے اس پاکیزہ روح کو اچھے نام لیکر یاد کرتے ہیں، اس کی تعریف کرتے ہیں، پھر آخری آسمان پر اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں: ''میرے اس بندے/ بندی کو کتاب علیین میں لکھ دو، اور اُسے زمین پر واپس لے جاؤ، اسی زمین سے دوبارہ ان کو نکالوں گا'' چنانچہ اس کی روح اس کے جسم میں واپس کردی جاتی ہے، اس کے بعد دو فرشتے قبر میں اس کے پاس سوال وجواب کے لئے آتے ہیں۔

اس کے برعکس کافر، مشرک اور ناکام انسان کی موت کا جب وقت آتا ہے تو اس کے پاس

سیاہ چہروں والے ڈراؤنے فرشتے' بدبودار کپڑے لیکر آتے ہیں، اور دور دور تک اس کے اطراف بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں کہ اے خبیث روح! نکل اللہ کی ناراضگی کی طرف، ملک الموت کا یہ فرمان سن کر روح اس کے جسم میں اِدھر اُدھر بھاگتی پھرتی ہی، پھر ملک الموت اس کے جسم سے روح کو زبردستی ایسے نکالتے ہیں جیسے گرم سیخ کو بھیگے ہوئے اُون سے صاف کیا جاتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ جیسے ریشم کے دھاگے کو کانٹی دار جھاڑی پر ڈال کر کھینچا جاتا ہے تو وہ تار تار ہو جاتا ہے، اس طرح سخت تکلیف سے اس کی روح نکالی جاتی ہے، اس وقت اس کو زبردست پیاس لگتی ہے، سمندر بھی پلا دو تو پیاس ختم نہیں ہوتی۔

فرشتے بدصورت ڈراؤنی شکل وصورت میں خطرناک بن کر آتے ہیں، شاید کسی غیر مسلم کو اللہ نے دِکھا دیا ہو اور وہ روح نکالنے والے فرشتے کو دیکھ کر دیوتا سمجھا ہے، اور پھر اپنے خیال سے ایسی شکل بنایا جس کے ہزار سر ہوتے ہیں اور ہر سر میں منہ سے باہر زبان نکلی ہوئی ہوتی ہے اور ہر منہ سے آگ کے شعلے نکلتے دکھائی دیتے ہیں' جسے یہ غیر مسلم دیوتا سمجھ کر پوجتے ہیں۔

مرنے والا ان فرشتوں کو دیکھتے ہی بہت گھبراتا ہے، ہیبت زدہ ہو جاتا ہے، دنیا سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے، پھر اس کی روح اس بدبودار کپڑے میں لپیٹ کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، پہلے تمام آسمانوں پر فرشتے لعنت وملامت کرتے ہیں، پھر اللہ کے پاس سے آواز آتی ہے کہ ''اُسے کتابِ سجّین میں لکھ دو! جو سب سے نیچی زمین میں ہے،'' چنانچہ اس کی روح کو وہیں سے سجّین میں پھینک دیا جاتا ہے، پھر فرشتے اس کے پاس سوال وجواب کے لئے آتے ہیں۔

قبر، عالم برزخ (دنیا و آخرت کے درمیان کا حصہ)

انسان کی دوسری زندگی کا حصہ موت کے بعد سے یعنی قبر' عالم برزخ سے لے کر میدانِ حشر تک ہے، اس لئے موت کے بعد سے قیامت قائم ہونے تک جو زمانہ گذرتا ہے اس کو عالم برزخ کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنازہ آدمی اپنے کاندھوں پر اٹھالیتے ہیں تو اگر وہ میت نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھ کو جلد لے چلو میری منزل کی طرف! اور اگر نیک نہیں ہوتی تو لیجانے والوں سے چلاّ چلاّ کر کہتی ہے: ہائے میری کم بختی! مجھے کہاں لیجا رہے ہو؟ اس کی آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے، اگر انسان سن

لے تو شدت کی وجہ سے بیہوش ہو جائے۔ (بخاری)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق ہے۔ (جامع ترمذی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ ثواب سمجھ کر جاتا ہے اور جب تک نماز ادا کر کے تدفین تک ساتھ رہتا ہے تو وہ دو حصے ثواب لیکر لوٹتا ہے، اس ثواب کا ہر حصہ احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے، اور جو شخص نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جاتا ہے وہ ایک قیراط ثواب لیکر لوٹتا ہے۔ (بخاری)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازے کے ساتھ گیا اور اُسے تین بار کندھا دیا اس نے جنازے کا حق جس قدر اس پر تھا ادا کر دیا۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی جنازہ دیکھے اور اس کے ساتھ نہ جائے تو چاہئے کہ وہ ٹھہر جائے یہاں تک کہ جنازہ آگے نکل جائے یا وہ خود آگے بڑھ جائے۔ (بخاری)

☆ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کا جنازہ سامنے سے جاتے وقت کھڑے ہو گئے، صحابہؓ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، بعد میں ہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! وہ تو یہودی کا جنازہ تھا؟ فرمایا: تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔ (بخاری)

☆ ایک صحابیؓ کا انتقال ہو گیا، ان کو ناقص کپڑے کا کفن دے کر رات ہی کو دفن کر دیا گیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ رات کے وقت کسی کو دفن نہ کیا جائے، سوائے مجبوری کی صورت میں، پھر بھی نماز جنازہ ضرور پڑھ لی جائے، اور فرمایا کہ جب تم اپنے بھائی کو کفن دو تو اچھا کفن دو۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

☆ حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو! کیونکہ ان پر ایسی آفت آئی ہے جو انہیں مصروف رکھے گی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ (فعل) دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر کو عمارت نہ بناؤ اور اس پر فقیر بن کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔(مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔(ترمذی)

اس کے باوجود مسلمان بے شعور عورتیں کثرت سے درگاہوں میں نظر آتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی بددعاء میں شامل ہوجاتی ہیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر آخرت کی پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پا گیا تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہوتی ہیں، اگر قبر کی منزل سے نجات نہ پاسکا تو اس کے لئے اس کے بعد کی منزلیں اور زیادہ سخت کٹھن ہیں۔(ترمذی، ابن ماجہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ تم لوگ قبروں میں فتنۂ دجال کی طرح آزمائے جاؤ گے۔(نسائی)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کسی مردے کا تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے سوائے شوہر کے، اس کا سوگ چار مہینے دس دن ہے۔(ترمذی)

سائنس نے تحقیق کی ہے کہ مرد کے انتقال کے بعد چار مہینے دس دن تک اس کا DNA عورت کے جسم میں رہتا ہے اس لئے اسلام نے بھی اس سے پہلے شادی سے منع کردیا ہے۔

قبر میں منکر نکیر سوالات ہر اس مرنے والے سے کریں گے جو دفن کیا جائے یا دریا میں بہادیا جائے یا آگ میں جلادیا جائے، یا سمندروں میں ڈوب کر مچھلیوں کے حوالے ہوجائے یا جانوروں اور پرندوں کے پیٹ کی غذاء بن جائے، مگر اس کی نوعیت اللہ ہی بہتر جانتا ہے، فرشتوں کو ہماری طرح مادّی گوشت، ہڈی کا جسم نہیں ہے، وہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں، جس طرح سورج کی شعائیں کانچ اور گلاس میں سے آر پار ہوجاتی ہیں اُسی طرح فرشتے اپنی لطافت اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے ہر چیز میں سے گذر کر پار ہوجاتے ہیں، اسی طرح میت کو دفن کرنے کے بعد فوراً قبر میں آنا تعجب کی بات نہیں ہے۔

منکر نکیر قبر میں آنے کے بعد پہلے مردہ سے تین سوال کریں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ مردہ ایمان والا ہو تو وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ مردہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے، پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرے نبی کون ہیں؟ وہ جواب میں کہے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں، تب فرشتے اس سے چوتھا

سوال یہ کرتے ہیں تمہیں یہ سب باتوں کا علم کیسے ہوا؟ تو مردہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی' اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، پھر آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔

پھر اس کے جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے اور جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے، جہاں سے اُسے اس کا ٹھکانہ بتایا جاتا ہے اور جنت کی خوشبو آتی رہتی ہے، پھر اس کو جہنم کی طرف کی کھڑکی کھول کر کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تم کو اس سے نجات دی، پھر اس کی قبر ستر گز کشادہ کردی جاتی ہے، اس کے بعد اس کے قریب ایک نہایت پاکیزہ، خوبصورت، خوشبوؤں میں بسا ہوا انسان آئے گا اور اس کو خوشی اور کامیابی کی بشارت دے گا، کہے گا کہ یہ تیرا وہ دن ہے جو تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، مردہ اس سے پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ وہ کہے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں، پھر مرنے والا خوشی سے کہے گا کہ اے اللہ! جلدی سے قیامت قائم فرما۔

مرنے والا اگر کافر، مشرک یا غیر ایمان والا ہو تو اس سے بھی فرشتے وہی تین سوالات کریں گے، تو ہر سوال کے جواب میں کہے گا: ''ہائے ہائے! میں کچھ نہیں جانتا''، آسمان سے آواز آئے گی کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کے نیچے آگ کا بستر بچھا دو اور جہنم کی کھڑکی کھول دو! جہاں سے قبر میں دوزخ کی گرمی اور سخت لو آنا شروع ہوجائے گی، قبر اس کے لئے تنگ کردی جائے گی' حتی کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی، پھر اس کے پاس ایک نہایت ہی بدصورت' بدبودار انسان آئے گا، تو مردہ اُس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا: میں تیرا بُرا عمل ہوں، وہ اُسے کہے گا کہ تجھے یہاں سے زیادہ قیامت کے دن عذاب ہوگا، یہ سن کر جہنمی کہے گا: اے اللہ! قیامت قائم نہ کر۔ (مشکوٰۃ، بخاری، مسلم، ابوداؤد)

منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ناکام ہونے والے کافر، مشرک اور نافرمان پر اندھا اور بہرا فرشتہ مسلط کردیا جائے گا' جس کے پاس لوہے کا گرز ہوگا، جو اتنا وزنی ہوگا کہ اگر پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائے گا، جس سے کافر چیخے گا، چلائے گا اس کی آواز جن وانس کے علاوہ ہر جاندار شئی سنتی ہے، حدیثوں میں ہے کہ قبر سانپوں اور بچھوؤں کا گڑھا ہے، کافر کے لئے اس پر سانپ مسلط کردئے جاتے ہیں' جو قیامت تک اس کو ڈستے رہیں گے، ایک اژدہے کے ستّر منہ ہوں گے جس سے وہ ڈسے گا۔

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر مرنے والے کے سامنے برزخ میں ہر روز صبح وشام اس کا ٹھکانہ بتلایا جاتا ہے، جنتی کو جنت کا ٹھکانہ اور دوزخی کو دوزخ کا ٹھکانہ، اس سے جنتی کو بے

انتہائی خوشی ومسرت ہوگی اور دوزخی رنج وملال اور تکلیف میں ہوگا۔

منکر نکیر کے سوال جواب کے وقت انسان کی عقل اور سوجھ بوجھ ایسی ہی رہے گی جیسے دنیا کی زندگی میں رہتی ہے، وہ ایسے ہی ہوش وحواس کے ساتھ رہے گا اور پورے ہوش وحواس کے ساتھ ہی جواب دے گا۔ (طبرانی)

قبر کے سوالات پر غور کیجئے!

جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد شرک بھی کرتے ہیں، یا شرک میں گرفتار ہوں، تو کیا وہ منکر نکیر کے سوالات کے جوابات دے سکیں گے؟

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ٥ (حمٓ سجدہ: ۳۰)

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر جم گئے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو، خوشخبری قبول کرو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ دنیا کے اس امتحان میں مرنے سے پہلے ہی قبر میں سب سے پہلے منکر نکیر جو سوالات کرنے والے ہیں انہیں بتلا دئے ہیں، تاکہ ہم دنیا میں رہ کر ان سوالات کے جوابات دینے کے قابل بن جائیں، اور ان سوالات کے تحت زندگی گذارتے رہیں، قبر بند ہوجانے کے بعد منکر نکیر میت کو بٹھا کر سوال کریں گے کہ (۱) **مَنْ رَّبُّکَ.** تیرا رب کون ہے؟ (۲) **مَا دِيْنُکَ.** تیرا دین کیا ہے؟ (۳) **مَنْ نَبِيُّکَ.** تیرا نبی کون ہے؟

پھر فرشتے اس سے صحیح جواب سننے کے بعد پوچھیں گے کہ: **مَا يُدْرِيْکَ** یعنی ان سوالات کے جواب تم کو کیسے معلوم ہوئے؟

یہ سوالات اتنے زبردست اور جامع ہیں کہ ایک صحیح ایمان والے کی زندگی کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہیں، اگر انسان دن رات ان سوالات کے جوابات کو ذہن میں رکھے اور اسی کے مطابق عمل کرتا رہے تو انشاء اللہ اس کو قبر میں آسانی سے جوابات دینے کی صلاحیت پیدا ہوسکتی ہے، ورنہ اس کے لئے ان سوالات کے جوابات دینا مشکل ہوجائے گا۔

پہلا سوال: مَنْ رَّبُّکَ. تیرا رب کون ہے؟ اس سوال پر غور کیجئے، اللہ تعالیٰ دنیا

کے اس امتحان گاہ میں انسانوں اور جنات کی تمام ضرورتیں اسباب سے پوری کرنے کا طریقہ رکھا، بظاہر انسان اپنی تمام ضرورتیں اسباب سے پوری ہوتی ہوئی دیکھتا ہے، اور یہاں دھوکہ کھا سکتا ہے کہ اسباب اُسے پال رہے ہیں، اسباب سے بننے بگڑنے کا تصور قائم کرسکتا ہے، چنانچہ اللہ کو مالک مان کر اسباب کو بھی اللہ کے ساتھ شریک کرسکتا ہے، چنانچہ اللہ نے انسان کو عہد الست یعنی دنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی الست بربکم کا سوال کر کے یہ تعلیم دی کہ وہی ان کا رب حقیقی ہے، پھر ہر روز نماز میں سورۂ فاتحہ میں صفت رب یاد دلاتا ہے کہ سارے عالموں کا پالنے والا اللہ ہی ہے، پھر دعاؤں میں بھی بہت سی دعائیں ربنا سے شروع کر کے انسان کو صفت رب اللہ کے ہونے کو یاد دلایا جاتا ہے، سجدہ اور رکوع میں بھی یہی صفت یاد دلائی جارہی ہے، اسی طرح قرآن مجید کی آخری سورۃ کو بھی صفت رب کے ساتھ مکمل کر کے صفت رب کو ذہن نشین کروایا جارہا ہے، پھر قبر میں بھی وہی سوال کہ ''تیرا رب کون ہے؟'' کیا جاتا ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہم سکتے ہیں۔

رب دراصل اس ذات کو کہتے ہیں جو ہر مخلوق کی ہر عمر، ہر وقت و ہر گھڑی ہر حالت میں ہر ضرورت کو محبت کے ساتھ پورا کرنے والی ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی مالک بھی ہے، مربّی اور کفیل بھی ہے، اور ضرورتوں کا پورا کرنے والا بھی ہے، یعنی انسان اور تمام مخلوقات کی پیدائش سے لیکر موت تک اور موت کے بعد بھی تمام ضرورتیں وہی اکیلا پوری فرماتا ہے، اس نے انسان کے امتحان کی خاطر دنیا کو دارالاسباب یعنی مخلوقات سے ضرورتیں پوری ہونے کا طریقہ رکھا، بظاہر وہ کسی کو نظر نہیں آتا مخلوقات اُسی کی مرضی اور حکم سے انسانوں کی ضرورتیں پوری کررہے ہیں۔

اب غور کیجئے! اگر ایک انسان ایمان کا دعویٰ کر کے کلمہ پڑھ کر اولاد، تندرستی، صحت، کامیابی، رزق، نوکری، اولاد کی شادی بیاہ اور منتیں مرادیں، دعائیں، حاجتیں، تجارت میں نفع، موت وحیات کے مسائل اللہ کو مانتے ہوئے درگاہوں، ولیوں، پیروں کی قبروں، جھنڈوں، علموں، چھلّوں اور تعزیوں سے مانگتے ہیں اور اپنے اپنے خود ساختہ پیروں اور ولیوں کو اللہ کی طرح ہر جگہ حاضر وناظر جان کر مدد کرنے والا مشکل کشا اور حاجت روا اور دافع البلاء سمجھ کر اپنے اپنے مقام سے پکارتے ہیں، جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے کا تسمہ اور نمک کی ڈلی تک اللہ سے مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

انسان ماں کے پیٹ میں بغیر نوکری تجارت کے پرورش پاتا، جوان ہونے تک کوئی فکر نہیں

کرتا، مگر جوان ہونے کے بعد عقل وشعور آتے ہی اللہ اور بندے کے درمیان دُکان، تجارت، نوکری، دولت، ڈگری، عہدہ وکرسی، ماں باپ، اولاد، شوہر، ڈاکٹر، دوا اور نفسانی خواہشات بلکہ سب سے بڑی چیز خود اس کی انانیت پردہ بن جاتے ہیں، اور وہ اللہ سے نظر ہٹا کر اللہ کو پالنے والا اور پرورش کرنے والا نہ جان کر ان تمام چیزوں کے ذریعہ پلنے کا یقین اور عقیدہ بنالیتا ہے۔

تو غور کیجئے کہ کیا ایسے لوگ مرنے کے بعد اپنی قبروں میں اللہ ہی کے رب ہونے کا جواب دے سکیں گے؟ کیا وہ **ربی اللّٰہ** کہہ سکیں گے؟ ایسے مسلمانوں کو اپنی حالت پر مرنے سے پہلے غور کر کے توبہ کر لینا چاہئے، جبکہ یہ اللہ کے ساتھ کھلا شرک فی الصفات ہے، ان لوگوں کی یہ حالت بتلا رہی ہے کہ انہوں نے اللہ کو پہچانے بغیر کلمۂ ایمان زبان سے ادا کر لیا، مگر توحید اور شرک کے فرق ہی کو نہیں جانتے، اس لئے وہ مسلمان جو سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی سے پلنے کا یقین نہیں رکھتے اور نہ ان کو پرورش کرنے والے مانتے ہیں، مگر ماں باپ، اولاد، شوہر، دُکان، مکان، نوکری، ڈگری، دواؤں، ڈاکٹروں، عہدہ وکرسی سے پرورش پانے کا یقین دلوں میں رکھتے ہیں، ان کو بھی چاہئے کہ اپنی گفتگو اور بول چال میں شرکیہ گفتگو نہ کریں اور بات بات پر اللہ ہی سے بننے اور بگڑنے کو ظاہر کریں، بعض لوگ بے شعوری میں کہتے ہیں کہ مجھے میرا شوہر، باپ، بیٹا وغیرہ پال رہے ہیں، ڈگری، نوکری، تجارت سے میں پل رہا ہوں، دواؤں سے میں ٹھیک ہوا ہوں۔

یاد رکھئے! ذہن میں جو بات یقین کے درجہ میں ہوتی ہے زبان پر وہی چیز جواب میں آسکتی ہے اُسی کا اظہار ہوتا ہے، اس لئے قبر میں صحیح جواب دینے کے لئے ایمان والے زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ ہی سے بننے اور بگڑنے کا یقین پیدا کریں، تب ہی وہ **مَــنْ رَبُّکَ** کا صحیح جواب دے سکیں گے، غیر مسلموں کی طرح اسباب پر نگاہ نہ رکھیں، انسان جب ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تو وہاں نہ دُکان تھی، نہ نوکری تھی، نہ ڈگری، نہ ماں باپ کی کمائی، وہاں پر اللہ ہی بغیر اسباب کے ضرورتیں پوری کرتا ہے، مگر دنیا میں ایمان کی کمزوری کی وجہ سے اسباب پر نگاہ جما لیتا ہے۔

دوسرا سوال: مَا دِیْنُکَ. تیرا دین کیا ہے؟ اس سوال کے صحیح جواب کے لئے بھی ایک ایمان والے کی پوری زندگی اسلام کے مطابق ہونا چاہئے اور دین اسلام میں جن جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جن جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان پر عمل کئے بغیر اس سوال کا صحیح جواب نہیں دیا جاسکتا، مثلاً دین اسلام میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اب اگر ایک انسان کلمہ پڑھ کر

پانچ وقت کی نماز کے بجائے جان بوجھ کر صرف جمعہ کی نماز کی پابندی کرے اور صرف رمضان کی حد تک دین کے بعض احکام کی پابندی کرلے، پھر رمضان کے فوراً بعد مسجدوں کو ویران کردے، اللہ کے حکم کے خلاف چہرہ کو ڈھانکے بغیر اپنی مرضی سے اسکارف باندھ کر چہرہ کھلا رکھ کر بے پردہ پھرے، اللہ کے حکم کے خلاف شادی بیاہ میں ناجائز مال وصول کرے، مہر دینے کے بجائے جوڑے اور تلک کی رقم وصول کرے، شراب پئے، سود و رشوت کھائے، زنا کرے، فضول خرچی کرکے شیطان کا بھائی بنے، ناچ گانا بجانا کرے، دوسروں کی جائیدادوں، دُکان و مکان پر ناجائز قبضے کرے، شریعت کے احکام اچھی طرح جانتے ہوئے جان بوجھ کر دین کے احکام کے خلاف چلیں تو کیا ایسے لوگ **مَـــا دِیْـنُکَ؟** کا جواب صحیح انداز میں دے سکیں گے؟ جب دنیا میں ایسے لوگ دین اسلام کو جانتے ہوئے جان بوجھ کر پسند نہیں کرتے اور نافرمانی کرتے ہیں تو کیا ان کو اس وقت دین اسلام یاد آسکتا ہے؟ دین اسلام تو انہی لوگوں کو اس وقت یاد آسکتا ہے جو دن رات دنیا کے تمام مذاہب کے مقابلے دین اسلام ہی میں کامیابی تصور کرتے تھے، اور دن رات دین اسلام کے احکام کو دل وجان سے لگا کر اُسی میں کامیابی اور نجات اور اسی کو اوڑھنا بچھونا سمجھتے تھے، اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی پر فوراً اللہ سے رجوع ہوکر توبہ کرتے تھے، اس لئے اس سوال کا جواب صحیح دینے کے لئے اپنی زندگی کو دین اسلام پر چلانا ضروری ہے، ورنہ اللہ نہ کرے اس سوال کا جواب دینے میں ناکام ہوجائیں گے۔

تیسرا سوال: مَنْ نَبِیُّکَ. تیرا نبی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ اور محفوظ رکھا ہے، مگر عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ تو کرتی ہے لیکن آپ کے طریقوں اور سنتوں کی جگہ مشرکین، منافقین اور یہود و نصاریٰ کے کلچر کو پسند کرتی ہے، محبت رسول سے کرنے کا دعویٰ کرتی ہے اور اطاعت اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کی کرتی ہے، طور طریقے، لباس، سر کے بال سے پیر کے ناخن تک پوری ظاہری شکل وصورت یہود و نصاریٰ والا پسند کرتے ہیں اور اختیار کرتے ہیں، سنتوں کی جگہ بدعات وخرافات کو ایجاد کیا، جاہلانہ رسوم ورواج کا دین میں اضافہ کرتے ہیں، نبی سے زبانی محبت کا پکار پکار کر اظہار کرتے ہیں لیکن طور طریقے نبی کے خلاف اور اہل ہنود کے اختیار کرتے ہیں، یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر مانتے تھے لیکن اطاعت کم نافرمانی زیادہ کرتے تھے، غور کیجئے کیا ایسے لوگ اس تیسرے سوال کا جواب صحیح دے سکیں گے؟

چوتھا سوال: تمہیں یہ باتیں کہاں سے معلوم ہوئیں؟ جو لوگ قرآن مجید کی سمجھ کر تلاوت ہی نہیں کرتے اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ فیل سے لے کر سورۂ ناس تک سورتوں کے معنیٰ و مطلب ہی نہیں جانتے اور شرک کی حقیقت سے واقف ہی نہیں ہیں، جس کو کلمہ طیبہ تک کے معنیٰ مطلب نہیں معلوم، وہ کیسے یہ کہیں گے کہ ہمیں یہ تمام باتیں قرآن سے معلوم ہوئیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا 'میں نے اللہ کو رب مان لیا، اسلام کو دین تسلیم کر لیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان لیا' اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

بہر حال مسلمانوں کو اپنی اس حالت پر غور کرنا چاہئے اور ان چاروں سوالات کے جوابات دینے کی تیاری زندہ رہنے تک کر لینا چاہئے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاؤ تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس بھائی کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعاء کرو اور یہ بھی کہو کہ اللہ! اس کو منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات میں ثابت قدم رکھے۔ (ابوداؤد)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا' کہ (بتوں کی طرح) پوجی جائے، اللہ کا غضب ان لوگوں پر بہت سخت ہوگا جو اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنائیں گے، یعنی ان کی پرستش کریں گے۔ (مؤطا امام مالکؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تاکید کے باوجود مسلمان اپنے اپنے ولیوں، بزرگوں کی قبروں کو بت بنا بیٹھے ہیں اور وہاں وہ تمام اعمال ادا کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ اللہ کے حقوق ہیں، یعنی رکوع، سجدہ، دعاء، طواف، منتیں و مرادیں مانگنا، قربانی وغیرہ، یہ کھلا شرک ہے۔

قبر کا پیغام انسانیت کے نام

قبر یعنی زمین ہر روز انسانوں کو پکار پکار کر کہتی ہے کہ اے فرزندِ آدم! میں ایک بند کوٹھری ہوں، میں کیڑوں کا گھر، تنہائی کا مقام اور وحشت کا گھر ہوں، جب تو میرے اندر آئے گا اکیلا و تنہاء ہوگا، میرے اندر سانپ اور بچھو ہیں، میں مٹی اور خاک سے بھری ہوئی ہوں، میری اندر انعام بھی ہے اور عذابات بھی ہیں، میرے اندر تو کروٹ بھی نہ لے سکے گا، میرے اندر آ کرنا کام لوگ روتے چیختے ہیں، میرے اندر جب تجھ سے منکر نکیر سوالات کریں گے تو اگر تو ان کے جوابات سے واقف

نہ رہے گا تو پشیمان اور غمگین ہوگا اور ذلیل وخوار کردیا جائے گا، اس لئے تو مجھے مت بھول اور میرے سینے پر شرک، کفر اور اللہ کی بغاوت نہ کر، اکڑ وغرور اور ظلم وزیادتی مت کر، میرے اوپر اللہ کی بغاوت کرنے والوں کے ساتھ میں بہت بُرا سلوک کرتی ہوں، اس لئے اللہ سے نڈر مت بن اور اسلام کی مخالفت مت کر، جب نیک انسان زمین کے سپرد کردیا جاتا ہے، جو حقیقی ایمان والا ہو تو زمین اس سے کہتی ہے: مرحبا! تم خوب آئے! اپنے ہی گھر میں آئے ہو، تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جتنے لوگ میرے اوپر چلتے تھے ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تم ہی تھے، آج تم میرے سپرد کردئے گئے ہو اور میرے پاس آگئے ہو تو تم دیکھو گے کہ تمہاری خدمت اور تم کو راحت پہنچانے کے لئے میں تمہارے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتی ہوں، پھر وہ زمین اس مؤمن بندہ کے لئے حدِّ نگاہ تک وسیع ہوجاتی ہے، اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

جب کوئی ناکام اور ایمان سے خالی انسان زمین کے سپرد کردیا جاتا ہے تو زمین اُسے کہتی ہے کہ جتنے آدمی میرے اوپر چلتے تھے تو ان میں سب سے زیادہ مجھے ناپسند ومبغوض تھا، آج جب تو میرے حوالے کردیا گیا ہے تو ابھی تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ زمین ہر طرف سے اس کو بھینچتی ہے اور دبا کر تنگ ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں مل جاتی ہیں۔ (جامع ترمذی)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے عذاب سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

انسان اور جن کے حساب کے لئے قیامت قائم کی جائے گی

قرآن وحدیث میں جتنی باتیں برزخ، قیامت، میدانِ حشر، جنت ودوزخ کے بارے میں بتلائی گئی ہیں وہ سب غیب میں ہیں، انسان ان کا ادراک اپنی سر کی آنکھوں سے نہیں کرسکتا، صرف قرآن وحدیث پر پختہ یقین کرکے ان پر ایمان رکھنا اور اسی یقین کے ساتھ آخرت کی تیاری کرنا ہی کامل ایمان کی علامت ہے، دوسرے مذاہب میں آخرت کے تعلق سے اتنی تفصیل نہیں جتنی اسلام نے بتلائی ہے، اور یہ تفصیل دنیا سے روح نکلنے سے لیکر جنت ودوزخ کے جزا اور وسزاء تک بتلادی گئی ہے، اگر انسان اس کا انکار کرے تو ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کائنات کو بنا کر ہر چیز کی ایک عمر اور مدت مقرر کردی ہے اور ہر چیز اپنے اپنے

مقررہ وقت پر دنیا میں آتی ہے اور مدت ختم ہونے کے بعد دنیا سے ختم ہوجاتی ہے، جس طرح انسانوں، جنوں، حیوانات، جمادات، نباتات وغیرہ کی عمریں مقرر ہیں، اسی طرح کائنات اوراس کی دوسری تمام چیزوں کی عمریں مقرر ہیں، جب اس کائنات کی عمر مکمل ہوجائے گی تو قیامت قائم کرکے اس کو بھی فناء کردیا جائے گا، اس کی ہر چیز کوموت آجائے گی، جانداروں کے مرجانے کو موت کہتے ہیں، اور پوری کائنات کے فناء ہونے کو قیامت کہتے ہیں۔

قیامت برپا ہوتے ہی زمین میں زلزلے، طوفان، آئیں گے، سمندروں کا پانی آگ بن کر زمین پر آجائے گا، زلزلوں، آندھی، طوفان اور طغیانی سے تمام جاندار اور نباتات ختم ہوجائیں گے، زمین کو جھٹک کر شطرنجی و چمڑے کی طرح سپاٹ کردیا جائے گا، پہاڑ ریزہ ہوکر روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اڑ کر بکھر جائیں گے، سورج، چاند، ستارے بے نور ہوکر لپیٹ دئے جائیں گے، آسمان پھٹ پڑے گا، لوگ خرید وفروخت میں رہیں گے، کوئی نوکری وتجارت میں مصروف ہوگا، کوئی جانوروں کا دودھ نکال رہا ہوگا، عورتیں کھانا بنانے یا کھانا کھلانا یا اپنے بچوں کو دودھ پلانے میں مصروف ہوں گی، کچھ لوگ کھانا کھا رہے ہوں گے، کوئی گھر سے باہر دفتر، اسکول اور مدرسوں میں ہوگا، سب اپنے اپنے کاموں میں ہوں گے کہ اچانک قیامت آجائے گی، وہ منظر اتنا خطرناک، وحشتناک اور خوفناک ہوگا کہ جانور اپنے پیٹ میں جو بچے رکھتے ہوں گے ہیبت سے بچے جن دیں گے، عورتیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا بھول جائیں گی، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوجائے گا۔

زمین پر اونچ نیچ باقی نہیں رہے گی مسطح ہوجائے گی، میدانِ حشر زمین پر قائم ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شام یعنی فلسطین کی طرف اشارہ کرکے بتلایا، مگر قیامت کب برپا ہوگی اس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیلؑ کو بھی اس کا علم نہیں دیا گیا، صور پھونکنے والے فرشتے حضرت اسرافیلؑ ہاتھ میں صور پکڑے تیار کھڑے ہوئے کہ حکم ہوتے ہی صور پھونک دیں، اس کے پھونکتے ہی قیامت برپا ہوجائے گی۔

البتہ قیامت آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ، تمام پیغمبروں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قیامت کی نشانیاں اور علامات ہر زمانے میں بتلادی ہیں، لیکن چونکہ دوسرے پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کے لائے ہوئے علم کو محفوظ نہیں رکھا گیا، اس لئے اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں اگر کچھ نشانیاں بتلائی جاتی ہیں تو ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا،

اگر سائنس بھی اپنی تحقیق سے دنیا کے فلاں فلاں سنہ تک ختم ہونے کا تذکرہ کیا تو وہ بھی جھوٹ اور غلط ہوگا، جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کوئی وقت اور سنہ اور زمانہ نہیں بتلایا، تو سائنس کیا بتلاسکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات اور نشانیاں آج سے تقریباً پندرہ سو سال قبل بتلادی تھیں، ان میں سے بہت ساری نشانیاں سچ ہوچکی ہیں اور کئی نشانیاں سچی ثابت ہورہی ہیں، اور باقی نشانیاں قیامت کے بالکل قریب مکمل ہوں گی، ان نشانیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیامت بہت قریب ہے، ان نشانیوں میں بعض کا تفصیلی تذکرہ ہماری کتاب ''آخرت پر یقین پیدا کرنے کا طریقہ'' میں کیا گیا ہے۔

قیامت کی نشانیاں یکدم ایک ہی زمانہ میں ظاہر نہ ہوں گی:

قیامت کی تمام نشانیاں یکدم اور ایک ہی زمانہ میں ظاہر نہیں ہوں گی بلکہ آہستہ آہستہ ظاہر ہوتی رہیں گی، ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ ارشاد فرمایا کہ وہ قیامت کے بہت قریب دنیا میں تشریف لائے ہیں، چنانچہ ان کے آنے اور دنیا سے رخصت ہوجانے کے آج تقریباً ساڑھے چودہ سو سال بعد ہر زمانے میں قیامت کی مختلف نشانیاں ظاہر ہوتی جارہی ہیں، عقلمند اور سمجھ دار ایمان والے ان نشانیوں پر نظر رکھ کر حق کو پہچان لیتے ہیں اور آخرت کی تیاری میں لگے رہتے ہیں، اگر غیر مسلم لوگ بھی ان نشانیوں کو سنیں گے اور دیکھیں گے تو وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کو سمجھنے کے قابل بن جائیں گے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مان لیں گے، اس لئے باشعور مسلمانوں کو دعوتِ اسلام کی غرض سے ان تمام نشانیوں کا اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے اپنے غیر مسلم دوستوں اور ساتھیوں کے سامنے تذکرہ کرتے رہنا چاہئے، بہت سی نشانیاں ظاہر ہوچکی ہیں اور بہت سی ظاہر ہونا باقی ہیں، یوں تو جو مرگیا اس پر قیامت شروع ہوجاتی ہے، یعنی وہ موت کے ذریعہ آخرت کے پہلے دروازے میں داخل ہوگیا، اس کو چھوٹی قیامت کہتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے قریب لوگ صبح کو مؤمن ہوں گے اور شام کو کافر ہوجائیں گے، شام کو مؤمن ہوں گے اور صبح کو کافر بن جائیں گے، دین پر چلنا ناممکن تصور کیا جائے گا، دین پر چلنا بہت مشکل ہوجائے گا، جس طرح آگ ہاتھ میں آتے ہی جھٹک دی جاتی ہے اسی طرح کثرت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔

فتنے کثرت سے اس طرح ظاہر ہوں گے جیسے ہار کے ٹوٹنے سے موتی گرتے ہیں' لوگ ان

فتنوں سے متاثر ہوتے جائیں گے، ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، شرک اور کفر کی بھرمار ہوگی، ایمان میں کمزوری اور شک پیدا ہو جائے گا، نیک لوگ اٹھا لئے جائیں گے، جو باقی رہیں گے وہ بُرائی اور گناہ کو دیکھ کر بھی لوگوں کو گناہ سے نہیں روک سکیں گے، صورتیں مسخ ہو جائیں گی، نیک لوگوں کے گذر جانے کے بعد صرف بُرے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے، ان ہی پر قیامت قائم ہوگی، جس طرح چھلنی سے آٹا چھان لینے کے بعد بھوسا اور کچرا باقی رہ جاتا ہے اسی طرح بیکار، نافرمان اور بُرے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے۔

دوبارہ زندہ کر میدانِ حشر میں حساب کتاب ہوگا

میدانِ حشر قائم ہوتے ہی تمام لوگ شروع سے آخرت تک اپنی اپنی قبروں سے انتہائی گھبراہٹ کی حالت میں اپنے سروں سے مٹی جھٹکتے ہوئے نکلیں گے، جو جس حالت میں مرا تھا اسی حالت میں اٹھایا جائے گا، اگر کوئی سمندر میں غرق ہوا تو اُسے سمندر ہی سے اٹھایا جائے گا، اگر کوئی مٹی میں دب گیا تھا تو اُسے مٹی سے اٹھایا جائے گا، اگر کسی کو جانوروں نے کھا لیا تھا تو اُسے جانوروں اور پرندوں کے پیٹ سے اکٹھا کیا جائے گا، جبکہ شہید کو اس کے زخموں سمیت اٹھایا جائے گا، ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے خون کی بو کستوری جیسی ہوگی۔ (نسائی)

نیک لوگ اچھی حالت میں اٹھائے جائیں گے، اور بُرے لوگ انتہائی سخت پریشانی کی حالت میں اٹھائے جائیں گے، سب لوگ بغیر لباس، ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بلا ختنہ اٹھائے جائیں گے۔ (ترمذی) قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قیامت کے دن کے متعلق جو بے انتہاء لمبا ہوگا کے متعلق سوال کیا گیا کہ اتنے لمبے دن کون کھڑا رہ سکے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچے مؤمن کے لئے یہ کھڑا ہونا ایسا ہی ہوگا جیسے ایک فرض نماز کے لئے کھڑا ہونا۔

مسند حاکم اور کنز العمال میں ایک روایت ہے کہ قیامت مؤمنوں کے لئے ظہر اور عصر کے درمیانی وقفہ کے برابر ہو جائے گی، (بیہقی) اور بعض روایات میں ہے کہ سورج ڈھلنے کے بعد غروب تک کا درمیانی وقت ہوگا، بیہقی ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچے ایمان والوں کے حق میں یہ کھڑا ہونا بڑا ہلکا اور مختصر کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ایک فرض نماز کے برابر ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سورج مخلوق سے بہت زیادہ قریب

ہو جائے گا، یہاں تک کہ ان سے صرف ایک میل کے بقدر رہ جائے گا، اور اس کی گرمی سے لوگ اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو جائیں گے، بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک آئے گا، بعض کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کا ان کی کمر کے اوپر تک اور بعض کا پسینہ کے ان کے منہ میں جا رہا ہوگا۔ (مسلم) (وہاں کے ایک میل کا صحیح فاصلہ نہیں معلوم، بعض جگہ لکھا ہے کہ وہ سَوا نیزے کے بقدر دور ہوگا)

ام المؤمنین حضرت سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ اٹھائے جائیں گے اور پسینہ میں غرق ہوں گے، صحابہؓ نے جب اس حالت میں شرم وحیاء کے تعلق سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس سے غافل ہوں گے، ان میں سے ہر ایک (اپنی ہی پریشانی میں) ایسا مشغول ہوگا کہ جو اس کو اوروں کی طرف متوجہ ہونے نہیں دے گی۔ (بیہقی)

صحابہ کرامؓ نے قیامت کے خطرہ سے پوچھا: ہم اپنی آخرت کی بہتری کے لئے کیا کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ** (اللہ ہمارے لئے کافی ہے، وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے) پڑھو۔ (ترمذی)

بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ حشر کے میدان میں جنتیوں کی پہلی مہمان نوازی میں انہیں زمین کو روٹی بنا کر کھلایا جائے گا، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد زمین کی تمام غذاؤں کو ملا کر روٹی بنائی جائے گی، اس لئے انسان دنیا میں ہر ملک اور زمین کے ہر حصہ کی غذائیں اور پھل پھلاری نہیں کھا سکتا، اللہ اس کی مہمان نوازی ایسی کریں گے، اس کی وجہ سے مؤمنین کو میدانِ حشر میں بھوک نہیں لگے گی، ایک اور روایت میں مچھلی کی کلیجی اور بیل کے گوشت سے بھی ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ زمین کے اوپر تمام مساجد ایک دوسرے سے مل جائیں گی، (طبرانی) یعنی کعبۃ اللہ سے مل جائیں گی اور جنت کا حصہ بن جائیں گی۔

☆ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حوض کوثر کے پاس چند لوگ پانی پینے آئیں گے، فرشتے انہیں روک دیں گے، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں، فرشتے کہیں کہ یہ آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کر چکے تھے، پس پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی نہیں کی اس کے لئے نماز نہ نور ہوگی نہ دلیل و حجت ہوگی، اور نہ نجات کا سامان ہوگی، اور اس کا حشر فرعون، قارون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (احمد، دارمی)

☆ حضرت ابوالدّرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت میں سب نبیوں کی امتیں رہیں گی، آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وضو کے اثر سے ان کے چہرے روشن ہوں گے اور ہاتھ، پاؤں سفید ہوں گے، ان کے نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)

ایک روایت میں ہے کہ اگر گھوڑا روشن پیشانی والا ہو تو کیا وہ دیگر گھوڑوں کے درمیان نہیں پہچانا جائے گا؟ میرے امتیوں کی پیشانیاں وضو کے اثر سے چمک رہی ہوں گی۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے روز بندہ کے اعمال میں سے پہلے اس کی نماز کا حساب لیا جئے گا، پس اگر نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب اور بامراد ہوگا، اگر نماز خراب نکلی تو نامراد اور گھاٹا اٹھانے والا ہوگا، اگر اس کی فرضوں میں کچھ کمی رہ جائے گی تو پروردگارِ عالم فرمائیں گے کہ دیکھو کیا میرے بندے کے کچھ نفل بھی ہیں؟ فرضوں کی کمی نوافل کے ذریعہ پوری کردی جائیگی، پھر نماز کے بعد باقی دوسرے اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

ایک روایت میں ہے کہ اسی طرح روزہ وزکوٰۃ کا حساب ہوگا، (مشکوٰۃ) یعنی نفل روزوں سے فرض روزوں کی کمی اور دیگر صدقات وخیرات کے ذریعہ فرض زکوٰۃ کی کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اگر بندہ کی نماز صحیح نکلی اور قبول ہوگئی تو اس کے دیگر اعمال دیکھے جائیں گے اور اگر نماز نہ قبول ہوئی تو اس کے کسی اور نیک عمل کی طرف نہیں دیکھا جائے گا۔ (مؤطا مالک)

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب لوگ میدان میں جمع ہوجائیں گے تو فرشتہ اعلان کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو بستر سے الگ رہتے تھے (کیونکہ وہ راتوں کو نمازوں میں وقت گذارتے تھے)، یہ سن کر اس صفت کے لوگ پورے مجمع سے نکل کھڑے ہوں گے، جو تعداد میں بہت کم ہوں گے، یہ لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوجائیں گے۔ (بیہقی شعب الایمان)

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا: **اللّٰھم حاسِبنِیْ حساباً یسیرًا.** (اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجئے)، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا: آسان حساب یہ ہے کہ اعمال نامہ میں صرف نظر کر کے درگذر کر دیا جائے (اور چھان بین نہ کی جائے)، یہ حقیقت ہے کہ جس سے چھان بین کر کے حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوا۔ (رواہ احمد)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ غرباء ہوں گے، عرض کیا گیا: غرباء کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو اپنے دین کو بچاتے پھریں گے، یہ لوگ قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ کے پاس جمع ہوں گے۔ (مسند احمد)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قبلہ رخ تھوک پھینکا وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ وہ تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا ہوا ہوگا۔ (ابوداؤد)

☆ حضرت حکم بن حارث اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے مسلمانوں کے راستہ میں سے ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ کیا تو وہ قیامت کے دن اُسے لائے گا اور اُسے سات زمینوں کا وزن اٹھانا پڑے گا۔ (طبرانی)

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے اپنی ضرورت سے زیادہ بلند عمارت بنائی تو اُسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اُسے اپنی گردن پر اٹھائے۔ (طبرانی)

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ایک کنویں پر سے گذر ہوا، لوگ پانی پی رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کنویں کے مالک کو یہ کنواں اٹھانا پڑتا اگر وہ اس کا حق ادا نہ کرتا۔ (طبرانی)

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج قیامت دن لوگوں کے سروں کے اوپر ہوگا اور ان کے (نیک) اعمال ان پر سایہ فگن ہوں گے۔ (بیہقی)

☆ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس شخص نے شراب پی تو وہ قیامت دن پیاسا اٹھے گا۔ (احمد)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو

شخص میرے دین سے نکل گیا (مرتد ہو گیا)، نہ تو اُسے میری شفاعت نصیب ہوگی اور نہ وہ حوضِ کوثر پر آ سکے گا۔ (طبرانی)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے پاس بیٹھ کر ڈکار لی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے سامنے اپنی ڈکار کو روکو! کیونکہ تم میں سے دنیا میں زیادہ سیر ہو کر کھانے والا قیامت کے دن تم میں سب سے زیادہ بھوکا ہوگا۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو علم کی تعلیم دو! تم میں سے کوئی شخص ایک دوسرے سے علم نہ چھپائے، کیونکہ کسی شخص کی علم میں خیانت مال میں خیانت کرنے سے زیادہ سخت ہے، اللہ تعالیٰ تم سے اس کے متعلق سوال فرمائیں گے۔ (طبرانی)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا کام دیکھے جسے روک ٹوک کرنا ضروری تھا، مگر اس نے روک ٹوک نہیں کی، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: تجھے فلاں فلاں بات میں روک ٹوک کرنے سے کس چیز نے منع کیا تھا؟ تو وہ عرض کرے گا: لوگوں کے خوف نے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: پھر تو میں زیادہ حقدار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا۔ (ابن ماجہ)

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں جانے کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور روزِ جزاء پر ایمان رکھتا ہے۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان دار بندہ اپنے گناہ کو اس طرح محسوس کرتا ہے گویا وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے جو اس پر گرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، اور بدکار شخص اپنے گناہ کو اس طرح سمجھتا ہے جیسے ایک مکھی اس کی ناک پر بیٹھی ہے اور ہاتھ ہلانے سے اُڑ گئی۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (بخاری، مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کے دل کی بات پر مؤاخذہ نہیں کرے گا، جب تک وہ عمل میں نہ لائے۔ (بخاری)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے حوض پر سب سے پہلے فقراء ومہاجرین آئیں گے جن کے سر کے بال پریشان حال ہوں گے۔ (ترمذی)

جو لوگ دنیا میں اللہ کو ماننے سے انکار کئے اور اللہ کی پہچان حاصل نہ کئے، دین سے آنکھیں پھیریں، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکار کیا، ابتدائے حشر میں اندھے، بہرے اور گونگے اٹھائے جائیں گے، اندھے کہیں گے کہ اے میرے رب! کیوں تو نے مجھے اندھا اٹھایا حالانکہ میں دیکھتا تھا؟ اندھے بہرے اور گونگے چہروں کے بل حشر کی طرف چلائے جائیں گے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بغیر ضرورت کے بھیک مانگنے والوں کو رسواء اور ذلیل کر کے میدانِ حشر میں اس حال میں لایا جائے گا کہ ان کے چہرے پر بس ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں گی، گوشت بالکل نہ ہوگا، اس سے تمام لوگ پہچان لیں گے کہ یہ دنیا میں (بلا ضرورت سوال کرنے والا) فقیر تھا۔ (بخاری، مسلم، حاکم)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن پڑھ کر پھر اپنی غفلت اور سستی کی وجہ سے بھلا دیا تو وہ اللہ سے اَجذم ہو کر ملاقات کرے گا، یعنی اس کے دانت گرے ہوئے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ) ایک روایت میں ہے کہ کوڑھی ہوگا۔ (ابوداؤد، مسند احمد)

☆ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مقتول کے ہاتھوں میں قاتل ہوگا اور وہ قاتل کی گردن اور سر پکڑ کر اللہ کے سامنے لائے گا اور عرض کرے گا: اے رب! مجھے اس نے قتل کیا تھا۔ (ترمذی) ایک روایت میں ہے کہ قاتل کی مدد کرنے والے کو اللہ کی رحمت سے محروم کر دیا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عہد توڑنے والے کے پاخانے کے مقام پر جھنڈا لگا ہوا ہوگا، جو جتنا وعدہ خلاف ہوگا اس کا جھنڈا اتنا بڑا ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے گلے میں اس کا مال زہریلا سانپ بنا کر ڈالا جائے گا، ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے دن آگ کی تختیاں بنا کر زکوٰۃ نہ دینے والے کے ماتھے (پیشانی)، پشت اور پہلوں کو داغ دیا جائے گا۔ (مسلم)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے کوئی علم کی بات پوچھی جائے اور وہ جانتے ہوئے چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی (اس لئے کہ اس نے علم کو چھپایا)۔ (ترمذی، مسند احمد)

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ پر قدرت رکھنے کے باوجود کوئی غصہ کو پی لے تو قیامت کے دن اللہ اس کو سارے انسانوں کے سامنے اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہے اپنے لئے حاصل کرلے۔ (ترمذی)

☆ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میری محبت کی وجہ سے آپس میں محبت کی اس کے لئے نور کے منبر ہوں گے اور نبی و شہید اُن پر رشک کریں گے۔ (مشکوٰۃ)

☆ ایک روایت میں ہے کہ میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کو عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی۔ (مسلم)

سورۂ معارج میں اللہ کا ارشاد ہے: مجرم آخرت کی سزاء سے بچنے کے لئے اپنی اولاد، بیوی، بھائی حتی کہ اپنے تمام اہل وعیال جس کے ساتھ وہ رہتا تھا بلکہ زمین (کی ملکیت) میں جو کچھ ہے وہ سب دے کر جہنم سے چھٹکارا پانا چاہے گا۔

☆ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یتیموں کا مال کھنے والے اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں سے جب یہ لوگ نکلیں گے تو ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔

☆ حضور کریم ﷺ نے فرمایا: غرور و تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن چیونٹیوں کی جسامت کے برابر انسانی شکلوں میں اٹھایا جائے گا، بعض لوگ پیروں تلے روندے جائیں گے۔ (ترمذی، نسائی)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن زانیوں کی شرمگاہوں سے ایک بدبودار ہوا نکلے گی جس کی تکلیف سے ہر نیک و بد چیخ اٹھے گا، پھر یہ بدبو اہل محشر سے ختم ہوجائے گی، جب تک یہ بدبو موجود رہے گی تو کسی کو نہ جنت یاد رہے گی اور نہ جہنم۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ قیامت کے دن اُسے ذلت کا لباس پہنائیں گے، جس سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ (ابن ماجہ)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امانت دار تاجر جو اپنے معاملات میں سچ بولتا ہو قیامت

کے دن حضرت انبیاء کرامؑ اور صدیقین وشہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے اس کو خوش کرنے کے لئے ملاقات کی تو اللہ تعالیٰ بھی اُسے قیامت کے دن خوش کر دیں گے۔ (طبرانی)

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اندھیری رات میں قبر کی وحشت دور کرنے کے لئے نماز پڑھا کرو، اور قیامت کی گرمی دور کرنے کے لئے دنیا میں روزے رکھا کرو، اور مشکل دن کے خوف کو دور کرنے کے لئے صدقہ دیا کرو۔ (مسند احمد)

☆ کافر دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی شفاعت ہو رہی ہے تو وہ بھی شفاعت کے لئے ابلیس کے پاس جائیں گے، کیونکہ اُسی نے ان کو گمراہ کیا تھا اور اس سے شفاعت کی درخواست کریں گے، کہیں گے: اٹھو! ہماری شفاعت کرواؤ، تم نے ہی ہمیں گمراہ کیا تھا، وہ کھڑا ہوگا، اس کی مجلس بدبودار ہوگی اور کہے گا: بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا، میری تم پر کچھ حکومت نہیں تھی، صرف میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری دعوت کو مان لیا، اس لئے الزام مجھے نہ دو اور اپنے آپ کو الزام دو، میں تمہارا مددگار نہیں اور نہ تم میرے مددگار ہو، تمہارے اس فعل سے میں خود بیزار ہوں، میں منکر ہوں جو تم نے مجھ کو خدا کا شریک مانا تھا۔ (سورۂ ابراہیم، طبرانی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتے ہوئے دیکھا، فرمایا: تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جب تجھے قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ پانی کو دودھ سے علاحدہ کر۔ (بیہقی)

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کوئی شخص اپنے عمل کے سبب داخل نہیں ہوگا، صحابہ کرامؓ نے پوچھا: کیا آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بھی! مگر یہ کہ اللہ کی رحمت و مغفرت مجھے ڈھانپ لے گی (انسان کے جیسے اعمال ہوں گے اس کے درجات جنت میں اُسی حساب سے ہوں گے، البتہ داخلہ اللہ کی رحمت وفضل اور عنایت سے ہوگا)۔

☆ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میزان میں انسان کا اپنے اہل خانہ پر کیا جانے والا خرچ تولا جائے گا۔ (طبرانی)

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے وضو کیا اور کپڑے سے پونچھ لیا تو کوئی حرج نہیں اور جو نہ پونچھے تو یہ افضل ہے، کیونکہ وضو کا پانی بھی باقی اعمال کے ساتھ قیامت کے دن

تولا جائے گا۔ (اخرجہ ابن عساکر)

☆ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کام کا جتنا بوجھ اپنے ملازم پر کم کروگے اس کا ثواب بھی قیامت کے دن تمہارے میزان میں شامل ہوگا۔ (اخرجہ ابویعلی)

☆ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمی جمار کی کنکریاں بھی میزان میں تُلیں گی۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤمنین کو ان کے اعمال صالحہ کے لحاظ سے نور عطا ہوگا جبکہ پل صراط پر اندھیرا ہوگا، بعض کا نور پہاڑ کے مثل ہوگا، بعض کا کھجور کے مثل ہوگا، سب سے کم نور اس شخص کا ہوگا جو اس کے انگوٹھے میں ہوگا، جو کبھی بجھتا ہوگا اور کبھی روشن ہوتا ہوگا، (اخرجہ ابن جریر) منافقین کو کوئی نور نہیں ملے گا، وہ مؤمنین کے نور کے پیچھے پیچھے چلنے کی کوشش کریں گے، تو ان کے اور مؤمنین کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی، وہاں ایسی تاریکی ہوگی کہ نہ کسی مؤمن کو اپنا ہاتھ دکھائی دے گا نہ کسی کا کافر کو، اس لئے مؤمنین کو خصوصی نور دیا جائے گا۔

☆ پل صراط، جہنم پر ایک پل ہوگا، اس پر تیز اور بال سے باریک کانٹے ہوں گے، جنتی اور جہنمی سب کو اس پر سے گذرنا ہوگا، کچھ لوگ تیزی سے بجلی اور ہوا کی طرح گذریں گے، کچھ گرتے پڑتے اور زخمی ہوتے ہوئے گذریں گے، جو دنیا میں شریعت پر کبھی چلتے اور کبھی نہیں چلتے تھے، وہ ٹھوکریں کھاتے رہیں گے، اور جہنمی منہ کے بل کٹ کر جہنم میں گریں گے، فرشتے مؤمن مرد اور عورتوں کی حفاظت کریں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت میری امت کی دعاء سلامتی عطا فرما، سلامتی عطا فرما ہوگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پل صراط پر تیزی سے گذرنا ہو تو اللہ کے دین پر اپنی رائے سے کوئی چیز ایجاد نہ کرنا، پل صراط کسی پر تنگ ہوگی اور کسی پر وسیع ہوگی۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو! مجھ پر بھروسہ مت کرو، کیونکہ میری شفاعت میری امت کے ہلاک شدگان کے لئے ہے۔ (طبرانی)

☆ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم اس حالت میں ہرگز نہ مرنا کہ تم پر قرض ہو، کیونکہ یہ نیکی اور گناہ کی صورت میں ادا ہوگا، وہاں نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم، اور اللہ کسی پر ظلم نہیں کریں گے، یہاں تک کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شہید بھی کچھ دیر زندہ رہا، اس نے قرض نہ اتارا تو جب تک وہ اپنا قرض نہ اتار لے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (قرطبی)

ایک روایت میں ہے کہ میت پر اگر کسی کا قرض باقی ہو تو وہ میت اس قرض کی وجہ سے جکڑی

ہوئی ہوگی، جس نے بھی میت کی بندش کو کھولا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بندش کھول دیں گے۔

جنت و جہنم کا مختصر تذکرہ

ریڈیو، ٹی وی یا اخبارات کے ذریعہ جب ہم کوئی بُری اور نقصان دینے والی خبر سنتے یا پڑھتے ہیں تو اس پر ایسا یقین کر لیتے ہیں جیسا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ حالات دیکھے ہیں اور پھر اس خبر کا چرچا کرتے پھرتے ہیں، مگر قرآن وحدیث کے ذریعہ جو آخرت، جنت اور دوزخ کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان پر اتنا یقین نہیں کرتے جتنا بھروسہ ٹی وی اور اخبارات پر کرتے ہیں، ان کا چرچا بھی اپنی گفتگو میں نہیں کرتے۔

ہم جس طرح ایک گھر توڑنے کے بعد اس گھر سے نکلنے والے اچھے سامان کو محفوظ کر لیتے ہیں اور جو کچرا اور ناکارہ چیزیں ہوتی ہیں ان کو جلا دیتے ہیں، اسی طرح قیامت قائم ہونے کے بعد دنیا کے انسانوں میں جو عمدہ انسان ہوں گے ان کو اللہ جنت میں محفوظ کرے گا اور جو ناکارہ و بیکار کچرا انسان، مشرک، کافر، منافق اور فاسق و فاجر کو جہنم میں جلائے گا، جو اللہ کی زمین پر رہ کر اللہ کو نہیں مانے اور ناشکرے رہے ان کو جہنم کے حوالے کر دے گا۔

اللہ نے قرآن مجید میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے قصہ کو بیان کر کے یہ تعلیم دی کہ جنت پاک جگہ ہے اور وہاں گناہ کرنے والے نہیں رہ سکتے، انسان کو اللہ جنت ہی میں رکھنا چاہتا ہے، اگر ان سے گناہ ہو جائے اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو جس طرح ابتداء میں جنت سے محروم کئے گئے آخر میں بھی گناہوں کی وجہ سے محروم کر دئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم میں آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لئے دنیا کی چیزوں کی مثال دے کر جنت اور دوزخ کی نعمتوں اور سزاؤں کو بیان کیا ہے اور ہماری عقل سے قریب لا کر ہمیں آخرت کے حالات بتلائے، کیونکہ آخرت غیب میں ہے، ان کی مدد سے ہم کسی حد تک آخرت پر یقین پیدا کر سکتے ہیں، مگر جتنی چیزیں دنیا میں انسان استعمال کرتا ہے وہ حقیقت میں جنت اور دوزخ کی حقیقت کو سمجھا نہیں سکتیں، نہ ان کی برابری کر سکتی ہیں، ان کی حیثیت آخرت کی چیزوں کے مقابلے بالکل ادنیٰ، معمولی اور بے حیثیت ہیں۔

مثلاً ایک کم عقل بچے کو سورج کی گرمی، تیزی، حرارت اور روشنی و جسامت کو سمجھانے کے

لئے ہمارے گھروں میں بجلی کے بلب کے روشن ہونے، اس کی حرارت کو اگر ہم سورج کے مقابل سمجھائیں تو جس طرح بلب اور سورج میں کوئی برابری و تقابل نہیں ہوسکتا' صرف مثال دی جاسکتی ہے' اسی طرح سورج کی حرات وگرمی کو جہنم کی آگ کی حرارت وگرمی سے سمجھائیں تو سورج کی حرارت و گرمی دنیا کی آگ اور آخرت کی آگ کی حرارت وگرمی کے مقابلے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، دنیا کی آگ منٹوں میں کسی چیز کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے، دنیا میں انسان سورج سے لاکھوں میل دور ہونے کے باوجود گرما میں اس کی حرارت کو برداشت نہیں کر پاتا، لو لگنے یا سن اسٹروک سے پرندے، جانور اور انسان بوڑھے و بچے مر بھی جاتے ہیں، انسان گرمی سے پریشان ہوکر بار بار ٹھنڈا پانی مانگتا ہے، اسی طرح دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے ۶۹/درجے زیادہ ہے، انسان بجلی اور آتش فشاں کی آگ، لاوا، پٹرول کی آگ کو برداشت ہی نہیں کرسکتا۔

اس کے برعکس جہنمی کو دنیا کی آگ میں ڈالا جائے تو اُسے نیند آجائے گی، حالانکہ دنیا کی آگ کا معمولی داغ یا چھالا اور اس کی جلن سے انسان بے چین ہوکر برداشت نہیں کرسکتا، پھوڑا پھنسی کی تکلیف کو برداشت نہیں کرسکتا، اس لئے دوزخ کی آگ کا انسان دنیا میں رہ کر اندازہ نہیں لگا سکتا، جس طرح ہم ایک بچے کو پانی کا جہاز یا ہوائی جہاز سمجھانے کے لئے کاغذ کی ایک کشتی یا جہاز بنا کر پانی میں تیرا کر یا ہوا میں اُڑا کر سمجھاتے ہیں، مگر یہ کاغذ کا جہاز اصلی جہاز کے مقابلے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اصلی جہازوں میں ہزاروں ٹن سامان اور پانچ سو یا ہزار انسان بیٹھ کر ہوا میں اڑتے ہیں یا پانی میں سفر کرتے ہیں، اسی طرح جنت و دوزخ کی جتنی چیزیں سمجھائی گئیں ان کا کوئی تقابل، برابری اور مثال دنیا کی چیزوں سے نہیں کرسکتے، اس لئے قرآن وحدیث کے بیانات پر آنکھ بند کر کے یقین کرنا ہوگا۔

دنیا کی آگ میں ایک مرتبہ جلتے ہی انسان مرجاتا ہے، جہنم کی آگ میں بار بار جلنے کے باوجود موت نہیں آئے گی، (سورۃ الاعلیٰ) جہنم میں جہنمیوں کا بستر بھی آگ کا ہوگا، (سورۃ الاعراف) جہنمیوں کو سخت زہریلی گرم ہوا کا عذاب ہوگا، (سورۃ الواقعہ) دنیا کی آگ لال ہے، دوزخ کی آگ جلتے جلتے کالی ہوگئی، دوزخ میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا، جہنم کو دیکھتے ہی کافروں کے چہرے کالے ہوجائیں گے، (سورۃ یونس) میت پر نوحہ اور ماتم اور بیان کر کے رونے والے مرد اور عورت کو قیامت کے دن گندھک کا پائجامہ اور کھجلی کا کرتا پہنایا جائے گا، (مسلم) جہنمیوں کی گردن میں (آگ کے) بھاری طوق ڈالے جائیں گے، (سورۃ الحاقہ) جہنمیوں کا چھت اور چھتریاں، فرش بھی آگ کے ہوں گے۔ (سورۃ زمر)

اللہ نے دنیا کا نظام اسباب کے تحت رکھا ہے، مگر آخرت کا نظام اور قانون اسباب کے تحت نہیں ہے، دنیا میں تقریباً ہر چیز اسباب کے ذریعہ ہوتی ہے، مگر آخرت کا نظام بغیر اسباب کا ہے۔

جہنم میں ہر گناہ کے لحاظ سے الگ الگ سزائیں ہیں، وہاں سب سے کمتر درجہ کا عذاب آگ کی جوتیاں ہوں گی، جب وہ پہنائی جائیں گی تو اس سے دماغ پکنے اور کھولنے لگے گا، یہ عذاب ابوطالب کو دیا جائے گا، (مسلم) ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کی وجہ سے جہنم کے سب سے اوپر کے درجہ میں رکھا جائے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کی آگ بعض لوگوں کو ٹخنوں تک اور بعض کو کمر تک اور بعض کو گردن تک جلائے گی، مسلم کی روایت میں ہے کہ انسان اگر جہنم کی آگ دیکھ لیں تو ہنسنا چھوڑ دیں، بیویوں سے ملنے کی خواہش ترک کردیں، بستیوں سے نکل کر جنگلوں میں جا بسیں، اس لئے ہر وقت جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہو۔

دوزخ میں صرف آگ کا عذاب نہیں؛ بلکہ ٹھنڈک اور سردی کا عذاب بھی ہے، جس کا انسان دنیا کی سردی کے مقابلے اندازہ نہیں لگا سکتا، وہاں کی سردی کئی درجے زیادہ ہوگی، وہ دنیا ہی میں سردی کا مقابلے نہیں کرسکتا، اکڑ کر مر جاتا ہے، جنات کو آگ کا عذاب نہیں دیا جائے گا، کیوکہ آگ ان کی طبیعت ہے، ان کو ٹھنڈک اور سردی کا عذاب دیا جائے گا، جنات دنیا میں بھی سردی سے بے حد ڈرتے ہیں، اور سرد ہوا سے جنگلی گدھوں کی طرح بدحواس ہوکر بھاگتے پھرتے ہیں، پانی میں کوئی شیطان داخل نہیں ہوسکتا، اگر کوئی ان کو پانی میں ڈال دے تو بجھ کر فنا ہو جائیں گے، دوزخ میں آگ اور برف کے پہاڑ کی ایک وادی ہے۔

ہر انسان کو ان کے گناہوں کے حساب سے جسم دیا جائے گا، دنیا میں اگر انسان ۵۰۰ یا ہزار کیلو کا ہو جائے تو اس کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ احد پہاڑ کے برابر داڑھ اور دانت دے دیں اور ۴۰ گز موٹی چمڑی دے دیں اور جسم کو مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر بنا دیں گے، (ترمذی) بعض کافروں کے بازو اور ران پہاڑ کے برابر ہوں گے، (مسند احمد) تو پھر جن اور انسانوں کو آگ اور سردی کے پہاڑوں پر چڑھنا ہوگا، آخر کیسے چڑھ سکیں گے؟ سردی کی وجہ سے گوشت جسم سے الگ ہوکر لٹکتا رہے گا، جنہی کی آنکھیں اللہ نیلی کردے گا، چہرہ کالا کردے گا، اگر ہاتھ، پیر، ناک، کان بڑے چھوٹے کردے، اور گردن پتلی رکھ کر سر پہاڑ جیسا کردے تو ذرا غور کیجئے انسان کتنا بدصورت، ڈراؤنا اور بے ڈھب ہو جائے گا۔

دنیا میں انسان روزانہ کی غذاؤں میں نمک، مرچ زیادہ ہوجائے یا چاول کچا رہ جائے یا باسی ہوجائے یا غذاء میں بدبو آجائے تو غذاء کھا نہیں سکتا، جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب پینے والوں کو جہنمیوں کا پیپ پلایا جائے گا، (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ شراب پینے والوں کو زانی مردوں اور زانی عورتوں کی شرمگاہوں سے بہنے والا گندا بدبودار پیپ اور خون پلایا جائے گا، (مسند احمد) دنیا میں غذاؤں میں ذرا سی سڑھان پیدا ہوجائے تو انسان کھا نہیں سکتا، مگر جہنم میں بدبودار سڑھا ہوا خون اور پیپ پینا پڑے گا۔

دنیا میں اگر کسی انسان کے جسم کو آگ لگ جائے اور اس کے جسم کی چمڑی جل جائے تو صرف گوشت نظر آتا ہے، دواخانوں میں اس کو ننگا ہی رکھا جاتا ہے، کپڑا نہیں ڈالا جاتا، اُس جلے ہوئے انسان سے گوشت پر چمڑی جلنے کی جلن اور تکلیف جا کر دریافت کریں، معمولی پھونسی میں پیپ آجائے تو درد کو برداشت نہیں کرسکتا، مگر جہنم میں انسان جب جلے گا تو بار بار اس کے جسم پر سے جلی ہوئی چمڑی ہٹا کر نئی چمڑی چڑھائی جائے گی، کیا انسان اس تکلیف کو سمجھ سکتا ہے؟ برداشت کرنے کی طاقت وقوت لاسکتا ہے؟!

انسان نہانے کے لئے پانی گرم کرتا ہے، پانی زیادہ گرم ہوجائے تو اس میں ٹھنڈا پانی ملا کر قابل برداشت حد تک گرم رکھ کر نہاتا ہے، زیادہ گرم پانی جس پر گر جائے تو جسم کا اتنا حصہ جل کر اس پر ورم آجاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر ومشرک کے سر پر سے جسم میں تانبے کی طرح کھولتا ہوا گرم پانی سر پر ڈالا جائے گا، تو یہ پانی اس کے سر پر میں سوراخ کر کے جسم کے تمام اعضاء کو جلا ڈالے گا، پھر اس کے اندرونی اعضاء پاخانے کے راستے سے نکل کر اس کے پیروں میں آکر گریں گے۔ (مسند احمد)

جہنمی کے چہرے کو بھی آگ پر بھونا جائے گا، سر اور چہرہ انسانی جسم کے بڑے درد کو محسوس کرتے ہیں، سر سے انسان اپنی عقل کا غلط استعمال کر کے مشرکانہ عقائد پسند کرتا ہے، شرک کرتا، غلط عقائد ونظریات پھیلاتا، اس کا دماغ ناجائز خواہشت کا مرکز ہوتا ہے، اسی سے اسلام سے دشمنی کرتا ہے، اور اسلام کی دعوت کو روکنے اور مسلمانوں کو ستانے کے لئے نئے نئے منصوبے بناتا ہے۔

دنیا میں انسان سانپ اور بچھو کو دیکھتا ہے، ان کے زہر سے نقصان اٹھاتا ہے، مگر جہنم کے

سانپ اور بچھو دنیا کی طرح نہیں ہوں گے، قدٗ اونٹ اور خچر کے برابر ہوگا، ان کا زہر ۴۰/سال تک تکلیف دے گا، دنیا میں انسان دنیا کے سانپ اور بچھو پر قابو پا کر مار دیتا ہے، وہاں وہ خود ان کے قبضے اور قابو میں ہوگا، ان کی طاقت ان کا ڈسنا اور کاٹنا نہیں سمجھ سکتا، اللہ نے ایک فرشتے کو تمام انسانوں اور جنوں کے برابر طاقت وقوت دی ہے، (درمنثور) جہنم میں جہنمیوں کو بند کمروں اور صندوقوں میں ڈال کر بند کر دیا جائے گا، (سورۂ ہمزہ) وہاں پانی، ہوا اور غذائیں نہیں ملیں گی، ان کو زہریلے کانٹے اور بدبودار کیڑے والے پھل کھانے کے لئے دئے جائیں گے، (سورۂ دخان) دوسروں کی عزتوں سے کھیلنے والے، غیبت کرنے والے جہنم میں اپنے ناخنوں سے اپنے چہرے اور سینے کا گوشت نوچیں گے، ان کے ناخن سرخ تانبے کے ہوں گے۔ (ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جنت اور جہنم پر اتنا یقین ہے کہ اگر وہ میرے سامنے آجائیں تو میرے یقین میں ذرّہ برابر بھی اضافہ نہ ہوگا۔

جنت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو دنیا کی آزادی کا غلط استعمال نہ کریں، وہ لوگ جو دنیا میں جنت میں رہنے کے لائق اپنے آپ کو بنائیں، موجودہ زمانہ میں یہ تصور عام ہوگیا ہے کہ چاہے عمل کرو یا نہ کرو کسی کے مرید ہو جانا اور بزرگ کا دامن تھام لینا یا کسی جماعت سے وابستہ ہو جانا، دین کی آسان آسان باتوں پر عمل کر لینا یا نعت کے ترانے اسٹیج پر بیٹھ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اظہار کر لینا یا کچھ وظائف پڑھ لینا خاص مہینوں میں جلسے جلوس نکال کر اسلام سے وابستگی کا اظہار کر لینا، بس ان اعمال کے ذریعہ جنت میں چلے جائیں گے' چاہے عقیدہ وعمل کتنا ہی خراب ہو۔

غریب لوگ مال دار سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے، مال دار زیادہ تر حساب میں پھنسے رہیں گے۔

جنت میں درختوں کی جڑیں سونے کی، شاخیں چاندی کی، پتے خوبصورت زیوروں جیسے، ان کا میوہ مکھن سے زیادہ نرم، شہد سے زیادہ میٹھا، کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا، جنت کے تخت سرخ یاقوت سے بنے ہوں گے، جنت میں ہوا کافور اور مشک اُڑا کر لائے گی اور جنتیوں کے جسموں، کپڑوں اور سروں میں داخل ہو جائے گی، جنت میں زرد زعفران اور سفید مشک کے بہت سے پہاڑ ہوں گے، جنت کی مٹی زعفران کی طرح خوشبودار، وہاں کی ریت موتی اور یاقوت ہیں۔

وہاں کے محلات ایک اینٹ سونے کی، ایک اینٹ چاندی کی، ان کو جمانے کے لئے جو

مسالہ ہوگا وہ خوشبودار مشک وعنبر کا ہوگا، بعض درختوں کے پتے سونے کے، بعض کے چاندی کے، اور بعض کے یاقوت اور زمرد کے ہوں گے، ہر درخت پانچ سو برس کے فاصلے کے برابر لمبا ہوگا، جنتی کا لباس کبھی میلا نہیں ہوگا، جنتی کے تخت کے اِرد گرد سونے کی شاندار کرسیاں ہوں گی، سونے چاندی کے خوبصورت گلاسوں میں وہ پانی پیئے گا۔

پرندے جنتی کے سامنے ٹھہر کر اپنی راگ میں گاتے ہوئے یہ کہیں گے کہ اے اللہ کے دوست! میں حاضر ہوں، میں جنت کے فلاں جگہ چرتا رہا ہوں، فلاں فلاں جگہ پانی پیا ہے، پھر اگر جنتی ان میں سے کسی پرندے کو خواہش سے کھانا چاہے تو وہ اللہ کے حکم سے بغیر آگ و چولہے کے ایک خوان میں آگرے گا، اور مزیدار ولذیذ غذاء بن جائے گا۔

جنت کی نعمتوں کا دنیا میں رہ کر احساس ہی نہیں کر سکتے، اللہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ اپنی عمدہ آواز سے میری بزرگی بیان کریں، پس وہ عمدہ آواز میں اللہ کی ثناء بیان کریں گے۔

جنتیوں کو اللہ تعالیٰ سورۂ رحمٰن سنائے گا، اور حضرت بلال حبشیؓ کی اذان بھی سنائی جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی آدمی کو کھانے پینے، جماع وشہوت کے لئے سو آدمیوں کی طاقت دی جائے گی، غذاء پسینہ سے مشک کی خوشبو کی طرح ہضم ہوگی، جس کی وجہ سے ان کا پیٹ ہلکا ہو جائے گا۔ (احمد، نسائی، بیہقی) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: جس عورت کا نیک شوہر فوت ہو جائے اور وہ عورت اس کے بعد نکاح نہ کرے تو ان دونوں کو جنت میں جمع کر دیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جنتی کو نیند نہیں، نیند موت کی بہن ہے، لہٰذا اہل جنت نہیں سوئیں گے۔ (طبرنی، بیہقی) جنت میں شوہر اور بیوی کی عمریں برابر ہوں گی اور وہ بچکانہ پن، بےشعوری اور بیوقوفی سے دور رہیں گے، بوڑھاپے سے دور رہیں گے، شکل وشباہت میں کبھی کمی نہ ہوگی، ہوش کامل ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کی وجہ سے نیکیاں مٹادی جائیں گی۔

جنت ودوزخ کی تفصیلات اگر کسی انسان کو سمجھ میں نہ آئیں تو اس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا، دنیا کی سائنسی تحقیقات ہماری عقل سے باہر ہوں تو ہم ان کا انکار نہیں کر سکتے، اس لئے اسلام نے ایمان بالغیب کی شرط رکھی ہے۔

(کتاب کے ضخیم ہو جانے کے اندیشہ سے مزید تفصیل بیان نہیں کی جارہی ہے۔)